بھیانک نگری

اے حمید

مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ۔ چوک انارکلی لاہور

تاریک، یخ بستہ، سرد سنسان رات!

دو پہاڑی سلسلوں میں سے نکل کر دریائے جہلم تھوڑی دُور خاموشی سے بہہ رہا تھا...... آسمان پر ستارے چمک رہے تھے...... شہریار اپنے خیمے سے باہر سٹول پر بیٹھا اوور کوٹ کے کالر اوپر کیے، دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے ٹکٹکی باندھے کچھ فاصلے پر ایک ٹیلے کے اُوپر نظر آنے والے کھنڈر کو دیکھ رہا تھا...... اس کے اور سیر دوست حیدر خان نے اسی کھنڈر کے بارے میں اسے بتایا تھا کہ قیام پاکستان سے پہلے یہاں ایک چھوٹا سا مندر ہوا کرتا تھا جو ویران ہونے کے بعد ٹوٹ پھوٹ کر کھنڈر بن چکا ہے...... اگر صرف اتنی ہی بات ہوتی تو شہریار اس ٹھٹھرتی ہوئی اندھیری رات میں خیمے سے نکل کر کبھی اس کھنڈر کا مشاہدہ کرنے نہ بیٹھتا...... بات یہ تھی کہ اس کے دوست حیدر خان نے شہریار کو اس مندر کے کھنڈر کے بارے میں یہ بھی بتایا تھا کہ یہاں اِرد گرد کے دیہات میں یہ بات مشہور ہے کہ ہر مہینے کی جو سب سے تاریک رات ہوتی ہے اس رات کو آدھی رات گزر جانے کے بعد اس مندر کے کھنڈر میں سے گھنگھروؤں کے بجنے کی آوازیں آتی ہیں...... جیسے کوئی رقاصہ رقص کر رہی ہو۔ کچھ دیر تک گھنگھروؤں کی جھنکاریں سنائی دیتی ہیں...... پھر خاموشی چھا جاتی ہے۔ اس کے بعد مندر کی گھنٹیوں کے بجنے کی آوازیں آتی ہیں...... پھر کسی عورت کی ڈراؤنی چیخ بلند ہوتی ہے

اور پھر قبرستان ایسا سناٹا طاری ہو جاتا ہے...... لوگوں میں طرح طرح کی کہانیاں مشہور تھیں...... کوئی کہتا کہ اس مندر میں کسی ناچنے والی پجارن کا خون ہوا تھا...... کوئی کہتا کہ اس مندر کے کھنڈر میں کافروں کی بدرُوحیں رہتی ہیں اور جو کوئی ادھر سے گزرے اسے چمٹ جاتی ہیں۔

یہ سب توہمات ہوں یا خرافات ہوں، لیکن اس قسم کی پراسرار کہانیوں نے شہریار کے ذوق تجسس کو بھڑکایا تھا، چنانچہ جب اس کے دوست حیدر خان نے اسے خط لکھ کر یہ ساری باتیں بیان کیں تو شہریار ایک روز بس میں سوار ہو کر اپنے دوست حیدر خان کے پاس پہنچ گیا...... یہ بھوری اور خشک چٹیل پہاڑیوں کا علاقہ تھا جہاں آکر دریائے جہلم دو پہاڑیوں میں اس طرح سے گزرتا تھا کہ وہاں ایک جھیل سی بن گئی تھی...... حکومت کی طرف سے وہاں ایک چھوٹا ڈیم بنانے کے امکانات کا جائزہ لینے کے لئے ایک سروے ٹیم کو بھیجا تھا، اس پارٹی میں سٹاف کے دوسرے آدمیوں کے ساتھ حیدر خان بھی بطور اورسیئر شامل تھا...... شہریار اور حیدر خان دونوں بڑے گہرے دوست تھے...... شہریار کالج کی پڑھائی ختم کرنے کے بعد نوکری کی تلاش میں تھا اور اسے کوئی کام نہیں تھا...... جب حیدر خان نے اسے پراسرار مندر میں آدھی رات کو گھنگھروؤں کی جھنکاریں سنائی دینے کے بارے میں لکھا تو وہ فوراً اس کے پاس پہنچ گیا۔

شہر سے دُور یہ ایک ویران پہاڑی علاقہ تھا...... سروے پارٹی نے یہاں دریائے جہلم کے کنارے اپنے خیمے اور چھولداریاں لگا رکھی تھیں اور سروے کا کام بڑی تیزی سے جاری تھا...... پاکستان کو بنے دس بارہ سال ہو گئے تھے...... شہریار کو دیکھ کر حیدر خان بڑا خوش ہوا، کہنے لگا۔

”جو کچھ میں نے خط میں لکھا تھا مجھے یقین تھا کہ اسے پڑھ کر تم فوراً چلے آؤ گے۔“

شہریار نے کہا۔

”یہ پڑھ کر کہ یہاں ایک کھنڈر میں سے رات کو گھنگھروؤں کے بجنے کی آوازیں

آتی ہیں کم از کم میں نہیں رُک سکتا تھا، چنانچہ تمہارا خط ملتے ہی بس پکڑ کر تمہارے پاس آ گیا ہوں...... چلو مجھے وہ پراسرار کھنڈر دکھاؤ۔“

حیدر خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ذرا صبر کرو...... پہلے کھانا وغیرہ کھا لیں...... پھر تمہیں وہ پراسرار کھنڈر بھی دکھا دوں گا۔“

دوپہر ہو چکی تھی...... دونوں دوستوں نے خیمے میں بیٹھ کر کھانا کھایا...... اردلی چائے بنا کر لے آیا...... دونوں چائے پینے اور باتیں کرنے لگے۔

شہریار نے پوچھا۔

”اس مندر کی بیک گراؤنڈ کیا ہے؟“

حیدر خان بولا۔

”جانے تمہاری بلا کہ اس کی بیک گراؤنڈ کیا ہے...... یہاں کے لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ یہاں ایک مندر ہوا کرتا تھا، جو ہندوؤں کے بھارت چلے جانے کے بعد ویران ہو گیا...... لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہاں ایک پجاری کے ہاتھوں ایک کنواری لڑکی کا خون ہو گیا تھا اور یہ اسی کی بدرُوح ہے...... کچھ کہتے ہیں کہ یہ کوئی اُلٹے پاؤں والی چڑیل ہے جو گھنگھروؤں کی جھنکار سے آدمیوں کو اپنی طرف بلاتی ہے۔“

شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یار حیدر خان! کسی رات چل کر دیکھنا چاہئے کہ چڑیل کیسی ہوتی ہے...... میں نے آج تک اُلٹے پاؤں والی چڑیل نہیں دیکھی۔“

حیدر خان نے شہریار کو سختی سے متنبہ کرتے ہوئے کہا۔

”خبردار! اس منحوس مندر کی طرف جانے کا کبھی سوچنا بھی نہ...... کہتے ہیں جو اس مندر کی طرف گیا پھر واپس نہیں آیا...... ابھی کل ہی کریم بخش کہہ رہا تھا کہ گاؤں کا ایک آدمی پچھلے برس مندر میں چلا گیا تھا...... تب سے لے کر آج تک اس کا کچھ پتہ

نہیں چلا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا ہے۔"

شہریار نے پوچھا۔

"جب لوگوں کو معلوم ہے کہ اس طرف جو گیا واپس نہیں آیا، پھر وہ آدمی کیوں چلا گیا تھا؟"

حیدر خان بولا۔

"کریم بخش قریبی گاؤں کا سب سے بوڑھا آدمی ہے...... ہمارے ہاں مزدوروں کا میٹ ہے...... اس کا کہنا ہے کہ وہ آدمی مندر میں دبے ہوئے خزانے کے لالچ میں چلا گیا تھا۔"

"کیا اس مندر میں کوئی خزانہ بھی دفن ہے؟" شہریار نے پوچھا۔

حیدر خان نے کہا۔

"بقول کریم بخش کہا جاتا ہے کہ ہندو یہاں سے جاتے ہوئے وہاں کوئی خزانہ دفن کر گئے تھے...... بس وہ آدمی اسی لالچ میں مارا گیا...... تم اس مندر کا کبھی رخ نہ کرنا۔"

یخ بستہ رات کے سناٹے میں شہریار خیمے کے باہر سٹول پر بیٹھا یہی کچھ سوچ رہا تھا...... آخر وہ ایک عام انسان تھا...... نوجوان تھا...... اس میں بھی عام انسانوں والی کمزوریاں موجود تھیں...... کالج چھوڑنے کے بعد اسے کہیں نوکری نہیں مل رہی تھی...... سوچنے لگا کہ اگر واقعی اس مندر میں کوئی خزانہ دفن ہے تو اسے نکالنے کی کوشش کرنی چاہیئے...... شہریار ماڈرن خیالات کا نوجوان تھا اور جن بھوتوں اور چڑیلوں وغیرہ کو محض توہمات سمجھتا تھا...... اسے معلوم تھا کہ دیہات کے سادہ دل لوگ ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں اور اس قسم کی باتوں پر بڑی جلدی یقین کر لیتے ہیں، جبکہ اس خلائی اور کمپیوٹر کے دور میں ایسے توہمات کی کوئی گنجائش نہیں ہے...... شہریار کا ان باتوں پر بالکل اعتقاد نہیں تھا۔

چنانچہ سرد رات کی خاموشی میں خیمے کے باہر بیٹھے بیٹھے اس نے دل میں فیصلہ

کر لیا کہ وہ مندر کے کھنڈر کا کم از کم جائزہ لینے ضرور جائے گا...... اس نے رسالوں وغیرہ میں پڑھا تھا کہ ہندو پجاری بھارت جاتے وقت مندروں کے خزانے عام طور پر زمین کے نیچے دبا گئے تھے اور بعض مندروں سے ہندو پجاری کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد پاکستان آ کر یہ خزانے نکال کر لے بھی گئے تھے۔

شہریار نے مندر کے کھنڈر میں جانے کے بارے میں حیدر خان سے کوئی ذکر نہ کیا...... ذکر کر بھی نہیں سکتا تھا، کیونکہ حیدر خان تو اس کے سخت خلاف تھا...... شہریار کو حیدر خان کے پاس آئے دو دن گزر گئے تھے اور ابھی اسے تین چار دن مزید وہاں قیام کرنا تھا کہ جب حیدر خان وہاں نہ ہو تو وہ جائے، لیکن حیدر خان تو وہاں ڈیوٹی پر تھا، اسی طرح مزید ایک دن گزر گیا...... اس کے اگلے دن ایسا ہوا کہ حیدر خان کو سرکاری کام کے سلسلے میں ٹھیکیدار اور ایس ڈی او کے ساتھ لاہور جانا پڑ گیا...... شہریار بڑا خوش ہوا کہ قدرت نے خود بخود موقع پیدا کر دیا ہے۔

حیدر خان نے شہریار سے کہا۔

"میں صرف ایک دن کے لئے لاہور جا رہا ہوں، کل شام تک واپس آ جاؤں گا...... میں نے اردلی کو ساری ہدایات دے دی ہیں...... تمہیں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہو گی۔"

حیدر خان سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے ٹھیکیدار اور ایس ڈی او کے ساتھ بس میں بیٹھ کر لاہور چلا گیا...... شہریار من مانی کرنے اور مندر کے کھنڈر کا سروے کرنے کے لئے آزاد تھا...... اسے پکا یقین نہیں تھا کہ خزانہ اسے ضرور مل جائے گا، مگر وہ مندر میں جا کر ایک جائزہ ضرور لینا چاہتا تھا...... دل میں ایک موہوم سی اُمید ضرور تھی کہ شاید وہاں کسی خزانے کا سراغ مل جائے...... لوگوں میں تو اس مندر کے بارے میں طرح طرح کی پراسرار آسیبی کہانیاں مشہور تھیں، مگر شہریار اس مندر کو محض ایک کھنڈر سمجھتا تھا اور کسی تاریخی کھنڈر میں جا کر مدفون خزانے کو تلاش کرنا اس کے نزدیک کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ جس میں جان کا خطرہ ہو۔

حیدر خان سورج غروب ہونے کے بعد گیا تھا...... پہلے شہریار نے سوچا کہ وہ کل دن کے وقت مندر جائے گا، لیکن دن کے وقت سروے پارٹی کے مزدور اور سٹاف کا کوئی آدمی اسے مندر کی طرف جاتے دیکھ سکتا تھا اور اس طرح حیدر خان کو پتہ چل سکتا تھا، جبکہ شہریار اپنی اس شوقیہ مہم کو خفیہ رکھنا چاہتا تھا...... کم از کم حیدر خان سے وہ ضرور خفیہ رکھنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے رات کے وقت مندر میں جانے کا فیصلہ کر لیا...... اس وقت اسے وہاں جاتے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

شہریار کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ مہینے کی سب سے تاریک رات تھی اور یہی وہ رات تھی، جب اس مندر میں سے گھنگھروؤں کی آواز کے ساتھ کسی عورت کی چیخ کی آواز سنائی دیا کرتی تھی۔ اس نے ایک چھوٹی ٹارچ اپنے پاس رکھ لی تھی...... وہاں سروے پارٹی کے سٹاف کے دوسرے خیمے اور چھولداریاں بھی لگی تھیں اور سٹاف کے لئے کھانا وغیرہ پک رہا تھا...... گیس کے لیمپ روشن تھے...... سروے پارٹی کے چیف کے خیمے کے باہر آگ کا الاؤ روشن تھا...... کچھ نوکر ادھر اُدھر چل پھر رہے تھے...... ایک خیمے میں سے کیسٹ پلیئر پر گانے کی آواز آرہی تھی۔

شہریار انتظار کرنے لگا کہ یہ سب لوگ سو جائیں تو وہ اپنی مہم پر روانہ ہو۔ سردیوں کے دن تھے...... شام بڑی جلدی ہو گئی۔ جب رات کا اندھیرا گہرا ہو گیا تو اردلی شہریار کے لئے کھانا لے آیا...... شہریار نے خیمے میں بیٹھ کر کھانا کھایا...... پھر چائے کی پیالی ہاتھ میں لے کر خیمے کے باہر آکر بیٹھ گیا اور مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا...... کافی دیر کے بعد خیموں میں خاموشی چھا گئی اور الاؤ کے گرد جو مزدور وغیرہ بیٹھے وہ بھی اُٹھ کر سونے کے لئے چھولداریوں میں چلے گئے...... شہریار بھی اُٹھ کر خیمے میں آگیا...... اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی...... رات کے پونے بارہ بج رہے تھے۔

شہریار نے خیمے کے اندر جو لیمپ جل رہا تھا اسے بجھا دیا...... خیمے کا پردہ ہٹا کر باہر دیکھا...... باہر اندھیرا چھا رہا تھا...... آس پاس کے خیموں پر سکوت طاری تھا...... شہریار

دبے پاؤں خیمے سے نکل کر آسیبی مندر کی طرف چل پڑا...... یہ مندر وہاں سے زیادہ دُور نہیں تھا...... تھوڑے فاصلے پر ہی ایک ٹیلہ تھا...... اس ٹیلے کے دامن میں مندر کا کھنڈر واقع تھا...... دن کے وقت شہریار دُور سے اس کا مشاہدہ کرتا رہتا تھا...... رات سرد اور خاموش تھی...... شہریار نے خیمے سے نکلنے کے بعد دُور سے آسیبی مندر کے کھنڈر کو دیکھ لیا تھا جو سردی سے ٹھٹھرتی رات میں ستاروں کی دُھندلی روشنی میں ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی بہت بڑا بھوت کمبل اوڑھے بیٹھا ہو...... شہریار خود رو جنگلی جھاڑیوں کے درمیان سے ہو کر جا رہا تھا...... اس نے اوور کوٹ کی بجائے چمڑے کی جیکٹ پہن لی تھی...... دونوں ہاتھ پتلون کی جیبوں میں دبائے شہریار آسیبی مندر کے کھنڈر کی طرف بڑھ رہا تھا...... سنسان رات جیسے سانس روکے ساکت تھی...... جیسے جیسے ٹیلے کی اوٹ میں واقع مندر کا بھوت نما کھنڈر قریب آتا جاتا تھا شہریار کا تجسس ہلکے ہلکے خوف میں تبدیل ہو رہا تھا۔

مگر اس نے اپنے ذہن کو سوائے خدا کے خوف کے ہر قسم کے خوف سے پاک رکھا ہوا تھا...... اس کا ایمان تھا کہ جس کے دل میں خدا کا خوف ہو وہاں کسی دوسرے خوف کا گزر نہیں ہو سکتا...... یہی جذبہ اسے بے خوفی سے آگے لئے جا رہا تھا...... اس کے دل کی دھڑکن جس خوف کی وجہ سے تیز ہو رہی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ شہریار کے دل میں خزانہ حاصل کرنے کا لالچ تھا...... وہ کسی نیک مقصد کی خاطر مندر کے کھنڈر میں نہیں جا رہا تھا...... ٹیلے کے قریب آکر شہریار رُک گیا اور غور سے کھنڈر کو دیکھنے لگا...... ستاروں کی ہلکی ہلکی دُھندلی روشنی میں کھنڈر ایک طرف کو جھکا ہوا نظر آرہا تھا...... ایک طرف اینٹوں کا ڈھیر پڑا تھا...... ماحول پر ایک آسیب زدہ کیفیت طاری تھی...... شہریار کو حیدر خان کا جملہ یاد آگیا کہ اس کھنڈر میں جو کوئی گیا پھر واپس نہیں آیا...... اسے گاؤں کے بزرگ کریم بخش کی وہ بات بھی یاد آگئی کہ کچھ عرصہ گزرا ایک لالچی آدمی خزانے کی کھوج میں مندر کے کھنڈر میں گیا تھا اور آج تک اس کا پتہ نہیں

چل سکا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا...... قدرتی طور پر شہریار کو اس قسم کے خیال آنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کھنڈر میں داخل ہونے کے بعد وہ بھی غائب ہو جائے، لیکن شہریار نوجوان تھا...... اس کی رگوں میں جوانی کا منہ زور خون گردش کر رہا تھا...... اس نے اس قسم کے کمزور توہمات کو اپنے دل سے نکال دیا اور بظاہر بے خوف ہو کر مندر کے کھنڈر کی طرف قدم اٹھائے۔

کھنڈر کے پتھر اور اینٹیں جگہ جگہ بکھری ہوئی تھیں...... وہ سنبھل سنبھل کر چل رہا تھا...... مندر کی اک منزلہ عمارت ٹوٹ پھوٹ چکی تھی...... چھت ایک جانب جھکی ہوئی تھی...... یہ چھوٹا سا مندر نما کھنڈر ٹیلے کی اوٹ میں کبھی ایک چبوترے پر بنایا گیا تھا...... چبوترے پر تین چار سیڑھیاں چڑھ کر جانا پڑتا تھا...... سیڑھیوں کے پتھر بھی اُکھڑے ہوئے تھے...... مندر کے تنگ و تاریک دروازے کے پٹ غائب تھے......
شہریار نے ٹارچ جیب سے نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی تھی...... چبوترے کے پاس پہنچ کر اس نے سیڑھیوں پر ٹارچ کی روشنی ڈالی...... یہ چار سیڑھیاں تھیں...... جہاں سیڑھیوں کے پتھر غائب تھے وہاں گھاس اُگی ہوئی تھی...... جنگلی جھاڑیوں اور گھاس نے مندر نما کھنڈر کی ایک دیوار کو بھی آدھا ڈھانپ رکھا تھا۔

شہریار سیڑھیاں چڑھ گیا...... مندر کے دروازہ کے اندر اندھیرا چھایا ہوا تھا...... کسی کسی وقت کسی جھینگر کے بولنے کی آواز آجاتی تھی جو ماحول کو اور زیادہ ڈراؤنا بنا رہی تھی...... شہریار نے دروازے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی...... اسے اندر اینٹوں، پتھروں کی چھوٹی سی ڈھیری دکھائی دی...... وہ اندر داخل ہو گیا...... یہ ایک تنگ ڈیوڑھی تھی...... ٹارچ کی روشنی میں شہریار نے دیواروں کا جائزہ لیا...... بائیں جانب والی دیوار میں اسے ایک اور چھوٹا سا دروازہ نظر آیا...... وہ اس کی طرف بڑھا...... ٹارچ کی روشنی ڈالی...... ایک زینہ نیچے جاتا تھا...... شہریار سوچنے لگا، اسے نیچے جانا چاہئے یا نہیں...... اس کے دل میں سوائے کسی خفیہ خزانے کی تلاش کے دوسرا کوئی خیال نہیں تھا...... وہ ابھی تک

ایڈونچر کے موڈ میں تھا کہ تلاش کرنے میں کیا حرج ہے۔

اگر سچ مچ اسے کوئی خزانہ مل گیا تو وہ بھی ڈیفنس میں چار کنال کی ایک عالی شان کوٹھی بنوائے گا...... جدید ماڈل کی کاروں میں گھومے پھرے گا اور ساری زندگی کے واسطے فکر معاش سے نجات حاصل کر لے گا اور اگر خزانہ نہیں ملتا تو نہ ملے...... اس کے پلے سے کیا جاتا ہے۔

وہ سیڑھیاں اترنے لگا...... ٹارچ اس نے روشن کر رکھی تھی...... ایک خطرہ اسے ضرور تھا کہ کہیں کسی طرف سے اچانک کوئی سانپ یا بچھو وغیرہ نہ نکل آئے، چنانچہ وہ بڑی احتیاط سے سیڑھیوں پر قدم رکھتا اور ٹارچ کی روشنی چاروں طرف ڈال لیتا تھا......
چھ سات سیڑھیاں اترا تو آگے ایک دروازہ آگیا جس کی چوکھٹ ایک طرف کو جھکی ہوئی تھی...... اس نے روشنی آگے ڈال کر دیکھا...... اندر ایک چھوٹا سا کمرہ یا کوٹھڑی تھی، لگتا تھا کہ یہ پہاڑی کاٹ کر بنائی گئی ہے...... زمین سخت تھی۔ وہ حیران ہو رہا تھا کہ یہاں اتنی سخت زمین میں خزانہ کہاں دفن کیا جا سکتا ہے۔ دروازے میں سے گزرتے ہوئے اس کے چہرے سے مکڑیوں کے جالے ٹکرائے...... اس نے دونوں ہاتھوں سے جالے ایک طرف ہٹا دیئے...... اچانک ایک چمگادڑ چیخ مار کر پھڑ پھڑاتا ہوا شہریار کے سر کے اُوپر سے باہر نکل گیا...... شہریار ایک دم نیچے ہو گیا، اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا...... ایک بار پھر گہرا سناٹا چھا گیا...... زمین کے اندر بنے ہوئے اس تہہ خانے یا کوٹھڑی کی فضا میں ایسی بو رچی ہوئی تھی، جیسی بو کسی پرانی قبر کو کھودتے وقت آیا کرتی ہے...... شہریار نے ٹارچ کی روشنی ڈالی تو اس نے دیکھا کہ سامنے والی دیوار میں ایک چھوٹی سی کھڑکی بنی ہوئی ہے...... شہریار کھڑکی کے قریب آگیا...... کھڑکی کو اینٹیں اور پتھر جوڑ کر آدھے سے زیادہ بند کر دیا ہوا تھا...... ایک جانب شگاف رہ گیا تھا...... شہریار نے شگاف کے اندر ٹارچ کی روشنی ڈالی...... دوسری طرف بھی ایک کوٹھڑی تھی مگر یہ کشادہ تھی...... اسے بھی پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا تھا...... دیواروں کے نوکیلے پتھر باہر کو

ابھرے ہوئے تھے...... ایک طرف دو ستون تھے...... ان کے درمیان ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا ہوا تھا۔

شہریار سوچنے لگا کہ ضرور خزانہ اسی کوٹھڑی میں کسی جگہ دفن کیا گیا ہوگا...... یہ دیکھ کر شہریار کا حوصلہ بڑھ گیا تھا کہ اس مندر کے بارے میں جو ہوشربا باتیں مشہور تھیں وہ سب من گھڑت تھیں...... وہ اس آسیبی مندر کے تہہ خانے میں پہنچ گیا تھا اور ابھی تک کوئی خلاف عقل یا خوفناک واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا تھا، مگر اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا، کیونکہ اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ مہینے کی وہی تاریک ترین رات تھی جس رات اس جگہ آسیبی گھنگھروؤں کی اور کسی عورت کے چیخنے کی آوازیں بلند ہوئی ہیں اور ان بدروحوں کے وہاں آنے کا وقت ہو گیا تھا۔

شہریار اب دوسرے تہہ خانے والی کوٹھڑی میں جانے کی ترکیبیں سوچنے لگا، کیونکہ کھڑکی کا شگاف اتنا چوڑا نہیں تھا کہ وہ اس میں سے گزر سکتا...... اس نے کھڑکی میں لگی ہوئی اینٹوں کو ہلانے کی کوشش کی مگر وہ بڑی مضبوطی سے جمی ہوئی تھیں...... وہ ٹارچ کی روشنی میں جھک کر کوئی چیز تلاش کرنے لگا تاکہ کھڑکی کی اینٹوں کو توڑ کر دوسری کوٹھڑی میں جانے کا راستہ بنا سکے، اس کا دل کہتا تھا کہ خزانہ دوسری کوٹھڑی میں ہی چبوترے یا ستون کے پاس کسی جگہ دفن ہے۔

وہ جھک کر کوئی اینٹ یا پتھر تلاش کر رہا تھا کہ اسے پیروں کی آہٹ سنائی دی...... جیسے کوئی چل پھر رہا ہو...... شہریار جلدی سے سیدھا ہو گیا، اس نے کوٹھڑی میں ٹارچ کی روشنی ڈالی، مگر وہاں اسے کوئی انسان نظر نہ آیا...... پیروں کی آہٹ بھی غائب ہو گئی تھی...... اسے اپنا وہم سمجھ کر شہریار دوبارہ پتھر وغیرہ تلاش کرنے لگا...... اچانک پیروں کی آہٹ پھر سنائی دی...... شہریار وہیں ساکت ہو گیا۔ ٹارچ کی روشنی میں اس نے ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھا...... کوٹھڑی پہلے کی طرح خالی تھی، لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ پیروں کی آہٹوں میں اضافہ ہو گیا تھا...... جیسے کمرے میں بہت سے لوگ چل پھر

رہے ہوں۔

شہریار حیران سا ہو کر چاروں طرف نظریں گھما رہا تھا کہ اسے آدمیوں کے کھسر پھسر کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں...... چھوٹی سی کوٹھڑی ان آوازوں سے بھر گئی، مگر وہاں کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا...... شہریار نے ٹارچ بجھا دی...... کوٹھڑی میں گھپ اندھیرا ہو گیا...... کھسر پھسر کی آوازیں اب بلند ہوتی جا رہی تھیں...... اب ان آوازوں میں مردانہ قہقہوں کی بھی آواز کبھی کبھی سنائی دینے لگی تھی...... شہریار پر خوف سا طاری ہونے لگا...... اسے کچھ یقین سا ہونے لگا کہ اس مندر کے کھنڈر کے بارے میں جو پراسرار باتیں مشہور تھیں وہ غلط نہیں ہیں، لیکن یہ اس کے دل کو یقین تھا کہ وہ پکا مسلمان ہے اور مسلمان پر ان بھوتوں اور چڑیلوں اور بدروحوں کا کوئی اثر نہیں ہوا کرتا...... یہی پختہ اعتقاد اسے وہیں کھڑے کئے ہوئے تھا۔

شہریار خزانے کے خیال کو تو دل سے نکال چکا تھا...... اب وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس مندر کی آسیبی کہانیوں کی حقیقت کیا ہے...... گھپ اندھیرے میں وہ آنکھیں گھما پھرا کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ شاید اندھیرے میں کسی چڑیل یا آسیب وغیرہ کی شکل نظر آ جائے، کیونکہ کھسر پھسر کی آوازیں اب زیادہ بلند ہو گئی تھیں...... اس کوٹھڑی میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا...... شہریار نے ذرا غور کیا تو اسے محسوس ہوا کہ آوازیں ساتھ والی کوٹھڑی کی کھڑکی کے شگاف میں سے آ رہی تھیں...... وہ دیوار کے ساتھ پیٹھ لگائے کھسکتا ہوا کھڑکی کے چھوٹے شگاف کے پاس آ گیا...... واقعی آوازیں دوسری کوٹھڑی میں سے آ رہی تھیں...... کھسر پھسر کی آوازیں اب باتیں کرنے کی مدھم بھنبھناہٹ میں تبدیل ہو گئی تھیں...... ان میں مردانہ آوازیں بھی تھیں اور نسوانی آوازیں بھی تھیں...... جیسے کوٹھڑی میں بہت سے لوگ جمع ہوں۔

شہریار نے سر اونچا کیا اور کھڑکی کے شگاف سے جھانک کر دوسری کوٹھڑی میں نگاہ ڈالی...... وہاں گھپ اندھیرا تھا...... آوازیں برابر آ رہی تھیں...... عورتوں اور

مردوں کے کبھی کبھی ہلکے ہلکے قہقہے لگانے کی آواز بھی آجاتی تھی، مگر اندھیرے میں دکھائی کچھ نہیں دیتا تھا...... شہریار کو ٹارچ جلا کر دیکھنے کا خیال آیا، لیکن ڈر کے مارے اس کو ٹارچ جلانے کی ہمت نہ ہوئی...... اس لمحے واقعی وہ ڈرا ہوا تھا، لیکن اس نے پختہ عزم کر رکھا تھا کہ وہ مندر کے کھنڈر کے راز کو معلوم کر کے ہی رہے گا اور وہاں سے ڈر کر بھاگے گا نہیں...... اسے خزانے کا سراغ نہیں ملتا تو نہ ملے لیکن کم از کم یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ مندر کے کھنڈر کے بارے میں جو آسیبی کہانیاں مشہور ہیں ان میں حقیقت کتنی ہے اور جھوٹ کتنا ہے۔

شہریار اپنی جگہ پر ڈٹا رہا اور کھڑکی کے شگاف سے کوٹھڑی کے گھپ اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرتا رہا...... اتنے میں کھسر پھسر اور بولنے کی آوازوں کی بھنبھناہٹ مدھم ہونے لگی اور پھر خاموشی چھا گئی...... خاموشی بھی ایسی گہری اور سنگین کہ جیسے وہاں صدیوں سے کسی کی آواز بلند نہ ہوئی ہو...... شہریار کو سخت سردی میں بھی ایک بار پسینہ آگیا...... اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی اچانک کوئی اس کے کان کے قریب آکر زور سے چیخ مار دے گا...... اس نے سوچا کہ اب اسے وہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ وہ اتنا خوف زدہ سا ہو گیا تھا کہ ٹارچ جلانے کی اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔

وہ اندھیرے میں کھڑکی سے ہٹنے ہی والا تھا کہ اچانک کھڑکی کے شگاف میں سے مدھم روشنی کا غبار سا باہر نکلنے لگا...... شہریار وہیں رُک گیا...... روشنی کا مدھم سا غبار کھڑکی کے شگاف میں سے ایسے باہر نکل رہا تھا جیسے اندر کسی نے کوئی مشعل یا تین چار مٹی کے چراغ روشن کر دیئے ہوں...... وہ شگاف میں سے جھانکتے ہوئے گھبرا رہا تھا کہ جانے اسے اندر کیا چیز نظر آجائے...... کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس ڈراؤنی چیز کو دیکھتے ہی غائب نہ ہو جائے، یا وہ چیز اسے اندر نہ کھینچ لے۔

اتنے میں شگاف میں سے گھنگھروؤں کے بجنے کی آواز آنے لگی...... اس کے ساتھ پیروں کے تھرکنے کی آواز بھی آرہی تھی...... جیسے کوئی ناچ رہا ہو...... اس کے

ساتھ طبلے کی ہلکی ہلکی تھاپ بھی سنائی دے رہی تھی...... اب شہریار کے لئے صبر کرنا ناممکن ہو گیا تھا...... اس نے سر اُوپر اُٹھا کر شگاف کے کونے میں سے اندر جھانک کر دیکھا...... اندر یعنی دوسری کوٹھڑی میں اس نے جو منظر دیکھا اسے دیکھ کر یقین کرنا ہی پڑا کہ جو کہانیاں اس مندر کے متعلق لوگوں میں مشہور تھیں وہ غلط نہیں تھیں...... اس نے دیکھا۔

اس نے دیکھا کہ کھڑکی کی دوسری طرف جو کشادہ کوٹھڑی تھی اس میں دیوار کے ساتھ تین چار پرانے زمانے کی مشعلیں روشن تھیں...... فضا میں دُھند کا ایک غبار سا پھیلا ہوا تھا...... شگاف میں سے لوبان اور چندن کی خوشبوؤں کی لپیٹیں آرہی تھیں...... ستونوں کے درمیان جو چھوٹا سا چبوترہ تھا اس پر ایک نہایت ڈراؤنی شکل والا انسان نما بھوتنا آلتی پالتی مارے بیٹھا ہوا تھا...... اس کے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے...... منہ کا دہانہ کافی چوڑا تھا جس میں سے رال ٹپک رہی تھی...... اس بھتنے یا بھوت کی آنکھیں بالکل گول اور سرخ تھیں...... اس کی دونوں جانب نصف دائرے کی شکل میں اسی قسم کے بھتنے آلتی پالتی مارے خاموش بیٹھے تھے...... ان کی شکلیں بھی نہایت کریہہ المنظر اور ڈراؤنی تھیں...... درمیان میں فرش پر ایک نہایت حسین و جمیل عورت عجیب قسم کے نیم عریاں لباس میں ناچ رہی تھی...... گھنگھرو اس کے پاؤں میں تھے...... وہ تھرک تھرک کر پاؤں زمین پر مارتی اور پھر چکر لگا کر کریہہ المنظر بھوت کے سامنے جا کر ہاتھ باندھ کر اسے نمسکار کرتی اور ناچتی تھرکتی پیچھے ہٹنے لگتی...... گھنگھروؤں کی جھنکاریں فضا میں گونج رہی تھیں...... شہریار یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر بت بن کر رہ گیا تھا...... اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے اس میں کچھ حقیقت بھی ہے۔

جو عورت ناچ رہی تھی اس کی عمر پچیس تیس برس کی لگتی تھی...... رنگ سانولا تھا مگر نقش بڑے دلکش تھے...... بڑی حسین نازنین تھی...... اس کے چہرے میں ایک

بڑی پراسرار مقناطیسی کشش تھی...... رقص کرتے ہوئے اس کا چہرہ اور زیادہ حسین اور دلکش ہو گیا تھا...... شہریار اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا...... جیسے اس عورت نے شہریار پر جادو کر دیا ہو...... شہریار کے لئے وقت کا احساس ختم ہو گیا تھا...... اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ وہ کب سے وہاں کھڑا اس حسین و جمیل عورت کو رقص کرتے دیکھ رہا ہے......

اسے اچانک خیال آیا کہ کہیں یہ عورت چڑیل تو نہیں ہے...... اس نے عورت کے رقص کرتے پاؤں کو غور سے دیکھا کہ کہیں وہ اُلٹے تو نہیں ہیں، مگر اس کے پاؤں اُلٹے نہیں تھے...... وہ چڑیل نہیں تھی...... باقاعدہ ایک زندہ نارمل عورت تھی۔

حیرانی کی ایک اور بات یہ تھی کہ ابھی تک اس محفل میں سے کسی کی شہریار پر نظر نہیں پڑی تھی...... نہ سینگوں والے کریہہ المنظر بھتنے یا بھوت کو شہریار کی موجودگی کا احساس ہوا تھا اور نہ بھوتوں کی اس محفل میں بیٹھے دوسرے بھتنوں نے شہریار کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تھا...... پھر ایسا ہوا کہ حسین و جمیل عورت رقص کرتی ہوئی کھڑکی کے قریب سے لہراتی ہوئی گزری تو اس نے آنکھیں اُٹھا کر شہریار کی طرف دیکھا اور دیکھ کر بڑے دلکش اور پراسرار انداز میں مسکرا کر رقص کرتی دوسری طرف نکل گئی...... شہریار پریشان سا ہو گیا کہ اس عورت نے اسے دیکھ لیا ہے، اب نہ جانے وہاں کیسا طوفان اُٹھے...... اس کریہہ المنظر بھوت کو بھی پتہ چل جائے گا کہ اس کی خاص محفل میں ایک انسان چوری چھپے موجود ہے اور وہ شہریار کو اپنے کالے جادو کی طاقت سے اپنے قبضے میں کرے گا۔

مگر ایسا کچھ نہ ہوا...... حسین و جمیل عورت رقص کرتے ہوئے کریہہ المنظر بھوت کے سامنے گئی اور پہلے کی طرح ہاتھ جوڑ کر اسے نمسکار کیا اور اسی طرح رقص کرتی ایک بار پھر کھڑکی کے پاس آئی جہاں شگاف کی دوسری طرف سے شہریار اسے چھپ کر دیکھ رہا تھا...... عورت پہلے کی طرح شہریار کی طرف دیکھ کر بڑے پراسرار اور دلفریب انداز میں مسکرائی اور رقص کرتی آگے نکل گئی...... اس سے صاف پتہ لگتا تھا

کہ بھتنوں کی اس محفل میں صرف اس عورت نے ہی شہریار کو دیکھا تھا اور اس نے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ وہاں ایک انسان بھی موجود ہے جو چھپ کر ان کی دھماچوکڑی کو دیکھ رہا ہے...... اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟

یہ بات شہریار کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

وہ اسی طرح کھڑکی کے شگاف میں سے عورت کو ناچتے دیکھ رہا تھا...... ناچتے ناچتے عورت ایک بار کریہہ المنظر بھوت کے سامنے گئی...... اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور زمین کے ساتھ ماتھا لگا کر اوندھی ہو کر بالکل سیدھی لیٹ گئی...... ہندو دھرم میں اس طرح پوجا کرنے کو ڈنڈوت کہتے ہیں...... کریہہ المنظر بھوت منہ کھول کر دانت نکالتے ہوئے گھٹی ہوئی آواز میں بولا۔

"کادمبری! کادمبری! تو نے ہمیں پرسن کر دیا ہے، مگر تجھے اپنے مہاپاپ کا پھل بھگتنا ہی پڑے گا...... اب اُٹھ کر کھڑی ہو جا۔"

اتنا کہہ کر کریہہ المنظر بھوت نے اپنی ران کے نیچے سے ایک چمکتا ہوا خنجر نکال لیا...... رقص کرنے والی عورت کا نام کادمبری تھا...... کادمبری اتنی دیر میں اُٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی...... کریہہ المنظر بھوت نے بجلی کی چمک کی تیزی کے ساتھ خنجر کادمبری کی طرف پھینکا...... خنجر رقص کرنے والی عورت یعنی کادمبری کے سینے میں جا کر دھنس گیا...... کادمبری کے حلق سے ایک دلگداز چیخ کی آواز نکلی...... چیخ کی آواز اتنی ڈراؤنی اور بھیانک تھی کہ شہریار بھی کانپ اُٹھا...... کادمبری زمین پر گر کر تڑپنے لگی اور تڑپتے تڑپتے غائب ہو گئی...... کریہہ المنظر بھوت اُٹھ کھڑا ہوا...... اس کی گول گول آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں...... اس نے دونوں بازو ایک دم کھول دیئے اور چلا کر بولا۔

"کورومنڈل کے شکتال کی جے ہو...... شنکر راؤ نے اپنا وچن پورا کر دیا۔"

سارے بھتنے بھی اُٹھ کھڑے ہوئے تھے...... سب نے عجیب و غریب آوازوں

میں مل کر چیکارے لگائے۔

"کورومنڈل کے شکتاں کی جے ہو۔"

پہلے کریہہ المنظر بھوت غائب ہوا۔۔۔۔۔اس کے بعد دوسرے بھتنے بھی غائب ہوگئے۔۔۔۔۔کوٹھڑی خالی رہ گئی۔۔۔۔۔پھر دیوار پر لگی ہوئی مشعلیں بھی بجھ گئیں اور کوٹھڑی میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔

شہریار جلدی سے پیچھے ہٹا۔۔۔۔۔اس نے ٹارچ جلائی اور جس کوٹھڑی میں وہ کھڑا تھا اسی کے دیوار والے زینے کی سیڑھیاں چڑھ کر مندر کی ڈیوڑھی میں آگیا اور پھر جلدی جلدی چلتا ڈیوڑھی میں سے نکل کر مندر کے کھنڈر کی سیڑھیاں اتر کر تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے آسیب زدہ مندر کے کھنڈر سے دُور نکل گیا۔۔۔۔۔ایک جگہ رُک کر اس نے ایک نگاہ مندر پر ڈالی۔۔۔۔۔مندر کا کھنڈر رات کے اندھیرے میں اسی طرح کسی دیو قامت بھوت کی طرح ساکت تھا۔۔۔۔۔شہریار کو ایسے لگ رہا تھا جیسے اس نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔۔۔۔۔اسے خوشی اس بات کی تھی کہ وہ زندہ حالت میں آسیبی مندر سے واپس آگیا ہے۔۔۔۔۔اپنے خیمے میں آکر اس نے جیکٹ اتاری اور پتلون سمیت بستر میں گھس کر لحاف اوڑھ لیا۔۔۔۔۔سردی کی وجہ سے وہ ٹھٹھر رہا تھا۔۔۔۔۔تھوڑی دیر کے بعد لحاف نے اسے گرم کر دیا اور وہ سوچنے لگا کہ اول تو ایسے مندر میں جس کا تہہ خانہ پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا ہو اور جس کی دیواریں اور فرش پتھر کی ہوں وہاں خزانہ کون دفن کرے گا۔۔۔۔۔دوسری بات یہ تھی کہ شہریار نے وہاں جو ڈراؤنا اور خونی منظر دیکھا تھا اس کے پیش نظر اگر وہاں خزانہ ہوتا بھی تو وہ اسے نکالنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔۔۔۔۔شہریار نے خزانے کا خیال تو دل سے نکال دیا تھا مگر مندر کی پراسرار رقاصہ جس کا نام کادمبری تھا اسے بہت یاد آرہی تھی۔۔۔۔۔اس نے بڑے دلفریب انداز میں شہریار کی طرف دیکھا تھا۔۔۔۔۔اسے افسوس تھا کہ کریہہ المنظر بھتنے یا بھوت شنکر راؤ نے اسے ہلاک کر دیا تھا، لیکن وہ سوچنے لگا کہ یہ تو سب جادو اور طلسم کی کارگزاری تھی اور

یہ سب لوگ زندہ انسان نہیں تھے بلکہ بدروحیں تھیں۔۔۔۔۔ان کا مرنا جینا ایک برابر ہی ہوتا ہے۔۔۔۔۔شہریار نے رقاصہ کادمبری کے خیال کو بھی دل سے نکال دیا اور سو گیا۔

صبح وہ دس بجے تک سویا رہا۔

اس وقت تک سروے پارٹی اپنے کام پر نکل چکی تھی۔۔۔۔۔شہریار نے اردلی سے خیمے میں ہی منگوا کر ناشتہ کیا۔۔۔۔۔پھر اسے بوڑھے میٹ کریم بخش کا خیال آگیا جس کے بارے میں حیدر خان نے بتایا تھا کہ وہ اس پراسرار مندر کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔۔۔۔۔شہریار مزدوروں کے خیموں کی طرف گیا۔۔۔۔۔کچھ مزدور سروے پارٹی کے ساتھ ہی گئے ہوئے تھے، باقی وہیں اِدھر اُدھر کے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ان کا میٹ بوڑھا کریم بخش ایک طرف دھوپ میں بیٹھا تھا۔۔۔۔۔شہریار سلام کر کے اس کے پاس بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔۔۔۔۔اس نے کریم بخش کو بالکل نہ بتایا کہ رات وہ مندر میں گیا ہوا تھا اور اس نے وہاں دہشت ناک مناظر دیکھے ہیں۔۔۔۔۔اس نے پرانے مندر کے بارے میں باتیں شروع کر دیں اور پوچھا۔

"کریم بابا کیا واقعی اس مندر میں کسی خاص رات کو گھنگھروؤں کی آواز آتی ہے؟"

کریم بخش بولا۔

"یہ آواز میں نے تو نہیں سنی، لیکن جن لوگوں نے یہ آواز سنی ہے وہ کہتے ہیں کہ مہینے کی سب سے تاریک رات کو وہاں سے گھنگھروؤں کی آواز آتی ہے، جیسے کوئی عورت ناچ رہی ہو۔"

شہریار نے کہا۔

"یہ کوئی بدروح ہی ہو سکتی ہے۔"

"ہاں!" بوڑھا میٹ گہری سوچ میں تھا۔

شہریار بولا۔

"سنا ہے وہاں کوئی خزانہ بھی دفن ہے۔۔۔۔۔کیا یہ سچ ہے؟"

کریم بخش کہنے لگا۔

"ہم یہی سنتے آرہے ہیں۔"

شہریار نے کہا۔

"اتنی مدت سے کبھی کسی نے خزانہ نکالنے کی کوشش نہیں کی؟"

"آج سے کچھ عرصہ پہلے گاؤں کے ایک آدمی نے کوشش کی تھی۔" کریم بخش بولا...... مگر اس کے بعد وہ ایسا گم ہوا کہ آج تک اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔"

اس کے بعد شہریار نے کریم بخش سے اس موضوع پر کوئی بات نہ کی اور علاقے میں حکومت جن ترقیاتی پروگراموں پر عمل کر رہی تھی ان کے بارے میں گفتگو کرنے لگا، لیکن شہریار کا دماغ برابر پراسرار مندر کے خزانے کے بارے میں اُلجھا ہوا تھا...... یہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ بدرُوحیں اور جن بھوت مندر میں مہینے کی صرف ایک ہی رات کو آتے ہیں اور خزانہ بھی ضرور اسی کوٹھڑی میں کہیں دفن ہے جہاں گزشتہ رات انہوں نے اپنی دہشت ناک محفل جمائی تھی...... اچانک بوڑھا کریم بخش کہنے لگا۔

"پچھلے سال ہندوستان سے ایک پجاری یا سادھو قسم کا آدمی اس مندر کی یاترا کرنے آیا تھا۔"

شہریار نے کہا۔

"پھر تو وہ خزانہ نکال کر لے گیا ہوگا۔"

بوڑھا بولا۔

"نہیں...... وہ اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لے گیا تھا بس...... مندر کے اندر کچھ دیر تک اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔"

شہریار نے پوچھا۔

"بابا! کیا واقعی اس مندر میں بدرُوحیں رہتی ہیں؟"

کریم بخش کہنے لگا۔

"ہم نے پاکستان بننے سے پہلے ایک ہندو جوگی کی زبانی سنا تھا کہ جو مندر ویران ہو جائے اور وہاں پوجا پاٹھ نہ ہو تو وہ جگہ بدرُوحوں کا مسکن بن جاتی ہے اور وہاں سراپ یعنی بددُعا پائی ہوئی بدرُوحیں اپنا ٹھکانہ بنا لیتی ہیں...... ان بدرُوحوں کے مختلف طبقے ہوتے ہیں...... ہر طبقے کا ایک سردار ہوتا ہے...... یہ بدرُوحیں جہاں چاہے چوکی جما لیتے ہیں...... ان کے لئے وقت اور فاصلہ کوئی چیز نہیں ہوتا...... آدمی اگر ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرے تو یہ کچھ نہیں کہتے، لیکن اگر ان کو تنگ کیا جائے تو وہ اس آدمی کو زندہ نہیں چھوڑتے۔"

شہریار دل میں ہنس رہا تھا...... اس کے مسلمان ذہن پر اس قسم کی خرافات کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا...... اس کی ساری توجہ مندر کے خزانے پر تھی اور وہ خزانے کو نکالنے کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا...... شام کو حیدر خان بھی آگیا...... شہریار نے حیدر خان سے بھی مندر کا کوئی ذکر نہ کیا...... شہریار دل میں منصوبہ بنا چکا تھا کہ وہ ایک دن چھوڑ کر رات کو مندر میں دوبارہ جائے گا اور خزانے کا کھوج لگانے کی کوشش کرے گا اور اپنے ساتھ چھوٹی کدال وغیرہ بھی لے جائے گا...... اس نے ایک چھوٹی کدال اپنے خیمے میں چھپا کر رکھ بھی لی تھی۔

حیدر خان سارا دن سروے پارٹی کے ساتھ پہاڑی علاقے میں سروے کرتا رہتا اور شام کو تھکا ہارا واپس آتا اور شہریار کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد جلدی سو جاتا تھا، اسی طرح وہ ایک رات جب اپنے خیمے میں سونے کے لئے چلا گیا تو شہریار نے خزانے کی تلاش کی مہم پر جانے کی تیاری شروع کر دی...... اسے صرف ایک چھوٹی کدال اور ٹارچ کی ہی ضرورت تھی...... ٹارچ اس کے پاس موجود تھی...... کدال اس نے پہلے ہی سے سٹور والے خیمے سے لا کر اپنے پاس رکھ لی تھی...... جب رات کافی گزر گئی اور تمام مزدور اور سٹاف کے لوگ گہری نیند سو گئے اور خیموں اور چھولداریوں پر خاموشی چھا گئی تو شہریار نے اپنی چمڑے کی جیکٹ پہنی...... چھوٹی کدال تھیلے میں رکھی اور دبے

پاؤں خیمے کے پچھلے دروازے سے نکل کر آسیبی مندر کی طرف چل پڑا..... اسے پکا یقین تھا کہ کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ اور دوسری بدروحوں نے مندر میں رات کے وقت جو خونی ڈرامہ کھیلنا تھا اور جو دھما چوکڑی مچانی تھی وہ انہوں نے تین دن پہلے رات کو مچا دی تھی اور اب یہ بدروحیں اگلے مہینے کی کسی اندھیری رات کو ہی وہاں آئیں گی، چنانچہ وہ بے خوف ہو کر چل رہا تھا۔

رات سرد اور سنسان تھی..... اندھیرے میں درخت سر جھکائے ساکت کھڑے تھے..... ستاروں کی دھندلی روشنی میں مندر کا آسیبی کھنڈر جیسے جیسے قریب آ رہا تھا شہریار کا خزانہ حاصل کرنے کا شوق تیز ہوتا جا رہا تھا..... کھنڈر کے قریب پہنچ کر وہ پتھروں کا زینہ چڑھ کر ویران مندر کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گیا..... ٹارچ روشن کر کے وہ اس کی روشنی میں نیچے والے تہہ خانے کا زینہ اُتر گیا..... اب وہ تہہ خانے کی پہلی کوٹھڑی میں تھا..... اس نے دیوار کی کھڑکی پر روشنی ڈالی..... کھڑکی اسی طرح آدھی سے زیادہ اینٹوں سے بند کی ہوئی تھی..... صرف ایک شگاف باقی تھا..... اس شگاف میں سے ایک عام جسامت کا آدمی گزر سکتا تھا۔

شہریار نے شگاف میں سے دوسری طرف ٹارچ کی روشنی ڈال کر دیکھا..... دوسری کوٹھڑی بالکل خالی پڑی تھی..... وہاں نہ تو کوئی مشعل روشن تھی اور نہ کوئی بدروح یا بھتنا موجود تھا..... دو ستونوں کے درمیان جو چبوترہ تھا وہ بھی خالی پڑا تھا..... شہریار کچھ دیر کھڑکی کے ساتھ لگ کر خاموش کھڑا رہا..... اسے وہاں کسی قسم کی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی..... اس کا مطلب تھا کہ وہاں کوئی بدروح موجود نہیں تھی..... شہریار کا حوصلہ بڑھ گیا..... وہ شگاف میں سے گزر کر دوسری کوٹھڑی میں اتر گیا..... اس کوٹھڑی میں آتے ہی شہریار کو ایک عجیب قسم کی سنسناہٹ سی محسوس ہوئی، مگر اس نے کوئی خیال نہ کیا اور ٹارچ کی روشنی میں کوٹھڑی کا جائزہ لیا۔

خدا جانے کس طرح سے پہاڑی کے پتھروں کو کاٹ کر یہ کوٹھڑی بنائی گئی

تھی..... شہریار جھک کر فرش کا مشاہدہ کرنے لگا..... فرش پتھر کی سلوں کو جوڑ کر بنایا گیا تھا..... کوئی بھی سل اپنی جگہ سے اُکھڑی ہوئی نہیں تھی..... شہریار ایک ایک سل کو غور سے دیکھتا جا رہا تھا..... وہ ستونوں کے درمیان والے چھوٹے چبوترے کے پاس آ کر رُک گیا..... ٹارچ کی روشنی میں اسے چبوترے کے فرش کی ایک سل اپنی جگہ سے ہلی ہوئی لگ رہی تھی..... وہ اُکھڑی ہوئی تو نہیں تھی مگر ایسے لگتا تھا کہ اسے اُکھاڑ کر دوبارہ جما دیا گیا ہے..... ایک طرف سے سل کے کنارے کی مٹی باہر کو نکلی ہوئی تھی..... شہریار کو شبہ ہوا کہ ہو نہ ہو خزانہ اسی جگہ دفن ہے..... اس نے جلتی ہوئی ٹارچ ایک طرف رکھ دی۔

تھیلے میں سے چھوٹی کدال نکالی اور اس کی نوک سے پتھر کی سل کے ایک جانب کناروں کی مٹی کریدنی شروع کر دی..... تھوڑی کوشش کے بعد شہریار نے سل کو اپنی جگہ سے ہلا دیا..... پھر کدال شگاف کے نیچے ڈال کر زور لگایا تو سل اپنی جگہ سے اُکھڑ گئی..... اس نے سل کو الگ کر دیا..... ٹارچ کی روشنی میں دیکھا کہ سل کے نیچے ایک چھوٹا سا گڑھا تھا جس میں نیچے کر کے مٹی کی ایک تہہ تھی..... شہریار نے مٹی کو ہٹایا تو اسے کوئی سنہری چیز چمکتی نظر آئی..... اس نے جلدی جلدی کدال کی مدد سے مٹی کو مزید ہٹایا تو نیچے سے ایک مورتی نکل آئی..... شہریار نے اسے باہر نکال کر ٹارچ کی روشنی میں دیکھا۔

یہ گولڈن مورتی تھی اور سونے کی لگتی تھی..... مورتی اسی کریہہ المنظر بھتنے کی شکل کی تھی جو اس رات مندر میں رقص و سرود کی خونی محفل لگائے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا..... مورتی بھتنے کی طرح ڈراؤنی تھی اور اس کے دانت باہر نکلے ہوئے تھے..... گول آنکھوں میں دو بڑے سرخ نگینے جڑے ہوئے تھے..... مورتی کا سائز ڈیڑھ بالشت کا تھا اور کافی وزنی تھی..... اگر وہ سونے کی تھی تو یہ کم از کم تین کلو سونا ضرور تھا..... شہر یار سمجھ گیا کہ یہی وہ خزانہ ہے جس کی اسے تلاش تھی..... اسے یقین تھا کہ مورتی

سونے کی ہی ہو سکتی ہے...... اس نے مورتی کو تھیلے میں ڈالا...... گڑھے میں مزید کرید کر دیکھا، مگر وہاں اور کچھ نہیں تھا...... شہریار نے پتھر کی سل دوبارہ فرش پر پہلے کی طرح رکھ کر اس کے کناروں کو مٹی سے بند کر دیا...... سل جب فرش کے برابر ہو گئی تو کدال تھیلے میں ڈال کر اُٹھ کھڑا ہوا...... اس کو ڈر تھا کہ کریہہ المنظر بھتنے کی مورتی نکالنے کے بعد وہاں بدرُوحوں کی چیخیں ضرور سنائی دیں گی، مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا...... کوٹھڑی میں سنسناتی ہوئی خاموشی چھائی رہی۔

شہریار وہاں اب ایک سیکنڈ کے لئے بھی رُکنا نہیں چاہتا تھا...... وہ کھڑکی کے شگاف میں سے نکل کر دوسری کوٹھڑی میں آ گیا اور دوسری کوٹھڑی کا زینہ طے کر کے اُوپر مندر کی ڈیوڑھی میں آ گیا...... یہاں اس نے ٹارچ بجھا دی اور ستاروں کی مدھم روشنی میں مندر کے چبوترے سے اتر کر جتنی تیز چل سکتا تھا اپنے خیمے کی طرف چل پڑا...... سروے پارٹی کے سب لوگ اپنے اپنے خیموں میں سخت سردی میں گرم بستروں میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے...... شہریار چپکے سے اپنے خیمے میں داخل ہو گیا...... خیمے کے اندر لالٹین جل رہی تھی...... اس نے تھیلے میں سے مورتی نکالی اور اسے لالٹین کی روشنی میں غور سے دیکھنے لگا...... مورتی بڑی ڈراؤنی شکل والی تھی...... ہو بہو اسی کریہہ المنظر بھتنے کی شکل تھی...... مورتی کی گول آنکھوں میں جو سرخ نگینے جڑے ہوئے تھے لالٹین کی روشنی میں ان میں سے کرنیں پھوٹ رہی تھیں...... شہریار نے مورتی میں کسی قسم کے طلسم کا اثر محسوس نہیں کیا تھا...... وہ ناخن سے مورتی کو کریدنے لگا...... اسے یقین ہو چکا تھا کہ مورتی سونے کی ہے...... پرانے مندروں میں ایسی مورتیاں سونے کی ہی ہوا کرتی تھیں۔

اس نے مورتی کو اپنے اٹیچی کیس میں رکھ کر تالا لگایا اور چابی اپنی قمیض کی جیب میں سنبھال کر رکھ لی اور لالٹین کی لو دھیمی کر کے لحاف اوڑھ کر سو گیا...... ڈیڑھ دو سیر سونا ایک دم اس کے ہاتھ لگ گیا تھا...... اس کے جذبات میں ایک ہل چل سی مچی ہوئی

تھی، جس کی وجہ سے اس کی نیند غائب تھی...... وہ سوچنے لگا کہ واپس لاہور جاتے ہی یہ مورتی اپنے کسی واقف کار سنار کو دکھا کر اس سے اس کی قیمت لگوائے گا...... ایک سنار اس کا اچھا خاصا واقف کار تھا اور وہ اس پر اعتماد کر سکتا تھا...... سونا بہت مہنگا ہو گیا ہوا تھا اور اس مورتی کی اسے بہت بھاری رقم مل سکتی تھی...... مورتی کی آنکھوں میں جو لال نگینے جڑے ہوئے تھے وہ بھی بڑے قیمتی معلوم ہوتے تھے...... شہریار کا کوئی آگے پیچھے تو تھا نہیں...... اکیلی جان تھی...... ماں باپ بچپن ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے...... رشتے داروں نے پالا تھا...... گریجوایشن اس نے پارٹ ٹائم نوکری کر کے کی تھی...... رہتا وہ وائی ایم سی اے کے ہوسٹل میں تھا...... اس کا ذہن بڑے بڑے منصوبے بنانے لگا...... وہ اتنی دولت ملنے کے بعد سب سے پہلے شہر کے فیشن ایبل علاقے میں کوئی چھوٹی سی کوٹھی کرائے پر لے کر اپنا بزنس شروع کر دے گا...... دو ایک بزنس مین اس کے دوست تھے جو عرب امارات کو سبزیاں اور فروٹ سپلائی کرنے کا بزنس کرتے تھے اور انہیں کافی آمدنی ہو جاتی تھی...... ہو سکتا ہے وہ ایک چھوٹی سی گاڑی بھی خرید لے، کیونکہ ایک کامیاب بزنس مین بننے کے لئے اپنی گاڑی کا ہونا ضروری تھا...... اس قسم کے خیالی پلاؤ پکاتے ہوئے اسے نیند آ گئی۔

صبح وہ منہ ہاتھ دھو کر لنگر خانے کی طرف گیا...... وہاں حیدر خان پہلے سے بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا...... شہریار اس کے پاس بیٹھ گیا۔

حیدر خان بولا۔

"اس آسیبی مندر کی طرف تو نہیں گئے؟"

"توبہ کرو۔"

شہریار نے کہا...... "مجھے تو اس مندر کے کھنڈر کو دور سے دیکھ کر ہی ڈر محسوس ہوتا ہے۔"

حیدر خان بولا۔

"کل ہماری ایک ٹیم آگے پہاڑیوں میں سروے کرنے جا رہی ہے..... کہتے ہیں بڑی خوبصورت جگہ ہے..... تم بھی ہمارے ساتھ چلو..... تم انجوائے کرو گے۔"

شہریار لاہور واپس جانے کو بے تاب تھا..... کہنے لگا۔

"نہیں یار..... پھر کبھی سہی..... میں آج واپس جانا چاہتا ہوں..... لاہور بہت یاد آ رہا ہے۔"

حیدر خان ہنس پڑا۔

"تم پکے لاہوری ہو..... خیر کوئی بات نہیں..... کس وقت نکلنا چاہتے ہو؟ ہماری ایک گاڑی دوپہر کو جہلم تک جا رہی ہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔" شہریار بولا..... "میں اسی میں چلا جاؤں گا..... جہلم سے آگے لاہور کے لئے ٹرین یا لاری پکڑ لوں گا۔"

حیدر خان نے کہا۔

"میں تو چاہتا تھا کہ تم کچھ اور دن ٹھہر جاتے..... تمہیں کون سا کالج جانا ہے۔"

"نہیں یار" شہریار کہنے لگا..... "پیچھے دو ایک کام ہیں۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔" حیدر خان بولا۔

دوپہر کو شہریار سروے پارٹی کی ویگن میں بیٹھ کر جہلم کی طرف روانہ ہو گیا..... جہلم پہنچنے کے بعد اسے ٹرین تو نہ ملی ایک لاری مل گئی..... وہ اسی میں سوار ہو گیا..... اٹیچی کیس جس میں سونے کی مورتی بند تھی اس نے اپنے گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا..... رات ہو چکی تھی، جب وہ لاہور پہنچا..... ہوسٹل میں اس نے اٹیچی کیس رکھا..... اس میں سے مورتی نکال کر اپنی جیکٹ کے اندر چھپائی اور اپنے واقف کار سنار کے مکان پر پہنچ گیا..... اس قابل اعتماد سنار کا نام نور الٰہی تھا اور وہ شہریار کا دوست بھی تھا..... عمر میں شہریار سے کافی بڑا تھا اور شہریار کے ساتھ بڑی شفقت کا برتاؤ کرتا تھا..... نور الٰہی نے شہریار کو مکان کی بیٹھک میں بٹھایا اور کہنے لگا۔

"برخوردار! اس وقت کیسے آنا ہوا؟ خیریت تو ہے نا؟"

"بالکل خیریت ہے ملک صاحب!" شہریار بولا۔

"کیا پیو گے؟" ملک نور الٰہی نے پوچھا۔

شہریار نے کہا۔

"کچھ نہیں پیوں گا..... دراصل اس وقت میں آپ کے پاس بڑے ضروری کام سے آیا ہوں۔"

"حکم کرو۔" ملک صاحب بولے۔

شہریار نے جیکٹ کے اندر سے سونے کی مورتی نکال کر آگے رکھ دی۔

"ذرا اسے دیکھئے..... یہ اصلی سونے کی ہے یا رولڈ گولڈ کی ہے۔"

نور الٰہی بڑے غور سے کریہہ المنظر بھتنے کی شکل والی مورتی کو دیکھنے لگا۔

اس نے پوچھا۔

"یہ مورتی تمہیں کہاں سے ملی ہے؟"

شہریار نے کہا۔

"یہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا..... پہلے آپ یہ بتائیں کہ یہ اصلی سونے کی ہے یا اس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے۔"

نور الٰہی نے الماری میں سے کسوٹی نکال کر اسے مورتی کے ساتھ رگڑا اور کسوٹی پر پڑے ہوئے سنہری نشان کو دیکھ کر کہنے لگا۔

"یہ خالص سونا ہے میاں۔"

شہریار نے کہا۔

"اور اس کی آنکھوں میں جو سرخ نگینے جڑے ہیں کیا وہ بھی اصلی ہیں؟"

نور الٰہی سنار نے نگینوں کو اچھی طرح سے دیکھا..... ان پر دو تین بار انگلی پھیری اور کہا۔

"یہ تو بڑے قیمتی عقیق ہیں...... یہ تم کہاں سے لائے ہو؟"

شہریار بولا۔

"اصل میں یہ مورتی میرے ایک دوست کی ہے...... وہ تھائی لینڈ میں قدیم نوادرات کا بزنس کرتا ہے...... آج کل اس کے حالات ٹھیک نہیں ہیں، وہ میرے ذریعے اسے فروخت کرنا چاہتا ہے...... آپ اندازے سے بتائیں کہ اس مورتی کی مالیت کتنی ہوگی۔"

نورالٰہی نے مورتی کو ہاتھ میں لے کر اوپر نیچے کیا جیسے تول رہا ہو اور بولا۔

"میرے اندازے کے مطابق مورتی کے سونے اور عقیق کے قیمتی پتھروں کو ملا کر اس کی مالیت اس وقت مارکیٹ میں ایک کروڑ کے قریب ہے۔"

شہریار کی آنکھیں چمک اُٹھیں...... اس کے وہم میں بھی نہیں تھا کہ وہ ایک دم ایک کروڑ کی کثیر رقم کا مالک بن جائے گا، کہنے لگا۔

"میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے خرید لیں۔"

نورالٰہی کہنے لگا۔

"میری رقمیں اس وقت مارکیٹ میں پھنسی ہوئی ہیں...... میں اسے خریدنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں...... البتہ میں ایک صراف سے بات کرتا ہوں...... مجھے یقین ہے کہ وہ اسے خریدے گا...... تم کل پتہ کرنا۔"

شہریار مورتی لے کر ہوسٹل میں واپس آ گیا اور اسے محفوظ جگہ پر چھپا کر رکھ دیا...... دوسرے دن وہ نورالٰہی کی دکان پر پہنچ گیا...... نورالٰہی اپنے جاننے والے صراف سے بات کر چکا تھا...... اس صراف کا نام طفیل احمد تھا...... وہ دونوں اس کی دکان پر آ گئے...... شہریار نے تھیلے میں سے مورتی نکال کر دکھائی تو صراف طفیل احمد اسے دیکھتا رہ گیا...... وہ جوہری بھی تھا...... سمجھ گیا کہ مورتی کی آنکھوں میں جڑے ہوئے عقیق اصلی ہیں اور بہت قیمتی ہیں...... مورتی کا سونا بھی خالص تھا...... مگر اس نے ایسے

ظاہر کیا جیسے وہ مورتی خریدنے کے موڈ میں نہیں ہے...... نورالٰہی کہنے لگا۔

"طفیل صاحب! میرے دوست شہریار کو اسی وقت رقم کی ضرورت ہے...... میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے خرید لیجئے...... سونا اصل ہے۔"

صراف طفیل نے شہریار سے پوچھا۔

"یہ مورتی آپ کو کہاں سے ملی ہے؟"

شہریار بولا۔

میرا ایک دوست تھائی لینڈ میں نوادرات کا بزنس کرتا ہے...... وہ پاکستان آیا ہے اور اسے رقم کی ضرورت ہے۔

صراف طفیل کہنے لگا۔

"آپ میرے دوست نورالٰہی کے ساتھ آئے ہیں میں آپ کو ناامید نہیں کرنا چاہتا...... میں اس مورتی کے آپ کو صرف ایک کروڑ روپے دے سکتا ہوں۔"

یہ ایک کروڑ شہریار کے لئے یہ بہت بڑی رقم تھی...... اتنی رقم اس نے کبھی دیکھی بھی نہیں تھی...... نورالٰہی کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ شہریار نے سودا طے کر دیا اور بولا۔

"ٹھیک ہے...... مجھے منظور ہے۔"

صراف نے مورتی جلدی سے لوہے کی الماری کے نچلے خانے میں رکھ دی اور چیک بک کھولتے ہوئے بولا۔

"ان کی ایک رسید بنا دیجئے گا۔"

شہریار کے آگے صراف طفیل نے کاغذ اور قلم رکھ دیا...... شہریار بولا۔

"میں اس مورتی کی رسید نہیں لکھوں گا...... البتہ یہ ضرور لکھ دوں گا کہ اپنے خاندانی زیورات کی فروختگی کے بعد ایک کروڑ روپے وصول پائے۔"

صراف طفیل سوچنے لگا...... پھر بولا۔

"ٹھیک ہے یہی لکھ دیجئے۔"

شہریار نے رسید لکھ کر صراف کے حوالے کی اور چیک لے کر اسے غور سے دیکھنے لگا...... پورے ایک کروڑ کا کراس چیک تھا...... جب وہ صراف کی دکان سے چلے تو نورالٰہی نے کہا۔

"تم نے بڑی جلد بازی سے کام لیا ہے...... اس مورتی کے تم زیادہ پیسے بھی وصول کر سکتے تھے۔"

شہریار بولا۔

"نورالٰہی صاحب! میرے لئے ایک کروڑ ہی بہت ہے اور پھر یہ مورتی سرکاری نوادرات میں شمار ہوتی ہے...... میں اسے زیادہ دیر اپنے پاس رکھنا بھی نہیں چاہتا تھا...... میرا خیال ہے کہ صراف طفیل بھی اسے فوراً آگے کسی پارٹی کے ہاتھ فروخت کر دے گا۔"

نورالٰہی بولا۔

"ہو سکتا ہے وہ اسے ڈھال کر سونے کے زیورات تیار کر لے...... بہر حال تمہارا کام ہو گیا، مجھے خوشی ہے۔"

شہریار وہاں سے سیدھا اپنے بنک میں گیا اور چیک اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیا...... تین دن کے بعد بنک جا کر پوچھا تو پتہ چلا کہ اس کے اکاؤنٹ میں چیک کی رقم جمع ہو گئی ہے...... شہریار نے کچھ رقم اسی وقت نکلوا لی اور پہلا کام یہ کیا کہ اپنے لئے کچھ ریڈی میڈ کپڑے وغیرہ خریدے...... ہوسٹل والوں کا اس کی طرف کچھ حساب نکلتا تھا وہ چکا دیا...... اگلے دو مہینوں کا ایڈوانس بھی ہوسٹل والوں کو دے دیا...... اس روز شہریار نے ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل میں جا کر رات کا کھانا کھایا...... دیر تک ہوٹل کے شاندار ماحول میں بیٹھا کافی وغیرہ پیتا رہا اور سوچتا رہا کہ قدرت اس پر اچانک کیسے مہربان ہو گئی ہے...... وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس پر نازل ہونے والی مصیبتوں کا دروازہ

کھل چکا ہے اور یہ اس کی بد قسمتی کا آغاز ہے۔

رات کے گیارہ بجے کے بعد شہریار ہوٹل سے واپس آیا...... وہ اپنے آپ کو شہر کا سب سے دولت مند نوجوان محسوس کر رہا تھا...... بستر پر لیٹا کچھ دیر ایک جاسوسی ناول پڑھتا رہا...... پھر بتی بجھا کر سو گیا...... ایک کروڑ روپیہ مل جانے سے اس کا ذہن ہر قسم کے تفکرات سے آزاد ہو چکا تھا، اسے بڑی جلدی نیند آ گئی...... اسے سوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ اچانک اس کی آنکھ کھل گئی...... اس نے محسوس کیا کہ لحاف کے اندر اس کے پہلو سے کوئی سخت چیز ٹکرا رہی ہے...... اس نے جلدی سے ہاتھ سے ٹٹولا تو بڑبڑا کر لحاف الگ کر کے ٹیبل لیمپ جلا دیا...... ٹیبل لیمپ کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ اس کے بستر پر وہی کریہہ المنظر بھتنے والی مورتی پڑی ہے۔

شہریار جیسے سکتے میں آ گیا...... یہ مورتی یہاں کیسے آ گئی...... یہ تو اس نے آج ہی صراف طفیل احمد کے پاس فروخت کی تھی...... شہریار خوف زدہ ہو رہا تھا...... وہ مورتی کو ہاتھ لگاتے ڈر رہا تھا...... اس نے غور سے مورتی کو دیکھا...... یہ بالکل وہی مورتی تھی جو اس نے دن کے وقت صراف کے ہاں فروخت کی تھی...... اس نے ڈرتے ڈرتے مورتی کو انگلی سے ہلایا...... مورتی اپنے آپ اُٹھ کر بالکل سیدھی ہو کر بستر پر کھڑی ہو گئی...... شہریار اُچھل کر پلنگ سے اتر کر ایک طرف سہما ہوا کھڑا ہو گیا...... وہ حیرت زدہ آنکھوں سے مورتی کو دیکھ رہا تھا...... مورتی اپنی جگہ پر بالکل ساکت کھڑی تھی...... اس کی آنکھوں کے عقیق چمک رہے تھے...... شہریار کو محسوس ہو رہا تھا کہ مورتی اسے اپنی مقناطیسی آنکھوں سے مسلسل گھور رہی ہے...... اچانک مورتی پلنگ پر سے بلند ہوئی اور بلند ہوتے ہوئے کمرے میں چکر لگانے لگی...... مورتی کے اندر سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے کوئی بپھرا ہوا سانپ تھوڑی تھوڑی دیر بعد غصے کی حالت میں پھنکار رہا ہو۔

شہریار بت بنا دیوار کے ساتھ لگا مورتی کو پھنکاریں مارتے کمرے میں گردش

کرتے دیکھ رہا تھا...... سخت سردی میں بھی اسے پسینہ آگیا تھا...... کمرے کے چکر لگاتے لگاتے کریہہ المنظر مورتی اچانک غائب ہوگئی اور کمرے میں سناٹا طاری ہوگیا......
شہریار دیر تک سہمی ہوئی حالت میں کھڑے کا کھڑا رہا...... پھر اس نے اپنے ہوش حواس کو جمع کیا اور پلنگ سے کچھ فاصلے پر کرسی پر بیٹھ کر بستر کو دیکھنے لگا، جو کچھ اس نے دیکھا تھا وہ اس کے لئے ایک دہشت ناک منظر تھا...... اتنا وہ جانتا تھا کہ مورتی آسیبی مندر کے کریہہ المنظر بھتنے کی ہے، لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ فروخت کردینے کے بعد وہی مورتی اچانک رات کو اس کے بستر میں آجائے گی اور پھر پھنکاریں مارتی کمرے میں چکر لگانا شروع کردے گی...... کچھ دیر کے بعد جب شہریار پوری طرح سے اپنے ہوش و حواس میں آیا تو اُٹھ کر اس نے بستر کو غور سے دیکھا......
بستر خالی تھا، جہاں مورتی پڑی تھی وہاں اس نے ہاتھ لگا کر دیکھا...... وہ جگہ ایسے گرم تھی جیسے وہاں کسی نے گرم پانی کی دیگچی رکھ کر اُٹھادی ہو...... شہریار نے جلدی سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

اس کی نیند اُڑ چکی تھی۔

اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی...... رات کے پونے بارہ بج رہے تھے...... اس کے ذہن میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہورہے تھے...... جب اس نے مورتی صراف کے ہاں فروخت کردی تھی تو پھر مورتی اس کے بستر میں کہاں سے آگئی؟ کیا یہ کریہہ المنظر بھتنے کی کارستانی تھی یا اس کا محض وہم تھا؟ مگر وہم کیسے ہوسکتا تھا...... اس نے خود مورتی کو ہاتھ سے چھو کر دیکھا تھا اور مورتی کمرے میں پھنکاریں مارتی گردش کرتی دیکھتی رہی تھی...... آخر اس نے سوچا کہ صبح صراف طفیل کے پاس جاکر معلوم کرنا چاہئے کہ مورتی اس کے پاس ہی ہے یا وہاں سے بھی غائب ہوگئی ہے...... کسی نہ کسی طرح رات شہریار نے ڈرتے ڈرتے گزاردی۔

اگلے دن جب صرافہ بازار کھلا تو شہریار طفیل احمد صراف کی دکان پر پہنچ گیا......

وہ اپنی سکیم کے مطابق چھوٹا سا کیمرہ اپنے ساتھ لے گیا تھا...... اس نے صراف طفیل سے علیک سلیک کے بعد کہا۔

"آپ کو زحمت دینے آیا ہوں...... دراصل جو مورتی میں آپ کے پاس بیچ گیا تھا، مجھے اس کی ایک فوٹو کھینچنی ہے...... محض اپنے ریکارڈ کے لئے...... کیا ایک منٹ کے لئے آپ وہ مجھے دکھائیں گے؟"

صراف بولا۔

"بھائی ہم اس طرح کا جو مال خریدتے ہیں، اسے زیادہ دیر تک اپنے پاس نہیں رکھتے، یا آگے فروخت کردیتے ہیں اور یا پھر اسے ڈھال کر دوسرے زیور بنوا لیتے ہیں۔"

شہریار نے پوچھا۔

"اگر آپ نے آگے کسی کے ہاتھ وہ مورتی بیچ دی ہے تو مجھے اس دکان کا پتہ بتادیجئے...... بڑی نوازش ہوگی۔"

صراف کہنے لگا۔

"میاں! میں نے مورتی آگے فروخت نہیں کی...... میں نے کل رات کو ہی اسے ڈھال لیا تھا...... اگر ہوتی تو میں ضرور حاضر کردیتا۔"

شہریار واپس آگیا...... اس بات کی تصدیق ہوگئی تھی کہ کریہہ المنظر بھتنے کی مورتی اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہے...... اسے صراف طفیل احمد نے ڈھال کر اس کی سونے کی ڈلیاں وغیرہ بنالی ہیں تاکہ ان کا زیور وغیرہ تیار کیا جائے، لیکن شہریار کے بستر میں مورتی اپنی اصلی حالت میں آئی تھی...... یہ بدروحوں کے جادوٹونے کے شعبدوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا...... لیکن کہیں یہ مکروہ بھتنا شنکر راؤ میرے پیچھے تو نہیں پڑگیا؟ اس خیال سے شہریار پریشان ضرور ہوا لیکن اس نے بہت جلد اس تشویش ناک خیال کو ذہن سے نکال دیا اور یہ کہہ کر اپنے آپ کو حوصلہ دے لیا کہ یہ بھتنے اور بدروحیں ایک کلمہ گو مسلمان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں...... دوپہر کو اس نے

ہوسٹل کی کینٹین سے کھانا کھایا اور ٹیکسی لے کر مقبرہ جہانگیر کی سیر کو نکل گیا...... شام کو ہوٹل انٹر نیشنل میں بیٹھ کر اس نے اپنے ہوسٹل کے دو تین دوستوں کے ساتھ چائے پی اور دل کھول کر پیسے خرچ کئے...... دوستوں کو اس نے یہی بتایا کہ افریقہ میں اس کا ایک چچا رہتا ہے، اس نے اسے کچھ پیسے بھیجے ہیں۔

رات کا کھانا شہریار نے ہوسٹل میں ہی کھایا اور کمرے میں آکر کتاب لے کر بستر میں لیٹ گیا...... اس روز آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور سردی جوبن پر تھی...... شہریار لحاف میں گھسا ٹیبل لیمپ کی روشنی میں جاسوسی ناول پڑھ رہا تھا، لیکن اس کا ذہن مورتی کی طرف چلا جاتا تھا...... کہیں آج رات پھر وہ مورتی کی بلا نہ آجائے...... یہ خیال اس کو فکر مند کر دیتا تھا...... کسی وقت وہ یہ بھی سوچتا کہ اس نے آسیبی مندر سے مورتی نکال کر سخت غلطی کی ہے...... اسے مورتی نہیں نکالنی چاہئے تھی، لیکن جب اسے بنک میں ان روپوں کا خیال آتا جو اس کے نام پر جمع تھے اور جنہیں وہ جب چاہے نکلوا سکتا تھا تو وہ سب غم و فکر بھول گیا اور بڑے مزے سے جاسوسی ناول پڑھنے لگا۔

کچھ دیر تک ناول پڑھتا رہا...... پھر اس پر غنودگی طاری ہونے لگی...... اس نے کتاب ایک طرف رکھی اور ٹیبل لیمپ بجھا کر سو گیا...... وہ گہری نیند سو رہا تھا کہ اسے ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے کوئی گرم چیز اس کے پیٹ کے ساتھ لگا دی ہے...... جیسے گرم پانی کی کوئی بوتل ہو...... شہریار نے آنکھیں کھول دیں...... کمرے میں اندھیرا تھا...... وہ پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا اور کوئی گرم شے اس کے پیٹ کے بالکل ساتھ لگی ہوئی تھی...... اس نے جلدی سے لحاف ہٹا کر ٹیبل لیمپ جلا دیا...... ٹیبل لیمپ کی روشنی میں اسے بستر میں وہی کریہہ المنظر بھتنے کی مورتی دکھائی دی...... شہریار اُچھل کر بستر سے نکل گیا...... خوف کے مارے اس کا حلق خشک ہو گیا تھا...... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مورتی کو دیکھ رہا تھا۔

مورتی اس کے دیکھتے دیکھتے بستر میں سیدھی ہو گئی اور اس نے رُخ شہریار کی

طرف کر لیا...... مورتی کی آنکھوں کے سرخ نگینوں میں سے چنگاریاں سی پھوٹ رہی تھیں...... شہریار دہشت زدہ ہو کر دروازے کی طرف لپکا کہ کمرے سے نکل جائے...... دروازے کی کنڈی کھول کر اسے باہر کی طرف زور سے دھکیلا مگر دروازہ اپنی جگہ پر جیسے پتھر ہو گیا تھا...... اس نے دو تین بار اسے دھکیلا مگر دروازے کے پٹ اپنی جگہ سے نہ ہلے...... اس نے مڑ کر مورتی کی طرف دیکھا...... کریہہ المنظر مورتی بستر پر اسی طرح سیدھی کھڑی اس کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی...... پھر اسے ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔

"جب تک میں یہاں پر ہوں...... یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔"

شہریار نے اس آواز کو پہچان لیا...... یہ آسیبی مندر والے کریہہ المنظر بھتنے کی آواز تھی...... اس ڈراؤنی رات کو جب اس بھتنے نے آسیبی مندر میں اپنی چوکی جمائی تھی اور کادمبری نرتکی (رقاصہ) کے سینے میں خنجر گھونپا تھا تو اس نے اسی آواز میں چیخ کر کہا تھا۔

"کورومنڈل کے شکتال کی جے ہو...... شنکر راؤ نے اپنا وچن پورا کر دیا۔"

شہریار بے بسی اور خوف کے عالم میں بند دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑا اپنے بستر میں سیدھی کھڑی مورتی کو تک رہا تھا...... مورتی آہستہ آہستہ بلند ہونے لگی۔ جب وہ بستر سے دو تین فٹ اُونچی ہو گئی تو اس نے ایک بار پھر بھاری اور کھڑکھڑاتی آواز میں کہا۔

"منش! اگر تو مسلمان نہ ہوتا تو اسی لمحے تمہاری کٹی ہوئی گردن والی لاش کمرے میں پڑی ہوتی...... پر تو تو مسلمان ہے...... میں تجھے خود نہیں مار سکتا، لیکن دوسروں سے ضرور مروا سکتا ہوں۔"

اس کے بعد کریہہ المنظر بھتنے کے مکروہ قہقہے کی آواز بلند ہوئی اور مورتی غائب ہو گئی۔

شہریار سر پکڑ کر بیٹھ گیا...... وہ کیا سوچ رہا تھا اور کیا ہو گیا تھا...... کمرے میں ایک

بار پھر کریہہ المنظر بھتنے کی آواز گونجی۔

”منش! تونے میری آتما کے شریر کو بھٹی کی آگ میں پگھلا کر اس کے ٹکڑے کر دیئے ہیں...... تونے میرے ساتھ وہ ہتیا چار کیا ہے جو مرا بڑے سے بڑا دشمن بھی نہیں کر سکتا...... میں تجھے کبھی شما (معاف) نہیں کروں گا...... میں خود تیرے شریر (بدن) کے ٹکڑے نہیں کر سکتا، لیکن میں تجھے ایسی سزا دوں گا کہ نہ تو مرے گا، نہ تو زندہ رہے گا۔“

پھر اس نے چیخ مار کر نعرہ لگایا۔

”کورومنڈل کے شکتال کی جے ہو۔“ اور اس کے بعد کمرے میں سناٹا چھا گیا...... ایک منٹ تک شہریار جہاں کھڑا تھا وہاں پتھر بن کر کھڑا رہا...... وہ دولت کے لالچ میں آکر ایک ایسی مصیبت میں پھنس گیا تھا جس کا اس کے پاس کوئی علاج نہیں تھا...... وہ بستر میں گھس کر بیٹھ گیا...... نیند غائب ہو چکی تھی...... وہ اپنے آپ کو حوصلہ دینے لگا کہ یہ محض توہمات ہیں...... بدروحیں ہیں جن کا حقیقی دُنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس کریہہ المنظر بھتنے نے خود اعتراف کیا ہے کہ وہ شہریار کو ہلاک نہیں کر سکتا تو پھر فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے...... اس طرح پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی خوف اور وحشت کی ایک لہر نے اس کے دل و دماغ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہوا تھا...... کسی وقت شہریار کو لگتا کہ یہ بھتنے اور بدروحیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اور کسی وقت اسے محسوس ہوتا کہ وہ ان کے شکنجے میں بری طرح سے پھنس چکا ہے۔

❁ ❁ ❁

شہریار کا یہ معاملہ تھا کہ اس کے چند ہی دوست تھے...... ان میں صرف حیدر خان ایسا شخص تھا جس کے ساتھ اس کی گہری دوستی تھی اور وہ ایک دوسرے کے ہم راز بھی تھے، لیکن سونے کی مورتی والا راز شہریار اسے بھی نہیں بتانا چاہتا تھا...... محض اس خیال سے کہ وہ حیدر خان کی نظروں میں گر جائے گا کہ اس نے آسیبی مندر میں جا کر مورتی چوری کی اور اس کے ساتھ اس کا ذکر تک نہ کیا...... حیدر خان کے علاوہ کوئی ایسا دوست نہیں تھا جس کو شہریار اس معاملے میں اپنا ہم راز بنا سکتا...... ویسے بھی شہریار کو احساس تھا کہ اس نے ملک کے ایک آثار قدیمہ سے قیمتی نوادر چرا کر اسے حکومت کے حوالے کرنے کی بجائے بیچ دیا تھا جو قانونی طور پر جرم تھا...... یہ بات اگر باہر نکل جاتی ہے تو شہریار کے خلاف مقدمہ بھی درج ہو سکتا تھا...... بہت سوچ سوچ کر آخر شہریار نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی عامل کے پاس جا کر اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا...... اخبار میں کبھی کبھی ایک تعویذ دھاگوں اور جادو ٹونے کے عامل کا چھوٹا سا اشتہار چھپا کرتا تھا...... شہریار ایک روز اس کے پاس پہنچ گیا...... ایک پرانی بوسیدہ عمارت کی دوسری منزل کے چھوٹے سے کمرے میں دیوار پر انسانی کھوپڑی کی شکل بنی ہوئی تھی...... ایک آدمی کالے کپڑے پہنے تخت پوش پر بیٹھا تھا...... شہریار سلام کر کے اس کے سامنے چوکی پر بیٹھ گیا...... سیاہ پوش عامل نے پوچھا۔

"کیا غرض لے کر آئے ہو؟ کوئی جن نکلوانا ہے؟ محبوبہ کا سر اپنے قدموں پر جھکانا ہے یا کسی پر جادو ٹونہ کروانا ہے؟"

شہریار نے کہا۔

"جناب میرا ایک دوست ہے، اس کو ایک بدروح رات کو آکر تنگ کرتی ہے...... میں اس سلسلے میں آیا ہوں۔"

یہ جعلی عامل تھا...... سچا اور دیانت دار عامل نہیں تھا...... کہنے لگا۔

"یہاں میری فیس پانچ سو روپے رکھ دو...... پھر بات کروں گا۔"

اس کمرے کا ماحول اور اس نقلی عامل کی شکل دیکھ کر شہریار کا دل اُکھڑ گیا تھا اور اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ اس نقلی عامل سے مدد طلب نہیں کرے گا...... جب نقلی عامل نے شروع میں ہی پانچ سو روپے کا مطالبہ کر دیا تو شہریار کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص لالچی ہے اور محض لوگوں سے پیسے بٹورنے کے لئے یہاں بیٹھا ہے...... اس نے کہا۔

"پانچ سو روپے تو میں اپنے دوست سے ہی لا کر آپ کو دے سکتا ہوں۔"

نقلی عامل بولا۔

"تمہارے دوست سے تو میں الگ فیس لوں گا، لیکن تم نے مجھ سے جو مشورہ طلب کیا ہے اور میرا وقت ضائع کیا ہے اس کی فیس تو تم ہی دو گے۔"

شہریار کو غصہ آ گیا...... اس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"معاف کیجئے عامل صاحب...... میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں...... میں بھی اسی شہر کا رہنے والا ہوں، میں آپ کو ایک پیسہ بھی نہیں دوں گا، کیونکہ آپ نے مجھے کوئی مشورہ نہیں دیا...... میں جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر شہریار دروازے کی طرف بڑھا...... نقلی عامل نے گھور کر شہریار کو ایک نظر دیکھا..... شہریار جوان تھا اور گٹھے ہوئے طاقتور جسم والا تھا...... نقلی عامل نے ہاتھ کے اشارے سے صرف اتنا ہی کہا کہ جاؤ جاؤ...... شہریار وہاں سے آ گیا۔

شہریار ہوسٹل کے کمرے میں آ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہئے، کیونکہ کریہہ المنظر بھتنا اسے دھمکی دے گیا تھا اور شہریار دل میں اس کی طرف سے ایک خوف ضرور محسوس کرنے لگا تھا...... وہ اس قسم کے مافوق الفطرت توہمات کا قائل نہیں تھا، لیکن جو کچھ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا...... ان تمام خدشات اور خطرات کے امکان کے باوجود شہریار کسی کو مورتی کا راز نہیں بتانا چاہتا تھا...... اگر وہ کسی اصلی عامل کے پاس بھی جاتا ہے تو وہ اس سے ضرور پوچھے گا کہ یہ بدروح کیوں اور کہاں سے اس کے پیچھے پڑی تھی...... وہ بہت کچھ کھول کھول کر پوچھے گا اور لامحالہ شہریار کو کریہہ المنظر بھتنے کی مورتی کے متعلق بتانا پڑے گا جو وہ کسی حالت میں بھی بتانا نہیں چاہتا تھا۔

شہریار یہی کچھ سوچتا رہا اور وہ کسی صحیح عامل کے پاس بھی نہ گیا...... وہ دن گزر گیا...... رات آئی تو شہریار فکر مند ہوا کہ آج پھر کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ کی مورتی اسے ڈرانے اور اس سے بدلہ لینے کی دھمکی دینے ضرور آئے گی...... رات کو دیر تک وہ جاگتا رہا...... اسے نیند نہ آئی، مگر رات کو بھتنے شنکر راؤ کی بدروح نہ آئی...... نہ ہی اس کی مورتی کی صورت نظر آئی...... اسی طرح دوسری اور تیسری رات بھی گزر گئی اور بھتنے شنکر راؤ کی منحوس مورتی بھی ظاہر نہ ہوئی اور اس کی ڈراؤنی آواز بھی سنائی نہ دی...... ایک ہفتہ گزر گیا...... پھر دوسرا اور تیسرا ہفتہ بھی گزر گیا...... شہریار کی ہمت اور حوصلہ مندی واپس آنے لگی...... اسے یقین ہونے لگا کہ بھتنا شنکر راؤ اب اس کے پاس نہیں آئے گا۔

چونکہ اسے یقین ہے اور وہ خود اپنی زبانی کہہ چکا ہے کہ وہ شہریار کو ہلاک نہیں کر سکتا، کیونکہ شہریار مسلمان ہے اس لئے وہ مایوس ہو کر دفع دُور ہو چکا ہے اور اب اس کے پاس نہیں آئے گا...... ورنہ اگر آنا ہوتا تو اب تک ضرور آ جاتا...... ایک مہینہ اور پھر دوسرا مہینہ بھی گزر گیا...... شہریار منحوس مورتی اور کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ

کی ڈراؤنی شکل کو کافی حد تک بھول گیا تھا...... اس کو ایک پرائیویٹ کمپنی کے آفس میں نوکری بھی مل گئی تھی...... وہ روزانہ باقاعدگی سے دفتر جاتا۔ دل لگا کر کام کرتا اور شام کو اپنے دوستوں کے ساتھ ریستوران میں بیٹھ کر چائے وغیرہ سے دل بہلاتا اور رات کو اپنے کمرے میں آکر سو جاتا۔

اُسے ایسے محسوس ہونے لگا تھا کہ اُس مورتی کے بھتنے شنکر راؤ کی اور اس کی دھمکیوں کی کوئی حقیقت نہیں تھی...... سب کچھ محض توہمات کی شعبدہ بازی تھی، اس دوران حیدر خان بھی سروے پارٹی کے ساتھ لاہور واپس آگیا تھا...... تقریباً روزانہ شام کو شہریار کی حیدر خان سے ملاقات ہوتی...... شام کو آفس میں ڈیوٹی دینے کے بعد دونوں دوست کسی نہ کسی ریستوران میں بیٹھ کر چائے پیتے اور باتیں کرتے...... شہریار نے حیدر خان کو بالکل نہیں بتایا تھا کہ وہ آسیبی مندر سے سونے کی مورتی چرا کر لے آیا تھا اور اسے صرافہ بازار میں کافی بھاری رقم کے عوض بیچ بھی دیا ہے...... یہ باتیں وہ حیدر خان کو بتا بھی نہیں سکتا تھا، لیکن شہریار کے نئے گرم سوٹ کو دیکھ کر حیدر خان نے ضرور پوچھا تھا کہ لگتا ہے تمہیں دفتر کی طرف سے کوئی بونس وغیرہ ملا ہے، جس سے تم نے اتنا قیمتی سوٹ بنوایا ہے...... شہریار نے ہنس کر کہا تھا۔

"بونس تو نہیں ملا...... البتہ کچھ کمیشن کی رقم ضرور ملی تھی...... تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ میں مارکیٹنگ سیکشن میں ہوں اور مجھے آفس کی طرف سے آرڈر لانے کی تھوڑی سی کمیشن بھی ملتی ہے۔"

حیدر خان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے شہریار...... تمہیں نوکری مل گئی ہے اور تم برسرِ روزگار ہوگئے ہو...... میں بہت ہی خوش ہوں...... اب دل لگا کر کام کرنا...... خدا نے چاہا تو تمہاری ترقی بھی ہو جائے گی۔"

کچھ دیر دوسری باتیں کرنے کے بعد حیدر خان بولا۔

"جب تم میرے پاس جہلم کی پہاڑیوں میں سائٹ پر آئے ہوئے تھے تو تم نے مزدوروں کے میٹ بزرگ کریم بخش سے آسیبی مندر کے بارے میں باتیں کی تھیں؟"

شہریار کچھ چونک سا گیا...... بولا۔

"کیوں؟ کیا کوئی خاص بات ہوئی ہے؟"

حیدر خان نے کہا۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہوئی...... تمہارے جانے کے بعد کریم بخش مجھ سے کہہ رہا تھا کہ شہریار بابو بڑا کرید کرید کر آسیبی مندر کے بارے میں خاص طور پر مندر کے خزانے کے بارے میں پوچھتا تھا۔"

شہریار کندھے اُچکاتے ہوئے کہنے لگا۔

"مجھے کرید کرید کر پوچھنے کی کیا ضرورت تھی...... میں نے تو ویسے ہی تجسس کی خاطر آسیبی مندر کے بارے میں اس سے پوچھا تھا اور درمیان میں مندر کے خزانے کی بات بھی آگئی...... تم خاص طور پر کیوں پوچھ رہے ہو؟"

حیدر خان ہنسنے لگا۔

"اس لئے کہ تمہیں ہمارے ایک مزدور نے اس رات آسیبی مندر کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا تھا۔"

شہریار کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں حیدر خان کو سارا راز معلوم تو نہیں ہوگیا...... اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"وہ تو مجھے رات کو نیند نہیں آرہی تھی اس لئے اُٹھ کر باہر ٹہلنے لگا تھا۔"

"میں نے بھی یہی سمجھا تھا، جس دن تم لاہور آگئے تھے نا یہ اس سے پہلے کی رات کی بات ہے۔"

حیدر خاں بولا۔

شہریار کو کافی حد تک اطمینان ہوگیا تھا کہ اب منحوس مورتی بھتنا اُس کے پاس

نہیں آئے گا اور وہ اس کی طرف سے مایوس ہو کر چلا گیا ہے، کیونکہ وہ شہریار کو ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ کریہہ المنظر بھتنا شکر راؤ شہریار کو ایک ناقابل برداشت اور انتہائی اذیت ناک سزا دینے کی پوری منصوبہ بندی کر چکا ہے......

اسی طرح تین مہینے گزر گئے اور مارچ کے خوشگوار موسم کا مہینہ شروع ہو گیا...... شہریار معمول کے مطابق عین وقت پر دفتر جاتا...... دل لگا کر محنت سے کام کرتا...... ضرورت پڑتی تو آفس ٹائم کے بعد بھی آفس میں کام کرتا رہتا...... آفس کا باس اس سے بہت خوش تھا اور اس نے شہریار کی ترقی کی خوشخبری بھی اسے دے دی تھی...... سونے کی مورتی کو فروخت کر کے شہریار کو جو رقم ملی تھی اس میں سے پندرہ بیس ہزار خرچ کر لی گئی تھی، باقی رقم شہریار نے سنبھال کر بنک میں ہی رہنے دی تھی تاکہ کسی اچانک ضرورت کے وقت کام آ سکے۔

مارچ کے مہینے کی پندرہ تاریخ کا ذکر ہے...... اسی روز آسمان پر بہار کے بڑے خوبصورت بادل چھائے ہوئے تھے...... بڑی خوشگوار ہوا چل رہی تھی...... شہریار نے اپنے دوست حیدر خان کے ساتھ ایک ہوٹل میں رات کا کھانا کھایا...... حیدر خان کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد چلا گیا...... شہریار کا ایک کالج کے زمانے کا دوست وہاں آ گیا...... وہ اس کے ساتھ ہوٹل میں ہی بیٹھا کافی وغیرہ پیتا رہا، اسی طرح رات کے دس ساڑھے دس بج گئے...... ہوٹل کے پیچھے نہر تھی جس کی دوسری جانب ایک پرانا باغ تھا...... یہ باغ مغلوں کے زمانے کا تھا اور اس کی حالت ان معنوں میں خستہ ہو چکی تھی کہ اس میں جو تین تاریخی عمارتیں بنی تھیں وہ کھنڈر بن رہی تھیں...... یہ پرانی طرز کی چھوٹی اینٹوں کی بنی ہوئی دو منزلہ عمارتیں تھیں جن کی دیواروں کا چونا وغیرہ اُکھڑ چکا تھا...... تاریک ڈیوڑھیوں کے لکڑی کے بھاری بھر کم پرانے دروازے زمین میں دھنسے ہوئے تھے...... رات کو ان عمارتوں میں اندھیرا ہوتا تھا...... ان میں سے ایک

عمارت کے کھنڈر کی پچھلی جانب کارپوریشن نے باغیچے میں ایک خوبصورت بارہ دری بنوادی تھی جو بالکل مغلیہ طرز کی تھی...... اس کے اردگرد گلاب کی حسین کیاریاں تھیں...... دن کے وقت یہاں لوگ بال بچوں کے ساتھ سیر کرنے آتے تھے۔

شہریار کو گلابوں کی یہ کیاریاں بڑی پسند تھیں اور جب کبھی وہ اس ہوٹل میں چائے وغیرہ پینے آتا تو اس بارہ دری والے باغیچے کی ضرور سیر کرتا تھا...... وہاں گلاب کی خوشبو ہر وقت فضا میں پھیلی رہتی تھی...... رات کے گیارہ بجے کے قریب شہریار ہوٹل سے نکل کر ہوسٹل کی طرف جانے لگا تو اسے بارہ دری والے باغیچے کے گلابوں کا خیال آ گیا...... اس باغیچے کے گلابوں کی خوشبو ہوٹل کے گیٹ تک آ رہی تھی......

شہریار کے قدم اپنے آپ بارہ دری والے باغ کی طرف اُٹھ گئے...... وہ چھوٹی نہر کے لکڑی کے پل کو عبور کر کے مغلئی عمارت کے قریب سے ہوتا ہوا بارہ دری والے باغیچے میں آ گیا...... یہاں دو چار کھمبوں پر ٹیوب لائٹس روشن تھیں...... ابر آلود رات کی خوشگوار خنکی میں باغیچے کے گلاب ستاروں کی طرح کھلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

شہریار پتھر کی سیڑھیاں چڑھ کر بارہ دری میں رکھے ہوئے بنچ پر بیٹھ گیا۔

بیٹھتے ہی اسے بے حد سکون محسوس ہوا...... اس نے گہرا سانس لیا...... فضا میں قسم قسم کے گلاب کے پھولوں کی خوشبوئیں رچی ہوئی تھیں...... نہر کے دوسرے کنارے کچھ فاصلے پر ہوٹل کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں، مگر باغ میں بڑا پراسرار سا سرمئی اندھیرا چھایا ہوا تھا...... خاموشی ایسی تھی جیسے سارا باغ اور باغ کے سارے پھول گہری نیند سو رہے ہوں...... شہریار کو ایسا سکون ایک مدت کے بعد نصیب ہوا تھا...... اس کے ذہن سے بدروح شنکر راؤ کی مورتی کا خوف اتر چکا تھا...... شہریار موڈ میں آکر آہستہ آہستہ ایک فلمی گیت گنگنانے لگا...... نہ جانے کیوں اسے خیال آ گیا کہ اب اسے ایک جیون ساتھی کی بھی ضرورت ہے اور اسے اب شادی کر لینی چاہئے، ورنہ اس سے پہلے اس نے اس بارے میں اتنی سنجیدگی سے کبھی نہیں سوچا تھا...... اس کے

دوست حیدر خان کے رشتے داروں میں کلثوم نام کی ایک لڑکی تھی جو ایف اے پاس
تھی اور بڑی خاموش طبع اور خوش شکل تھی...... حیدر خان نے اشارہ بھی دیا تھا کہ اگر
شہریار ہاں کہہ دے تو وہ کلثوم کے والدین سے اس کے بیاہ کی بات کر سکتا ہے......
شہریار کو آزاد زندگی بسر کرنے کی عادت پڑ گئی تھی...... اس کو کلثوم پسند بھی تھی، مگر
اس نے اپنے دوست حیدر خان سے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ ابھی میں کچھ عرصہ شادی
کے بندھن سے آزاد رہ کر زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں...... اس رات خدا جانے گلابی
رات کی خوشبودار خاموشی نے اس پر کیا جادو کیا کہ اچانک کلثوم کی شکل اس کی آنکھوں
کے سامنے آگئی اور اس نے سوچا کہ اب اسے شادی کر لینی چاہیے۔

شہریار نے سوچ لیا کہ کل وہ حیدر خان سے کہہ دے گا کہ وہ کلثوم کے ماں باپ
سے اس کی شادی کی بات کرے...... اس فیصلے سے شہریار کے دل میں زندہ رہنے کی
اُمنگ پہلے سے زیادہ بڑھ گئی اور وہ کلثوم کی شکل آنکھوں میں لا کر مسکرانے لگا...... پھر
وہ اٹھا اور نیم اندھیرے میں بارہ دری سے اتر کر گلاب کی کیاریوں میں آہستہ آہستہ چلتا
نہر کے پل کی طرف چلنے لگا...... گلابوں کے باغیچے سے چند قدموں کے فاصلے پر پرانی
مغلئی عمارت کا کھنڈر تھا...... نہر کے پل کی طرف جانے کے لئے اس خستہ حال پرانی
تاریخی عمارت کے قریب سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا...... شہریار کا ذہن کلثوم کے رومانوی
خیال سے مہک رہا تھا...... وہ بڑے موڈ میں چہل قدمی کے انداز میں قدم اٹھاتا نہر کے
پل کی طرف جا رہا تھا، کیونکہ ہوسٹل کے لئے اسے ٹیکسی یا رکشا نہر کے پار ہوٹل کے
دروازے پر ہی مل سکتا تھا...... رات خاموش اور پر سکون تھی...... باغیچے والے گلابوں
کی ہلکی ہلکی خوشبو اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

بارہ دری کے پاس لگے ہوئے کھمبوں کی ٹیوب لائٹیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں اور
شہریار اب اندھیرے میں سے گزر رہا تھا...... اسے اندھیرے میں چلنا اس رومانوی رات
میں بڑا اچھا لگ رہا تھا...... کسی کسی وقت خوشگوار ٹھنڈی ہوا کا کوئی جھونکا اس کو چھوتا ہوا

دوڑتے اس نے نہر کا پل عبور کیا اور اندھیرے میں ایک کھیت میں سے نکل کر سڑک
پر آ کر کھڑا ہو گیا...... اس کا سانس پھول رہا تھا...... خوف کی وجہ سے اس کا جسم ابھی
تک ٹھنڈا تھا...... اس کے سامنے سڑک پار اس ہوٹل کی روشنیاں جگمگا رہی تھیں،
جہاں اس نے اپنے دوست حیدر خان کے ساتھ بیٹھ کر رات کو کھانا کھایا تھا۔

ہوٹل کی روشنیاں دیکھ کر اسے تھوڑا سا حوصلہ ضرور ہوا مگر یہ بات اس کے دل
میں بیٹھ گئی تھی کہ یہ مورتی کی بلا اسے تباہ کر کے ہی دم لے گی...... اس نے فیصلہ کر لیا
کہ اب یہ بات چھپانے والی نہیں ہے اور کل وہ حیدر خان کو سب کچھ بتا دے گا اور اس
کی مدد سے کسی نوری علم والے بزرگ عامل سے مل کر اس بدروح شنکر راؤ سے چھٹکارا
حاصل کرنے کی کوشش کرے گا...... وہ سڑک کراس کر کے ہوٹل کے گیٹ پر آیا
جہاں سے ایک خالی ٹیکسی اسے مل گئی اور وہ اپنے ہوسٹل کی طرف چل پڑا۔

اگرچہ وہ پوری طرح سے اپنے ہوش و حواس میں تھا مگر اس پر ایک ہلکی سی
گھبراہٹ ضرور طاری تھی...... ہوسٹل کے باہر اس نے ٹیکسی چھوڑ دی اور اپنے اُلجھے
ہوئے خیالوں میں گم اس روش پر چلنے لگا جو ہوسٹل کے گیٹ کی طرف جاتی تھی......
چوکیدار نے اسے دیکھ کر گیٹ کھول دیا...... وہ بوجھل قدم اٹھاتا برآمدے میں سے
گزرتا اپنے کمرے کے پاس آ کر رک گیا...... جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھولا تو اندر
ٹیبل لیمپ جل رہا تھا۔

کیا دیکھتا ہے کہ ٹیبل لیمپ کی روشنی میں ایک عورت دروازے کی طرف پشت
کئے کرسی پر بیٹھی ہے...... اس کے لمبے بال کرسی سے نیچے لٹک رہے تھے اور بالوں میں
ایک جانب دو چار پھول سجے ہوئے تھے...... شہریار کے قدم وہیں رُک گئے کہ عورت
کون ہے اور بند کمرے میں کیسے آگئی...... اتنے میں عورت کرسی پر سے اُٹھی اور اس
نے اپنا رُخ شہریار کی طرف کیا...... تب شہریار نے اسے فوراً پہچان لیا...... وہ کادمبری
تھی...... وہی رقاصہ جو اس رات آسیبی مندر میں کریہہ المنظر بھتنے کی محفل میں

رقص کر رہی تھی اور جس کو بھتنے نے خنجر مار کر ہلاک کر دیا تھا اور ہلاک ہونے کے بعد وہ غائب ہو گئی تھی...... شہریار اس کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا، کیونکہ وہ بھی ایک بدرُوح ہی تھی...... کادمبری نے بڑی صاف اُردو زبان میں کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم کیوں پریشان ہو اور اس وقت کہاں سے آ رہے ہو...... یہاں میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ...... میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

شہریار نے پہلا سوال ہی اس سے یہ کیا۔

"تمہیں یہاں آتے ہوئے تو کسی نے نہیں دیکھا؟"

کیونکہ اس ہوسٹل میں رات کے وقت کسی لڑکی کا موجود ہونا ہوسٹل کے ضابطہ اخلاق کی سنگین خلاف ورزی تصور کی جاتی تھی اور ایک بار اس جرم کی پاداش میں ایک لڑکے کو ہوسٹل سے نکل دیا گیا تھا...... کادمبری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو...... مجھے نہ کسی نے یہاں آتے دیکھا ہے اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے...... صرف تم ہی مجھے دیکھ سکتے ہو...... وہ بھی اس لئے کہ میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے دیکھو۔"

شہریار دروازہ بند کر کے پلنگ کے قریب بیٹھ گیا...... کادمبری بھی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی...... شہریار اگرچہ جانتا تھا کہ یہ عورت بھی ایک بدرُوح ہے...... حقیقت کی دُنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ بھی اسی مکروہ بھتنے شنکر راؤ کی منڈلی کی بدرُوح ہے، لیکن ایک تو کادمبری ایک خوبصورت عورت کے رُوپ میں تھی اور دوسری بات یہ تھی کہ اس رات آسیبی مندر میں رقص کرتے ہوئے کادمبری اسے دیکھ کر مسکراتی رہی تھی...... یہ ایک طرح سے دوستی کی علامت تھی...... شہریار خاموش رہا...... وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ عورت اچانک اس سے ملنے کس سے آئی ہے...... کادمبری کا چہرہ ٹیبل لیمپ کی روشنی میں بالکل ایک حسین عورت کا چہرہ معلوم ہو رہا تھا...... کسی پہلو سے بھی وہ کوئی بدرُوح نہیں لگتی تھی...... اس وجہ سے شہریار اس کے سامنے بہت حد تک بے خوف ہو کر بیٹھا تھا، مگر وہ پریشان بہت تھا۔

کادمبری کہنے لگی۔

"تم نے ہمارے سردار شنکر راؤ کی مورتی چرا کر سخت غلطی کی ہے...... ایک تو تم نے مورتی چرائی...... پھر اسے ایک سنار کے پاس فروخت کر دیا جس نے اسے ڈھال کر اس کی ڈلیاں بنا ڈالیں...... تمہیں اندازہ ہی نہیں ہو سکتا کہ انجانے میں یا دولت کے لالچ میں تم نے اپنے لئے کتنی بڑی آفتوں اور مصیبتوں کا دروازہ کھول لیا ہے۔"

اپنے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے دیکھ کر شہریار نے کادمبری سے کہا۔

"مجھ سے جو قصور ہونا تھا وہ ہو گیا ہے...... تم ان لوگوں کو جانتی ہو...... تم مجھے بتاؤ کہ میں اس مصیبت سے کیسے نکل سکتا ہوں...... تمہارے سردار نے مجھے ایک ایسی موت مارنے کی دھمکی دی ہے جو میرے لئے نہ موت ہو گی نہ زندگی ہو گی...... میں موت اور زندگی کے درمیان لٹک جاؤں گا۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"مجھے سب معلوم ہے...... میں اسی لئے تمہارے پاس آئی ہوں۔"

شہریار نے اپنی تسلی کے لئے پوچھا۔

"مگر تم میری مدد کیوں کرنا چاہتی ہو...... تم بھی تو اسی منڈلی کی ایک بدرُوح ہو اور وہ بھتنا تمہارا سردار ہے۔"

کادمبری نے اس کے جواب میں کہا۔

"لیکن تم یہ بھی تو جانتے ہو کہ سردار شنکر راؤ نے مجھے قتل کر دیا تھا...... اس نے مجھے صرف ایک بار ہی قتل نہیں کیا...... وہ ہر مہینے اسی رات کو مجھے اپنی منڈلی میں بلاتا ہے...... میں اس کے آگے رقص کرتی ہوں اور وہ مجھے ایک بار پھر قتل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ تم نے پرانے مندر میں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا...... اس لئے وہ میرا دشمن ہے...... میں اس کی دشمن ہوں۔"

شہریار نے کہا۔

"تو تم اس کی دشمنی کی وجہ سے میرے پاس آئی ہو۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"یہ بات نہیں ہے...... شنکر راؤ کی دشمنی نہیں بلکہ تمہاری دوستی مجھے تمہارے پاس لے آئی ہے...... جب میں نے پرانے مندر میں تمہیں پہلی بار دیکھا تھا تو تم مجھے بڑے اچھے لگے تھے...... میں نے اسی لمحے تمہیں اپنا دوست بنالیا تھا۔"

"لیکن مجھے اس کا کیسے یقین آسکتا ہے کہ تم میری دوست ہو...... شنکر راؤ کی طرح میری دشمن نہیں ہو۔" شہریار نے کہا۔

کادمبری نے شہریار کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولی۔

"تم میری دوستی پر بھروسہ کرسکتے ہو...... میں تمہیں شنکر راؤ کے آسیب سے مکتی (نجات) دلانے کے لئے آئی ہوں...... میری دوستی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ میں اپنے سردار دشمن کے دشمن کی مدد کرنے اس سے چھپ کر تمہارے پاس آگئی ہوں، کیونکہ میں تمہاری جان بچانا چاہتی ہوں...... تمہیں اس اندھے کنوئیں میں گرنے سے بچانا چاہتی ہوں جس میں گرنے کے بعد تم کبھی باہر نہیں نکل سکو گے...... صرف اس لئے کہ تم مجھے پہلی نظر میں ہی اچھے لگے تھے اور میں تم سے محبت کرنے لگی تھی۔"

محبت انسان کی اور خاص طور پر ایک نوجوان کی بہت بڑی کمزوری ہوتی ہے اور جب ایک حسین اور جوان عورت اس کے سامنے بیٹھی اپنی بے پایاں محبت کا اظہار کررہی ہو تو پھر اس سے بچنا ناممکن ہے...... یہی حالت اس وقت شہریار کی تھی...... زندگی میں پہلی بار کسی عورت نے اس سے اس شدت سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا......

اس نے کادمبری کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے چوم لیا اور بولا۔

"کادمبری! میں نہیں جانتا تم کون ہو اور تمہاری اصل حقیقت کیا ہے، لیکن یقین کرو کہ جب میں نے آسیبی مندر میں تمہیں پہلی مرتبہ دیکھا تھا تو میں اسی لمحے

تمہاری زلفوں کا اسیر ہوگیا تھا...... میں چاہتا ہوں کہ ساری زندگی تمہارے ساتھ بسر ہو، لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ تمہارا سردار وہ کریہہ المنظر بھتنا شنکر راؤ میری جان کا دشمن ہوگیا ہے۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"اسی مصیبت کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے واسطے میں تمہارے پاس آئی ہوں۔"

"مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے۔" شہریار بولا۔ "تم خود کہتی ہو کہ تمہارا سردار زبردست آسیبی طاقت کا مالک ہے۔"

کادمبری نے کہا۔

"ہر طاقت کی کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور ہوتی ہے...... ہمارے سردار شنکر راؤ کی بھی ایک کمزوری ہے، جو میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی...... ابھی تمہیں وہی کرنا ہوگا جو میں تمہیں کہوں گی۔"

"تم جو کہو گی میں کروں گا۔" شہریار نے فوراً جواب دیا۔

کادمبری بولی۔

سب سے پہلے میں تمہیں کچھ ضروری باتیں بتانا چاہتی ہوں...... انہیں دھیان سے سننا۔ سردار شنکر راؤ نے جو تمہیں یہ کہا تھا کہ میں ابھی تمہارے شریر کے ٹکڑے کردیتا لیکن تم مسلمان ہو...... اس وجہ سے میرے اندر اتنی شکتی نہیں ہے کہ تمہیں ہلاک کرسکوں، مگر میں کسی دوسرے سے تمہیں ہلاک ضرور کرواسکتا ہوں تو اس نے ٹھیک کہا تھا...... ہم بدروحوں اور اپسراؤں کے جس کٹم (قبیلے) سے تعلق رکھتے ہیں، اس کا کوئی بھی سردار، کوئی بھی بدروح، کوئی بھی بھوت کسی مسلمان کو جان سے نہیں مار سکتا...... ہمارے پاس اتنی طاقت ہی نہیں ہے...... اس کی ایک وجہ ہے جو ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں، لیکن ہمارے ہر سمپر دھائے (فرقے) کے سردار کے پاس اتنی شکتی ضرور ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی مسلمان کو سخت سے سخت اذیت پہنچا سکے اور اس کی ایسی

حالت بنادے کہ نہ وہ زندوں میں شمار ہو نہ مردوں میں...... ہمارا سردار شنکر راؤ تم سے یہی سلوک کرنے والا ہے جس سے بچانے کے لئے میں تمہارے پاس آئی ہوں...... شنکر راؤ بھوت کا وار بڑا کاری ہوتا ہے......اس سے آج تک کوئی نہیں بچ سکا، لیکن میں سردار شنکر راؤ کی طاقت کی ایک کمزوری سے واقف ہوں...... اسی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تم نہ صرف یہ کہ اس کے وار سے بچ جاؤ گے، بلکہ اسے میرے ساتھ مل کر میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ہلاک بھی کر سکو گے، مگر اس کے لئے تمہیں ایک شرط پوری کرنی ہو گی۔"

"وہ کون سی شرط ہے؟" شہریار نے پوچھا۔ "مجھے بتاؤ...... میں اسے پورا کرنے پر تیار ہوں۔"

کادمبری نے کہا۔

"سردار شنکر راؤ کو ہلاک کرنے کی شکتی حاصل کرنے کے لئے تمہیں ایک چھوٹی سی رسم پوری کرنی ہو گی۔"

شہریار نے سوال کیا۔

"کیا تم یہ رسم پوری کر کے سردار شنکر راؤ کو موت کے گھاٹ نہیں اتار سکتیں؟"

کادمبری بولی۔

"ہم بدروحوں اور چڑیلوں اور السپراؤں میں سے کسی کے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ شنکر راؤ کو قتل کر سکیں...... ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے...... سردار شنکر راؤ ایسے بھوت کو صرف وہی شخص ہلاک کر سکتا ہے جو بتوں کی پوجا نہ کرتا ہو اور صرف ایک خدا کو مانتا ہو اور وہ ایک مسلمان ہی ہو سکتا ہے...... اس وجہ سے اگر تمہیں تھوڑی سی مزید شکتی دے دی جائے تو تم اس بھوت کو ختم کر سکتے ہو اور یہ مزید شکتی صرف ایک چھوٹی سی رسم ادا کرنے سے تمہیں مل سکتی ہے، بلکہ میں یوں کہوں گی کہ یہ طاقت ہر مسلمان کے اندر موجود ہوتی ہے، صرف اسے بیدار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے......

عبادت گزار نیک مسلمانوں میں یہ شکتی پہلے ہی سے بیدار ہوتی ہے، مگر تمہارے اندر کی شکتی اور طاقت سو چکی ہے...... اس لئے کہ تم عبادت گزار نہیں ہو بلکہ تمہیں دنیا کی دولت کا لالچ ہے...... تم دولت اور دُنیا کے عیش و آرام کو زیادہ پسند کرتے ہو، اسی لالچ میں آ کر تم نے سردار شنکر راؤ کی سونے کی مورتی چرا کر بیچ ڈالی تھی اور اس مصیبت میں پھنس گئے ہو...... میں ایک خاص رسم سے تمہارے اندر کی یہ طاقت بیدار کرنا چاہتی ہوں...... جب وہ طاقت تمہارے اندر جاگ پڑی تو پھر سردار تمہارے وار سے زندہ نہیں بچے گا۔"

شہریار بڑی توجہ سے کادمبری کی باتیں سن رہا تھا...... جب وہ ایک لمحے کے لئے خاموش ہوئی تو شہریار نے پوچھا۔

"مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

کادمبری نے کہا۔

"تمہیں ایک رات کے لئے اسی پرانے مندر میں چلنا ہو گا جہاں تم نے اس رات مجھے سردار شنکر راؤ کے سامنے رقص کرتے دیکھا تھا...... یہ خاص رسم وہیں ادا کرنی ہو گی۔"

"میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔" شہریار بولا۔

کادمبری نے کہا۔

"تم میرے ساتھ نہیں جاؤ گے...... تم اکیلے وہاں جاؤ گے...... میں وہاں پہلے سے موجود ہوں گی اور تمہارا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

"مجھے کب جانا ہو گا؟" شہریار نے پوچھا۔

کادمبری بولی۔

"تم کل آدھی رات کو آسیبی مندر میں آ جانا، میں تمہیں وہیں ملوں گی...... اب میں جاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر کادمبری اُٹھی...... اس نے شہریار کے ہاتھ کو بوسہ دیا...... مسکرائی اور بند دروازے کی طرف جاتے ہوئے شہریار کی نگاہوں سے غائب ہو گئی...... اس کے جانے کے بعد شہریار دیر تک سوچتا رہا...... اسے یقین ہو گیا تھا کہ کادمبری واقعی اس سے محبت کرتی ہے اور اس نے جو کچھ کیا ہے وہ سچ ہے اور وہ صرف اسی کے کہنے پر عمل کر کے اس کریہہ المنظر بھتنے سردار شنکر راؤ سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

اس نے دفتر سے دو دن کی چھٹی لی اور دوسرے دن دوپہر کے بعد دریائے جہلم کی پہاڑیوں کی جانب جہاں وہ پراسرار آسیبی مندر تھا روانہ ہو گیا...... سروے پارٹی وہاں سے جا چکی تھی...... وہ شام کو وہاں پہنچا...... اب سردیوں کا موسم نہیں تھا...... رات بڑی خاموش اور خوشگوار تھی...... ایک خاص قصبے تک وہ لاری میں آیا تھا، وہاں سے پیدل چل کر اس مقام تک پہنچا تھا جہاں سردیوں کے موسم میں سروے پارٹی کا کیمپ لگا تھا...... یہاں سے آسیبی مندر قریب ہی تھا اور صاف نظر آتا تھا...... شہریار نے کچھ وقت دریائے جہلم کے کنارے چل پھر کر گزارا اور جب رات گہری ہو گئی تو آسیبی مندر کی طرف چل پڑا۔

اب اسے آسیبی مندر سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا تھا...... ایک اس وجہ سے کہ وہاں کی بدرُوح کادمبری نے خود اسے وہاں بلایا تھا اور وہ اس سے پیار کرتی تھی...... دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ جانتا تھا کہ کریہہ المنظر بھتنا شنکر راؤ مہینے کی صرف ایک رات کو ہی وہاں آتا ہے اور کادمبری نے شہریار کو بتا دیا تھا کہ وہ رات دس دنوں کے بعد آئے گی...... ٹارچ اس نے جیب میں رکھ لی تھی...... مندر کے نشیب و فراز سے وہ واقف ہی تھا...... کادمبری نے اسے اس کمرے میں آنے کو کہا تھا جہاں اس منحوس رات کو بدرُوحوں کی محفل نے دھما چوکڑی مچائی تھی اور شنکر راؤ بھتنے نے کادمبری کو قتل کیا تھا...... شہریار آسیبی مندر کے تہہ خانے کی کوٹھڑی کی سیڑھیاں اتر کر کھڑکی کے شگاف کے پاس آ کر بیٹھ گیا، اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔

ابھی رات کے گیارہ ہی بجے تھے۔

وہ کھڑکی کے شگاف کے پاس فرش پر بیٹھ کر رات کے بارہ بجنے کا انتظار کرنے لگا...... جب اس کی گھڑی نے رات کے ٹھیک بارہ بجائے تو اسے گھنگھروؤں کی چھن چھن سنائی دی...... شہریار نے چونک کر اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کی...... اس نے ٹارچ روشن کر دی، مگر کادمبری اس کوٹھڑی میں نہیں تھی...... گھنگھروؤں کی آواز کھڑکی کی دوسری جانب دوسری کوٹھڑی میں سے آ رہی تھی۔

شہریار جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کھڑکی کے شگاف میں سے دوسری کوٹھڑی میں ٹارچ کی روشنی کر کے دیکھا...... کوٹھڑی میں صرف ایک ستون کے ساتھ مشعل جل رہی تھی...... اس کی دھیمی روشنی میں کوٹھڑی کے کونے میں سے اچانک کادمبری رقص کرتی نمودار ہوئی...... اس کے بالوں میں پھول سجے ہوئے تھے اور وہ لہرا لہرا کر رقص کرتی آ رہی تھی...... کوٹھڑی کے وسط میں آ کر اس نے گول دائرے میں ناچنا شروع کر دیا...... پھر ناچتے ناچتے کادمبری کھڑکی کے پاس آئی جہاں سے شہریار جھانک رہا تھا...... شہریار کے قریب آ کر وہ مسکرائی اور ہاتھ کے اشارے سے اسے اندر بلایا۔

شہریار شگاف میں سے دوسری کوٹھڑی میں اتر گیا۔

اس کے اترنے کے بعد کادمبری رقص کرتے کرتے رُک گئی اور شہریار کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی۔

"مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔"

شہریار بولا۔

"میں کیسے نہ آتا کادمبری...... یہ میری زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔"

کادمبری نے کہا۔

"یہ میری بھی زندگی اور موت کا معاملہ ہے، اس لئے کہ تمہاری زندگی کے

ساتھ ہی میری زندگی ہے اور جب تک سردار شنکر راؤ مر نہیں جاتا ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہ سکتا...... میرے ساتھ آؤ...... تمہیں وہ رسم ادا کرنی ہوگی جس کے بعد تمہارے اندر سوئی ہوئی شکتی پھر سے بیدار ہو کر سردار شنکر راؤ بھوت کو ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلادے گی...... آؤ۔"

کادمبری شہریار کا ہاتھ تھامے سامنے والی دیوار کی طرف بڑھی...... وہ شہریار کو ساتھ لئے دیوار میں سے گزر گئی...... دوسری جانب ایک بہت تنگ سی کوٹھڑی تھی جس کی چھت بھی بہت نیچی تھی...... اس کوٹھڑی میں بھی دیوار کے ساتھ ایک مشعل جل رہی تھی...... فضا میں گھٹن اور عجیب سی بو رچی ہوئی تھی...... کوٹھڑی کے فرش کے وسط میں ایک شکستہ تخت پوش بچھا ہوا تھا...... کادمبری کہنے لگی۔

"تم اس تخت پوش پر بالکل سیدھے لیٹ جاؤ۔"

شہریار کو کادمبری پر پورا اعتماد تھا...... وہ تخت پوش پر سیدھا لیٹ گیا...... کادمبری نے کہا۔

"اب میں ایک سانپ کو بلاؤں گی...... ڈرنا بالکل نہیں...... وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا...... تمہاری گردن پر ہلکا سا ڈس دے گا...... اس کا زہر بے اثر ہوگا...... اس کے ڈسنے سے تمہارے اندر کی وہ شکتی بیدار ہو جائے گی جو شنکر راؤ کو موت کے گھاٹ اتارنے میں تمہاری مدد کرے گی۔"

شہریار کے سامنے دوسرا کوئی چارہ کار نہیں تھا، چنانچہ اس نے کہا۔

"میں بالکل نہیں ڈروں گا۔"

کادمبری شہریار کے قریب بیٹھ گئی اور بلند آواز میں کچھ منتر پڑھنے لگی...... پانچ سات منٹ تک وہ منتر پڑھ پڑھ کر کوٹھڑی کے ایک کونے کی طرف پھونکتی رہی...... پھر اس نے کونے کی طرف منہ کر کے کہا۔

"شکتی یکتال کے ناگ! اپنا وچن پورا کرو میں نے تمہیں بلایا ہے۔"

شہریار بھی مشعل کی روشنی میں کونے کی طرف دیکھ رہا تھا...... کونے کی جانب سے کسی سانپ کی پھنکار کی آواز آئی...... شہریار کے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ اگرچہ اسے کادمبری نے یقین دلایا تھا کہ سانپ کا زہر بے اثر ہے...... پھر بھی سانپ سانپ ہوتا ہے...... اس کے ڈسنے کی دہشت ہی بڑی ہوتی ہے...... شہریار دل میں خوفزدہ ضرور تھا۔

پھر کونے میں سے ایک سانپ پھن اٹھائے نمودار ہوا...... وہ کنڈلی مارے ہوئے تھا اور اسی حالت میں پھنکارتا شہریار کی طرف بڑھ رہا تھا۔

کادمبری نے ایک بار پھر اُونچی آواز میں منتر پڑھنے شروع کر دیئے تھے...... سانپ نے شہریار کے تخت پوش کے گرد پھن اُوپر اٹھائے چھ سات چکر لگائے...... اس کے بعد وہ اس کے چہرے کے قریب آ کر اسے تکنے لگا...... سانپ کی آنکھوں میں بڑی زبردست مقناطیسی کشش تھی...... اس کی زبان بار بار باہر نکل کر لہرا رہی تھی...... کادمبری نے منتروں کا جاپ کرتے کرتے سانپ سے کہا۔

"شکتی یکتال! اپنا وچن پورا کرو۔"

سانپ پھن لہرانے لگا...... وہ پھن کو شہریار کی گردن کے قریب لے آیا اور پھر اسے ایک دم ڈس دیا...... شہریار کو اپنی گردن پر ایسی چبھن محسوس ہوئی جیسے کسی نے اس کی گردن میں سوئی چبھو دی ہو۔

سانپ کے ڈسنے کے بعد کادمبری اُٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے سانپ سے کہا۔

"شکتی یکتال! میں پرسن ہوں کہ تم نے اپنا وچن پورا کر دیا...... اب جہاں سے آئے ہو وہیں واپس چلے جاؤ۔"

سانپ اسی طرح پھنکارتا پھن اٹھائے کونے کی طرف جا کر غائب ہو گیا...... کادمبری نے شہریار پر جھک کر پوچھا۔

"درد تو نہیں ہوا؟"

"شہریار نے کہا۔

"ذرا سی چبھن محسوس ہوئی تھی۔"

کادمبری مسکرا کر بولی۔

"اس ذرا سی چبھن نے تمہارے اندر جو زبردست انقلاب پیدا کر دیا ہے اس کا اندازہ تم نہیں لگا سکتے...... تمہارے اندر کی وہ سوئی ہوئی طاقت جاگ پڑی ہے کہ جو بڑی سے بڑی چٹان کو ٹکڑے ٹکڑے کر سکتی ہے۔"

شہریار بولا۔

"مجھے کسی چٹان کو ٹکڑے کرنے کی ضرورت نہیں ہے کادمبری...... میں صرف اپنے اس منحوس دشمن کو ختم کرنا چاہتا ہوں جو مجھے ہلاک کرنے کا عہد کر چکا ہے۔"

کادمبری نے کہا۔

"اب تم ایسا کر سکتے ہو...... اب تمہاری طاقت کے آگے سردار شنکر راؤ کی طاقتیں اور شکتی بھی بے بس ہے...... اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔"

شہریار اُٹھ کر بیٹھ گیا...... کادمبری بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گئی...... کہنے لگی۔

"یہ رسم بہت ضروری تھی جو ادا ہو گئی ہے۔"

شہریار کہنے لگا۔

"اب ہم اپنے دشمن شنکر راؤ کو کیسے اور کہاں ہلاک کریں گے؟"

کادمبری نے کہا۔

"اس کے لئے تمہیں میرے ساتھ بھارت جانا ہو گا۔"

شہریار نے تعجب کے انداز میں کادمبری کی طرف دیکھا۔

"بھارت؟ یعنی انڈیا؟"

کادمبری نے کہا۔

"ہاں...... تمہیں میرے ساتھ انڈیا جانا ہو گا۔

گزر جاتا تھا...... جب وہ پرانی عمارت کے قریب سے گزرنے لگا تو اچانک اس کے جسم سے گرم ہوا کا جھونکا ٹکرایا...... شہریار ٹھٹھک سا گیا کہ یہ گرم ہوا یہاں کہاں سے آ گئی...... جھونکا نیم گرم تھا...... اس نے پرانی عمارت کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھا...... گرم ہوا کا یہ جھونکا اسی پرانی عمارت کی طرف سے آیا تھا...... پرانی عمارت اس سے دس بارہ قدموں کے فاصلے پر اندھیرے میں ڈوبی خاموش کھڑی تھی۔

شہریار نے سوچا کہ ہو سکتا ہے پرانی عمارت کے اندر فضا گرم ہو اور یہ ہوا اندر ہی سے آئی ہو...... وہ قدم اُٹھا کر آگے بڑھا...... اس وقت عمارت اس کی بائیں جانب تھی...... اس نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ گرم ہوا کا جھونکا ایک بار پھر اس کو چھوتا ہوا گزر گیا...... اس دفعہ گرم ہوا کا جھونکا اس کی دائیں جانب سے آیا تھا...... شہریار نے کوئی خیال نہ کیا اور چلتا رہا...... وہ پہلی بار اپنی ہونے والی بیوی خوش شکل کلثوم کے تصور سے خوش ہو رہا تھا...... اچانک وہی گرم جھونکا اس کی دائیں جانب سے آ کر ٹکرایا اور شہریار ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ یہ گرم ہوا کی لہریں کہاں سے آنے لگی ہیں کہ اچانک دائیں جانب سے کسی نے اسے دھکا دیا...... شہریار گرتے گرتے سنبھل گیا...... اس نے چونک کر دیکھا...... اس کی دائیں جانب کوئی شخص نہیں تھا، لیکن اسے صاف ایسے لگا تھا جیسے کسی انسان نے اسے دھکا دیا ہے...... وہ ڈر گیا...... جلدی سے آگے چلا ہی تھا کہ اب اسے سامنے سے کسی نے دھکا دیا اور وہ پیچھے گرنے ہی والا تھا کہ کسی غیبی شخص نے اسے آگے کو دھکیلا اور شہریار گرتے گرتے سنبھل گیا...... شہریار اب خوف سے سہم گیا تھا...... وہ سمجھ گیا تھا کہ جو منحوس بلا کچھ عرصے سے غائب تھی وہ ایک بار پھر اس پر نازل ہو گئی ہے...... اس کو پہلا خیال یہی آیا کہ اسے وہاں سے بھاگ جانا چاہئے...... جیسے ہی اس نے بھاگنے کے لئے قدم اٹھایا اس کے پاؤں نے زمین چھوڑنے سے انکار کر دیا...... اس کے دونوں پاؤں جیسے زمین نے جکڑ لئے تھے...... اس نے پوری طاقت سے پاؤں زمین سے الگ کرنے چاہے لیکن وہ ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ ملے۔

شہریار کا حلق خشک ہو گیا...... اتنے میں پرانی عمارت کی ڈیوڑھی میں ایسی روشنی دکھائی دی جیسے دیا ٹمٹما رہا ہو...... شہریار کے مارے دہشت کے پسینے چھوٹ گئے تھے...... ایسا زندگی میں اس کے ساتھ کبھی نہیں ہوا تھا...... وہ حیرت زدہ ہو کر ٹمٹماتے دیئے کی طرف تکتا رہا...... ٹمٹماتی ہوئی روشنی اپنی جگہ سے چل پڑی اور اس کی طرف آنے لگی...... شہریار نے دیکھا کہ یہ کوئی دیا نہیں تھا بلکہ سیاہ رنگ کی ایک انگلی تھی جس کا ناخن خنجر کی طرح بڑھا ہوا تھا...... ناخن کی نوک پر آگ کی لو جل رہی تھی...... یہ جلتی ہوئی انگلی شہریار کی آنکھوں کے سامنے تین فٹ کے فاصلے پر آ کر رُک گئی...... شہریار کا دل ہیبت کے مارے زور سے دھڑکنے لگا تھا...... اس نے اُونچی آواز میں خدا کو مدد کے لئے پکارنا چاہا، مگر آواز اس کے حلق میں ہی دب کر رہ گئی۔

اس لمحے جلتی ہوئی انگلی کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ کی منحوس مورتی میں تبدیل ہو گئی اور پھر اس کی کھڑ کھڑاتی ہوئی رونگٹے کھڑی کر دینے والی آواز سنائی دی۔

"منش! تم سوچ رہے ہو گے کہ میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے...... نائیں...... نائیں...... مورکھ! ایسا کبھی بھول کر بھی وچار نہ کرنا...... شنکر راؤ کے شریر کو تم نے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے...... شنکر راؤ تمہیں کیسے چھوڑ دے گا۔"

اور پھر اس نے ایک بڑا ہی ڈرا دینے والا گھٹا گھٹا سا قہقہہ لگایا...... شہریار کے ہوش و حواس جیسے گم ہو چکے تھے...... اس کی زبان بند تھی...... اس کے پاؤں زمین نے جکڑ رکھے تھے...... کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ کی آواز پھر سنائی دی...... اس دفعہ اس کے لہجے میں شدید غیض و غضب تھا۔

"سن اے منش! تیری زندگی کی آخری گھڑی آن پہنچی ہے...... اب میں تجھے بہت جلد تیری موت کے بعد ملوں گا۔"

اور ایک بھیانک آواز کے ساتھ مورتی غائب ہو گئی اور منحوس مورتی کے غائب ہوتے ہی زمین نے شہریار کے پاؤں چھوڑ دیئے...... وہ دیوانہ وار دوڑ پڑا...... دوڑتے

شہریار نے پوچھا۔

"کیا یہ ضروری ہے؟"

کادمبری بولی۔

"بہت ضروری ہے، کیونکہ ہمارا دشمن شنکر راؤ اپنے اصلی روپ میں ہمیں وہیں ملے گا اور وہیں اسے موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں۔"

"مگر میرے پاس تو کوئی پاسپورٹ نہیں ہے۔" شہریار نے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ کیسے جا سکوں گا؟"

کادمبری کہنے لگی۔

"جب تم میرے ساتھ ہو گے تو تمہیں کسی پاسپورٹ کی ضرورت نہیں ہو گی۔"

شہریار سوچ میں پڑ گیا، لیکن کوئی دوسرا راستہ بھی اس کے سامنے نہیں تھا...... اسے ہر حالت میں اپنی جان بچانی تھی اور وہ کادمبری کے کہنے پر عمل کرنے پر مجبور تھا، کہنے لگا۔

"میں تمہارے ساتھ چلا چلتا ہوں، مگر وہاں مجھے کب تک رہنا ہو گا...... پیچھے میری نوکری کا بھی معاملہ ہے۔"

کادمبری بولی۔

"پہلے اپنی زندگی کی فکر کرو...... زندہ رہو گے تو نوکری اور بھی مل جائے گی۔"

شہریار بے بس سا ہو کر بولا۔

"ٹھیک ہے...... میں تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں...... وہاں کب جانا ہو گا اور بھارت میں کس جگہ، کس شہر میں جانا ہو گا؟"

کادمبری نے کہا۔

"تمہیں ان باتوں سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہئے، اگر تم نے مجھ پر بھروسہ کیا ہے تو یہ باتیں مجھ پر چھوڑ دو...... ہم کل روانہ ہو جائیں گے...... میں کل دوپہر کے

وقت تمہارے ہوسٹل کے قریب سڑک پر ٹیکسی لے کر آجاؤں گی...... چلو...... اب واپس چلتے ہیں۔"

شہریار بولا۔

"اتنی رات گئے میں یہاں سے لاریوں کے اڈے پر کیسے پہنچوں گا۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"تمہیں اس وقت لاریوں کے اڈے پر جانے کی کیا ضرورت ہے...... میں تمہیں جہلم کے ریلوے سٹیشن پر پہنچا دوں گی۔"

شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر جہلم تک لے جاؤ گی تو آگے لاہور نہیں لے جا سکتیں؟"

کادمبری بولی۔

"ہم اپسراؤں کی بھی کچھ حدود ہوتی ہیں، کسی وقت ہم ایک خاص جگہ سے آگے نہیں جا سکتیں...... تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گے۔"

آؤ میرے ساتھ۔

کادمبری شہریار کو آسیبی مندر سے باہر لے آئی...... ستاروں بھری رات خاموش تھی...... باہر آتے ہی اس نے شہریار کو اپنے ساتھ غائب کیا اور جہلم ریلوے سٹیشن کے پیچھے ایک جگہ لے آئی، کہنے لگی۔

"یہاں سے تمہیں لاہور کے لئے کوئی ریل گاڑی یا لاری مل جائے گی...... کل دوپہر کے بعد تیار رہنا...... میں تمہارے ہوسٹل کے باہر ٹیکسی میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

کادمبری غائب ہو گئی...... شہریار سٹیشن پر آ گیا...... معلوم ہوا کہ صبح سات بجے سے پہلے کوئی گاڑی لاہور کی طرف نہیں جائے گی...... وہ قریبی لاریوں کے اڈے پر آ گیا...... یہاں بھی کوئی لاری لاہور نہیں جا رہی تھی...... ایک ٹرک مال لے کر لاہور

جا رہا تھا...... شہریار اس میں بیٹھ کر لاہور پہنچ گیا۔

اگلے روز اس نے دفتر سے ایک ہفتے کی مزید چھٹی لے لی اور دوپہر کا انتظار کرنے لگا...... تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ سڑک پر آ کر دیکھ لیتا تھا...... ساڑھے تین بجے اسے ہوسٹل کے گیٹ سے کچھ فاصلے پر سڑک پر ایک ٹیکسی کھڑی نظر آئی...... وہ اس کے قریب گیا تو دیکھا کہ کادمبری عام شلوار قمیض میں ملبوس سر دوپٹے سے ڈھانپے ایک مسلمان خاتون کی طرح ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی...... وہ دروازہ کھول کر اس کے پاس بیٹھ گیا اور ٹیکسی چل پڑی۔

کادمبری نے ڈرائیور کو پہلے ہی بتا دیا ہوا تھا کہ انہیں کہاں جانا ہے...... ٹیکسی لاہور کے مشرقی علاقے میں سے گزرتے ہوئے بارڈر کی طرف جا رہی تھی...... شہریار نے کادمبری کی طرف جھکتے ہوئے رازداری سے پوچھا۔

"جب تم مجھے اپنے ساتھ غائب ہو کر جہاں چاہے لے جا سکتی ہو تو پھر اس طرح بارڈر کراس کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

کادمبری نے دھیمی آواز میں کہا۔

"اس میں بھی ایک راز ہے جو میں تمہیں نہیں بتا سکتی...... ہمارے قبیلے کے اپسراؤں کو بعض اصولوں کی سختی سے پابندی کرنی پڑتی ہے۔"

ٹیکسی جب بارڈر کے قریب پہنچی تو کادمبری نے اسے چھوڑ دیا۔

ڈھلتی سہ پہر میں وہ ایک جگہ سڑک سے ہٹ کر درختوں کے نیچے کھڑے تھے...... یہ بارڈر کے قریب کا علاقہ تھا اور یہاں سکیورٹی بڑی سخت تھی...... ایک شلوار قمیض والا آدمی ان کے پاس آ گیا...... اس نے شہریار سے پوچھا۔

"آپ لوگ یہاں کس لئے کھڑے ہیں؟"

کادمبری نے کہا۔

"ہمیں انڈیا جانا ہے...... اپنے ایک ساتھی کا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ آدمی بولا۔

"کیا تمہارے پاس ویزا یا پاسپورٹ کے کاغذات ہیں؟"

کادمبری نے کہا۔

"ہاں ہیں۔"

"مجھے دکھاؤ۔" اس آدمی نے کہا۔

کادمبری نے شہریار کا ہاتھ تھام لیا اور شہریار سے مخاطب ہو کر بولی۔

"میرا خیال ہے اسے اپنے کاغذات دکھا دینے چاہئیں۔"

اور وہ دونوں غائب ہو گئے..... شلوار قمیض والا آدمی ہکا بکا سا ہو کر دیکھتا ہی رہ گیا..... اس کی عقل تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھی کہ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک عورت اور نوجوان مرد غائب ہو گئے ہیں۔

کادمبری اور شہریار دوسرے لمحے ایک سڑک پر ظاہر ہو گئے..... سڑک کے قریب ہی کچھ عمارتیں کھڑی تھیں اور سڑک پر گاڑیاں وغیرہ چل رہی تھیں..... شہریار نے پوچھا۔

"ہم کہاں آ گئے ہیں؟"

کادمبری نے کہا۔

"ہم انڈیا میں ہیں اور یہ انڈیا کی راجدھانی دلی کا شہر ہے..... یہاں سے ہمیں آگے جانا ہو گا۔"

"آگے کہاں جانا ہو گا؟" شہریار نے پوچھا۔

کادمبری بولی۔

"یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی..... لیکن یہ ضرور بتائے دیتی ہوں کہ ہم اس جگہ جا رہے ہیں جہاں سے سردار شنکر راؤ کا خفیہ آشرم زیادہ دُور نہیں ہے..... تم اسی خفیہ آشرم میں اسے ہلاک کرو گے۔"

شہریار نے کہا۔

"میں اسے کس طرح ہلاک کروں گا؟"

کادمبری کہنے لگی۔

"یہ میں سب کچھ تمہیں بتا دوں گی..... ابھی ہم یہاں سے ایک ریل گاڑی پکڑیں گے۔"

وہ دلی کے ریلوے سٹیشن پر آ گئے..... کادمبری نے یہاں سے کسی جنوبی شہر کے دو ٹکٹ لے لئے..... وہ خود ہی پیسے خرچ کر رہی تھی..... ایک گھنٹے بعد وہ دونوں ایک ریل گاڑی میں بیٹھے بھارت کے جنوبی علاقے کی طرف چلے جا رہے تھے..... ٹرین ایک رات اور ایک دن کا سفر طے کرنے کے بعد دوسرے روز صبح کے وقت ایک چھوٹے سٹیشن پر کھڑی ہوئی تو کادمبری شہریار کو ساتھ لے کر وہاں اتر گئی..... یہ بارشوں کا علاقہ تھا اور مارچ اپریل میں بھی یہاں بارشیں ہوتی تھیں..... اس روز بھی آسمان ابر آلود تھا، لیکن بارش نہیں ہو رہی تھی۔

یہ کسی قصبے کا سٹیشن تھا..... کادمبری شہریار کو لئے پیدل ہی جا رہی تھی..... جنگلاتی علاقہ تھا..... دُور دُور پہاڑی ٹیلے نظر آ رہے تھے..... کہیں کہیں ناریل کے جھنڈ کھڑے تھے..... خالی زمین پر کہیں گھاس اور کہیں جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں..... کچھ دیر چلنے کے بعد جنگل شروع ہو گیا..... کادمبری خاموشی سے چلتی رہی..... شہریار بھی خاموش تھا..... اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے..... یہ عورت اسے کہاں لئے جا رہی ہے؟ کہیں یہ اسے کسی مشکل میں تو نہیں پھنسا دے گی؟ جنگل کا گنجان پن ختم ہو گیا..... آگے کھلا میدان تھا..... اس میدان میں بھی کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ موجود تھے..... آخر شہریار نے پوچھ ہی لیا۔

"ہمیں ابھی کتنی دُور چلنا ہو گا؟"

"کیا تم تھک گئے ہو؟" کادمبری نے پوچھا۔

شہریار بولا۔

"نہیں...... تھکا بالکل نہیں ہوں، لیکن یہ اُلجھن ضرور ہو رہی ہے کہ آخر ہمیں کہاں تک چلنا ہو گا۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"بس یوں سمجھ لو کہ ہم اپنی منزل کے قریب پہنچ گئے ہیں۔"

وہ اُونچے اُونچے درختوں کے نیچے سے گزرے تو سامنے درختوں کے اور جھنڈ کھڑے تھے...... وہ ان کے درمیان سے بھی گزر گئے...... ان کے سامنے اب ایک چار دیواری سی تھی جس کی دیواروں کو جنگلی بیلوں نے ڈھانپ رکھا تھا...... اس کے اندر ایک ٹوٹا پھوٹا چبوترہ تھا...... کادمبری کہنے لگی۔

"یہاں سے شنکر راؤ کا خفیہ آشرم زیادہ دُور نہیں ہے...... میں پتہ کرنے جاتی ہوں کہ اس وقت سردار شنکر راؤ خفیہ آشرم کی کس اندھیری کوٹھڑی میں ہے...... اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گی کہ تمہیں اس کو کہاں اور کس طرح سے موت کے گھاٹ اتارنا ہے...... تم اسی جگہ پر رہنا...... میں جلدی واپس آ جاؤں گی...... اگر مجھے دیر ہو گئی تو گھبرانا مت...... میں ہر حالت میں شنکر راؤ بدرُوح کا سراغ لگا کر آؤں گی اور اس کی موت کا پورا انتظام کر کے آؤں گی۔"

اتنا کہہ کر کادمبری غائب ہو گئی۔

شہریار شکستہ چبوترے پر بے دلی کے ساتھ بیٹھ گیا...... اس نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیرا، جہاں سانپ نے اسے ڈسا تھا وہاں دو ننھے سے دانے اُبھرے ہوئے تھے...... کادمبری نے صحیح کہا تھا...... اس پر سانپ کے زہر کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا...... وہ اپنے آپ کو بالکل تندرست محسوس کر رہا تھا...... ذہنی طور پر وہ پریشان ضرور تھا کہ خدا جانے آگے کیا ہونے والا ہے...... جب کافی دیر ہو گئی اور کادمبری نہ آئی اور وہ بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو اُٹھ کر شکستہ چار دیواری سے باہر آ گیا اور درختوں میں اِدھر اُدھر ٹہلنے

لگا...... وہ چند قدم ہی چلا ہو گا کہ اسے ایک جگہ درختوں میں ایک جھونپڑی دکھائی دی...... وہ جھونپڑی کے پاس آ گیا۔

جھونپڑی کے باہر پانی کا ایک مٹکا پڑا تھا...... مٹکے کے اُوپر مٹی کا ایک کٹورا رکھا ہوا تھا...... شہریار کو پیاس محسوس ہوئی...... اس نے مٹکے میں سے پانی نکال کر پیا اور واپس جانے ہی لگا تھا کہ جھونپڑی کے اندر سے آواز آئی۔

"اندر آ جاؤ بیٹا مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

جھونپڑی کا دروازہ کھلا تھا...... اندر اندھیرا سا تھا...... شہریار نے جھانک کر دیکھا کہ جھونپڑی میں چٹائی پر ایک بزرگ صورت درویش بیٹھا ہے...... سفید براق داڑھی ہے اور چہرے پر نور برس رہا ہے...... وہ ڈرتے ڈرتے جھونپڑی میں داخل ہو گیا...... دل میں حیران تھا کہ اس بزرگ نے مجھ سے کون سی ضروری بات کرنی ہے......

بزرگ کا نورانی چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ مسلمان ہے...... شہریار نے سلام کیا اور بولا۔

"آپ کو مجھ سے کون سی ضروری بات کرنی ہے...... میں تو آپ کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔"

بزرگ نے کہا۔

"لیکن میں تمہیں پہلی بار نہیں دیکھ رہا...... میرے قریب آ کر بیٹھ جاؤ۔"

شہریار بزرگ کے قریب بڑے ادب سے چٹائی پر بیٹھ گیا۔

بزرگ نے ہاتھ بڑھا کر شہریار کی گردن پر اس جگہ انگلی رکھی جہاں سانپ نے اسے ڈسا تھا...... کہنے لگے۔

"تو یہاں سانپ نے ڈسا تھا۔"

"جی ہاں......" شہریار بولا۔ "لیکن آپ کو یہ سب کچھ کیسے معلوم ہو گیا؟"

بزرگ نے فرمایا۔

"جب آدمی کے اندر کی آنکھیں کھل جاتی ہیں تو اسے سب کچھ معلوم ہو جاتا

ہے...... میں جانتا ہوں کہ تمہیں سانپ سے کیوں ڈسوایا گیا تھا اور اس سانپ کے زہر نے تمہارے اندر کیا اثر کیا ہے۔"

شہریار بولا۔

"اگر آپ سب کچھ جانتے ہیں تو پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ میں کس مشکل میں پھنسا ہوا ہوں اور یہاں کیوں آیا ہوں۔"

بزرگ نے کہا۔

"میں جو کچھ جانتا ہوں اس کا ایک لفظ بھی تمہیں نہیں بتا سکتا...... اس وقت میں نے تمہیں ایک خاص مقصد کے لئے بلایا ہے...... باہر جا کر کٹورے میں تھوڑا سا پانی لے آؤ۔"

شہریار اسی وقت اُٹھ کر جھونپڑی سے باہر گیا اور کٹورے میں پانی لے کر آ گیا...... اس دوران بزرگ نے اپنی صدری میں سے ایک چھوٹی سی پڑیا نکال لی تھی اور اسے کھول رہے تھے...... شہریار کٹورا لے کر ان کے سامنے بیٹھ گیا...... پڑیا میں سفید رنگ کا تھوڑا سا سفوف تھا...... بزرگ نے پڑیا شہریار کی طرف بڑھا کر کہا۔

"یہ سفوف پانی کے ساتھ پی جاؤ۔"

شہریار نے سفوف پانی کے ساتھ اپنے حلق میں نگل لیا...... سفوف خوش ذائقہ تھا...... بزرگ نے فرمایا۔

"سنو! تم سمجھتے ہو کہ تمہیں اس عورت نے سانپ سے اس لئے ڈسوایا تھا کہ تمہارے اندر سوئی ہوئی طاقت کو بیدار کیا جائے، لیکن ایسی بات نہیں ہے...... حقیقت اس کے بالکل اُلٹ ہے...... اس عورت نے تمہیں ایک سانپ سے اس لئے ڈسوایا تھا کہ ایک کلمہ گو مسلمان ہونے کے ناطے تمہارے اندر پہلے سے جو طاقت موجود ہے اسے سلا دیا جائے اور بدرُوح شنکر راؤ بے خوف ہو کر تمہیں موت کے گھاٹ اتار دے۔"

شہریار تو حیران رہ گیا، کہنے لگا۔

"لیکن کادمبری نے تو میری جان بچانے کے لئے ایسا کیا تھا...... وہ خود شنکر راؤ بدرُوح سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے۔"

بزرگ نے فرمایا۔

"اس بارے میں راز کھولنے کی مجھے اجازت نہیں ہے، کیونکہ تم اپنے اعمال کی سزا کی پکڑ میں ہو اور یہ جزا اور سزا کا معاملہ ہے...... اس میں دُنیا کی کوئی طاقت دخل نہیں دے سکتی...... تمہیں جو کرنا ہے کرو، لیکن ایک مسلمان ہونے کے ناطے مجھے کہا گیا ہے کہ میں تمہارے اندر اس ایمانی طاقت کو پھر سے بیدار کر دوں جس کو تمہارے لالچی اعمال اور اس سانپ کے زہر نے سلا دیا تھا...... میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے...... اب وہ طاقت جو ہر کلمہ گو مسلمان کی رُوح میں موجود ہوتی ہے...... وہ تمہارے اندر بیدار کر دی گئی ہے...... اب تمہیں کسی بدرُوح کے ہاتھوں موت نہیں آئے گی، لیکن تمہیں اپنے اعمال کی سزا ہر حالت میں بھگتنا پڑے گی...... یاد رکھو...... اس دُنیا میں آدمی جو اچھا یا برا عمل کرتا ہے اس کو اس اچھے یا برے عمل کی جزا یا سزا ضرور مل کر رہتی ہے...... یہ قدرت خداوندی کا اٹل اصول ہے اور اس میں کوئی دخل نہیں دے سکتا...... اب جاؤ...... تھوڑی دیر میں وہ عورت واپس آنے والی ہے۔"

شہریار کچھ پوچھنے کے لئے بولا ہی تھا کہ بزرگ نے جلالی انداز میں کہا۔

"جاؤ...... اب تمہارا یہاں کوئی کام نہیں۔"

شہریار چپ ہو گیا...... سلام کیا اور اُلٹے پاؤں جھونپڑی سے نکل گیا...... چند قدم چل کر اس نے سوچا کہ اسے بزرگ کے قدموں میں گر کر یہ ضرور پوچھنا چاہئے تھا کہ کیا کادمبری اس کے ساتھ مخلص ہے یا نہیں، کیونکہ یہ بڑے کرنی والے بزرگ ہیں اور انہیں سب کچھ معلوم ہے...... شہریار کے لئے یہ معلوم کرنا اشد ضروری تھا...... وہ وہیں سے پلٹ کر جھونپڑی کی طرف چلا تو وہیں بت سا بن کر کھڑا ہو گیا، کیونکہ تھوڑی دیر پہلے درختوں کے نیچے جو جھونپڑی تھی اب وہاں کچھ نہیں تھا...... شہریار

حیران پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا، مگر وہاں دُور دُور تک کسی جھونپڑی کا نام و نشان تک نہیں تھا...... وہ سمجھ گیا کہ قدرت کی طرف سے یہ اس کی ایک طرح سے غیبی مدد تھی اور اسے کریہہ المنظر بھوت شنکر راؤ کے ہاتھوں کم از کم ہلاک ہونے سے بچالیا گیا ہے...... وہ سر جھکائے شکستہ چار دیواری کی طرف چلنے لگا۔

اس کا ذہن یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ کادمبری کی نیت کیا ہے...... اگر اس نے واقعی اس غرض سے سانپ سے ڈسوایا تھا کہ اس کے اندر جو ایمانی قوت موجود ہے، جو ہر کلمہ گو مسلمان کے اندر موجود ہوتی ہے، اسے ختم کیا جائے تو کیا کادمبری ڈرامہ کھیل رہی ہے...... کیا وہ بھی شنکر راؤ کی طرح اس کی جان کی دشمن ہے؟ وہ عجیب مخمصے میں پھنس گیا تھا...... وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اب کادمبری کی باتوں کا اعتبار کرے یا نہ کرے...... روشن ضمیر بزرگ نے بھی کادمبری کی نیت کے معاملے میں خاموشی اختیار کر لی تھی اور اسے کچھ نہیں بتایا تھا...... شہریار کا ذہن ضرور شک کرنے لگا تھا مگر اس کا دل کہتا تھا کہ کادمبری ایسی نہیں ہے...... وہ اس سے محبت کرتی ہے اور شنکر راؤ اس کا بھی دشمن ہے اور وہ شہریار سے مل کر اپنے دشمن کو ختم کرنا چاہتی ہے...... اگر یہ بات ہے تو پھر کادمبری نے بقول بزرگ کے ایسے سانپ سے اسے کیوں ڈسوایا تھا جس کے زہر کے اثر سے شہریار کی ایمانی طاقت سو گئی تھی؟ یہ معمہ شہریار کی سمجھ سے باہر تھا۔

چلتے چلتے وہ شکستہ چار دیواری کے اندر پہنچ گیا اور چبوترے پر بیٹھ گیا...... اس کا ذہن ایک عجیب اُلجھن کا شکار ہو چکا تھا...... کبھی وہ سوچتا کہ اسے وہاں سے بھاگ جانا چاہئے...... کبھی اسے خیال آتا کہ نہیں کادمبری کا انتظار کر لینا چاہئے...... بھاگ جانے سے اس کی جان کریہہ المنظر بھوت یا بھتنے کے شکنجے میں پھنسی رہے گی اور اس کا خوف تلوار بن کر اس کے سر پر ہمیشہ لٹکتا رہے گا...... بہتر یہی ہے کہ وہ وہیں بیٹھ کر کادمبری کا انتظار کرے اور دیکھے کہ آگے کیا ہوتا ہے...... روشن ضمیر بزرگ کے سفوف پی

لینے سے کم از کم اسے اتنی تسلی ضرور ہو گئی تھی کہ وہ ان بدرُوحوں کے قاتلانہ حملوں سے محفوظ ہو گیا ہے۔

اچانک اسے کادمبری دکھائی دی۔

وہ اب شلوار قمیض یعنی پاکستانی لباس میں نہیں تھی...... اس نے گیروے رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی، وہ اس کے پاس آ کر بولی۔

"مجھے دیر لگ گئی...... کیا کروں...... ایک تو مجھے شنکر راؤ کا سراغ لگانا تھا، دوسرے اس کے حملے سے اپنے آپ کو بھی بچانا تھا۔"

شہریار خالی خالی نظروں سے کادمبری کو تک رہا تھا...... کادمبری شہریار کے اور نزدیک آ گئی...... اس کے بالوں میں بڑی محبت سے اُنگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔

"کیا بات ہے...... تم مجھے کچھ پریشان دکھائی دیتے ہو۔"

شہریار پر ایک بار پھر کادمبری کی محبت غالب آ گئی...... اس نے کہا۔

"نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں ہے...... تم بتاؤ، شنکر راؤ کا کوئی سراغ لگا؟"

کادمبری بولی۔

"آکاش کے سارے دیوتا اس وقت میری مدد کر رہے ہیں...... شنکر راؤ اس وقت اپنے خفیہ آشرم کی ایک کوٹھڑی میں گہری نیند سو رہا ہے...... اسے ہلاک کرنے کا یہ بڑا سنہری موقع ہے...... جلدی سے میرے ساتھ آؤ۔"

شہریار جیسے کسی غیبی طاقت کے اثر سے اُٹھ کر کادمبری کے ساتھ چل پڑا۔

❁ ❁ ❁

کادمبری شہریار کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

وہ گھنے درختوں میں سے گزر رہے تھے...... کادمبری کو یہ علم نہیں تھا کہ اس نے شہریار کو جس سانپ سے ڈسوایا تھا اس کے زہر کا عمل روشن ضمیر بزرگ کے سفوف کھانے کے بعد شہریار کے جسم میں بے اثر ہو چکا ہے...... شہریار یقین اور شکوک و شبہات میں اُلجھا خاموش کادمبری کے ساتھ چل رہا تھا...... کادمبری نے پوچھ ہی لیا۔

"تم مجھے کچھ بدلے بدلے سے نظر آ رہے ہو؟ کیا بات ہے...... تم مجھے بتاتے کیوں نہیں...... میں تمہاری ہمدردی ہوں...... تم سے محبت کرتی ہوں۔"

شہریار کے لئے ایک حسین عورت کی جانب سے اس طرح کے اظہار محبت کے جملے ایک طلسم کی حیثیت سے کم نہیں تھے، لیکن اس کا ذہن اس لمحے دو حصوں میں بٹا ہوا تھا...... کبھی اسے خیال آتا کہ کادمبری اس کے ساتھ دھوکا کر رہی ہے...... کبھی خیال آتا کہ نہیں وہ ایسا نہیں کرے گی...... وہ تو اس سے محبت کرتی ہے...... اس نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا ناں...... ایسی کوئی بات نہیں ہے...... بس میں یہ سوچ کر کچھ پریشان ہوں کہ اگر ہم اس بھوت شنکر راؤ کا کام تمام نہ کر سکے تو پھر کیا ہو گا۔"

کادمبری شہریار کا ہاتھ دباتے ہوئے بولی۔

"آکاش کے دیوتا ہمارے ساتھ ہیں اور تمہاری خفیہ طاقتیں بھی بیدار ہو چکی ہیں...... تم بڑی آسانی سے شنکر راؤ کا کام تمام کر سکو گے اور پھر میں جو تمہارے ساتھ ہوں...... تم کیوں فکر کرتے ہو۔"

چلتے چلتے وہ جنگل کے چھوٹے سے ٹکڑے میں سے گزرے...... یہ جنگل کا جنوب مشرقی علاقہ تھا...... اس کی دوسری جانب ایک چھوٹا سا برساتی نالہ تھا...... اس پر پل بنا ہوا تھا...... نالے پر سے گزرنے کے بعد شہریار کو ایک چھوٹا سا ٹیلہ نظر پڑا...... کادمبری کہنے لگی۔

"اس ٹیلے کے اندر شنکر راؤ کا خفیہ آشرم ہے...... تم اسی جگہ ٹھہرو...... میں ایک بار پھر تسلی کر لوں کہ یہ بھوت کہیں جاگ تو نہیں پڑا۔"

شہریار وہیں ایک طرف بیٹھ گیا...... کادمبری چلی گئی۔

کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ کا خفیہ آشرم اس ٹیلے کے اندر نہیں تھا جہاں کادمبری گئی تھی...... شنکر راؤ کا خفیہ آشرم وہاں سے دُور کالی پہاڑیوں کے اندر تھا...... اس ٹیلے کے اندر جس طرف کادمبری گئی تھی ایک اندھا غار تھا جس میں جانے کا راستہ سوائے کادمبری اور اس کے قبیلے کے سردار شنکر راؤ کے تیسرے کسی شخص کو معلوم نہیں تھا

کادمبری ٹیلے کی طرف سے خفیہ راستے سے اندر داخل ہو گئی، جب وہ ٹیلے کے اندر ڈیڑھ سو فٹ کی گہرائی میں اندھے غار میں آئی تو ایک کھڑکھڑاتی ہوئی مکروہ آواز بلند ہوئی۔

"کیا ہمارے دشمن کو لے آئی ہو کادمبری؟"

کادمبری نے کہا۔

"کیسے، ہو سکتا ہے سردار کہ تمہاری واسی ناکام واپس آئے...... تمہارا دشمن اس

وقت قبیلے کے قریب جنگل کے کنارے موجود ہے۔"

اس کے ساتھ ہی کریہہ المنظر بھتنا شنکر راؤ اپنی گول اُبلی آنکھوں والا سر ہلاتا اندھیرے میں نمودار ہوا..... کادمبری نے اس کے آگے سر جھکا دیا..... شنکر راؤ بولا۔

"اس کی مسلمانوں والی شکتی ختم کر دی ہے ناں تم نے؟"

کادمبری بولی۔

"سردار مہاراج! میں نے اسے اپنے دام میں پھنسا کر شکتال سانپ سے ڈسوا دیا ہے..... اب تم بے دھڑک ہو کر اس کے ساتھ من مانی کر سکتے ہو..... وہ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔"

کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ کی باچھیں کھل گئیں..... زمین پر بیٹھ گیا اور کمر کے پیچھے سے خنجر نکال کر اسے لہرانے لگا۔

"لیکن نہیں..... میں اسے خنجر مار کر خود ہلاک نہیں کروں گا..... وہ اسلام کو ماننے والا ہے، کوئی پتہ نہیں اس کے دل کے کسی کونے میں اسلام کی تھوڑی بہت شکتی موجود ہو..... اس لئے میں اسے ایسے طریقے سے ماروں گا کہ وہ چیخ چیخ کر لوگوں کو مدد کے لئے پکارے گا، مگر کوئی اس کی مدد کو نہیں آئے گا..... جاؤ اسے یہاں لے آؤ..... ایسا نہ ہو کہ ہاتھ میں آیا ہوا شکار نکل جائے۔"

کادمبری اسی لمحے واپس ہو گئی۔

شہریار وہیں کادمبری کے انتظار میں کھڑا تھا جہاں وہ اسے چھوڑ گئی تھی۔

شہریار اس جگہ پر کھڑا یہی سوچ رہا تھا کہ اسے وہاں سے فرار ہو جانا چاہئے..... اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس پر کوئی ناگہانی آفت نازل ہونے والی ہے..... وہ سوچتا ہی رہا اور کادمبری آ گئی..... اس نے آتے ہی کہا۔

"شہریار! میرے ساتھ آ جاؤ..... کالا بھجنگ بھتنا شنکر راؤ اس وقت گہری نیند سو رہا ہے۔"

اور کادمبری نے شہریار کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے لے کر ٹیلے کی طرف بڑھی..... شہریار نہ چاہنے کے باوجود اس کے ساتھ چل دیا..... وہ اسے ٹیلے کے خفیہ راستے سے لے کر نیچے اندھے غار میں آ گئی..... یہاں ایک جگہ اندھیرے میں ایک مشعل جل رہی تھی..... وہاں کوئی بھی نہیں تھا..... شہریار نے سرگوشی میں کہا۔

"یہاں تو کوئی نہیں ہے۔"

کادمبری نے بھی سرگوشی میں کہا۔

"وہ ساتھ والی کوٹھڑی میں ہے..... تم ٹھہرو میں تمہارے لئے وہ ترشول لاتی ہوں جس کی مدد سے تم شنکر راؤ کو ہلاک کرو گے..... یاد رکھنا ایک ہی وار کرنا اور ترشول شنکر راؤ کے سینے میں گھونپ دینا۔"

کادمبری یہ کہہ کر غائب ہو گئی..... اس کے غائب ہونے کے چند لمحوں کے بعد ہی ایسی آواز آنے لگی جیسے کوئی سانڈ غصے میں بپھرا چلا آ رہا ہو..... شہریار نے چونک کر اس طرف دیکھا جدھر سے یہ آواز آ رہی تھی..... اس کے دیکھتے ہی دیوار کے شگاف کے اندھیرے میں سے وہی کریہہ المنظر بھتنا شنکر راؤ نمودار ہوا..... اس کی گول گول آنکھوں کے ڈیلے باہر کو نکل رہے تھے..... منہ سے جھاگ بہہ رہا تھا اور چہرہ غصے میں اور زیادہ ڈراؤنا ہو گیا تھا۔

اس کے ہاتھ میں ترشول تھا..... شہریار فوراً سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ دھوکا ہوا ہے اور یہ دھوکا اسے کادمبری نے دیا ہے، کیونکہ شنکر راؤ کے پیچھے سے کادمبری بھی نمودار ہو گئی..... اس نے بلند آواز میں کہا۔

"سردار! اس ملیچھ کو ختم کر دو..... اس نے تمہاری پوتر مورتی کے ٹکڑے کر کے ہمارے کٹم پر ایسا بدنما داغ لگایا ہے کہ ہم اب سر اُٹھا کر نہیں چل سکتے۔"

سردار شنکر راؤ کھڑکھڑاتی آواز میں چیخ کر بولا۔

"کادمبری! میں اس ملیچھ کو ایک دم سے ختم نہیں کروں گا..... میں اس کو وہ

عبرت ناک سزا دوں گا کہ یہ ساری زندگی مرتا رہے گا اور پھر بھی نہیں مرے گا۔"

اور اس مکروہ بھتنے نے پوری طاقت سے ہاتھ میں پکڑا ہوا ترشول شہریار کی طرف پھینکا...... اس سے پہلے کہ شہریار اپنا بچاؤ کر سکتا...... ترشول اس کے سینے سے ٹکرایا...... وہی یہی سمجھا کہ ترشول اس کے سینے کے آر پار ہو گیا ہے اور وہ مر گیا ہے، لیکن اسے محسوس ہوا کہ وہ ہوش میں ہے اور زندہ ہے۔

مگر وہاں نہ کریہہ المنظر بھتنا ہے اور نہ مکار کادمبری ہی ہے...... وہ ایک کمرے کے فرش پر بالکل سیدھا لیٹا ہے...... اس کے سرہانے کی طرف لوبان سلگ رہا ہے...... اس کا جسم سفید چادر میں لپٹا ہوا ہے...... اس کے اُوپر پھولوں کے ہار پڑے ہیں...... اس کے اِردگرد سفید ساڑھیوں والی عورتیں سر جھکائے سوگ میں بیٹھی ہیں، ایک طرف سفید دھوتیوں اور سفید کرتوں والے آدمی سر جھکائے بیٹھے ہیں...... ان کے ماتھوں پر سیندور اور چندن کے تلک لگے ہیں...... سب خاموش ہیں...... کسی کسی وقت کسی عورت کے سسکیاں بھرنے کی آواز سنائی دے جاتی ہے۔

شہریار نے محسوس کیا کہ اس کا جسم پتھر کی طرح بے حس و حرکت ہے...... اس کی آنکھیں کھلی ہیں مگر ڈیلے پتھرائے ہوئے ہیں...... وہ سب کچھ دیکھ سکتا ہے...... سن سکتا ہے مگر نہ ہونٹ ہلا سکتا ہے اور نہ آنکھوں کے ڈیلوں کو گھما پھرا سکتا ہے...... اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اس کے نتھنوں میں روئی ٹھنسی ہوئی ہے...... کمرے میں بجلی کی بتیاں جل رہی ہیں، گویا یہ رات کا وقت ہے۔

شہریار کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ وہ مرا نہیں لیکن بظاہر مر چکا ہے اور وہ کسی ہندو گھرانے میں ہے جہاں گھر والے اسے اپنا ہی مردہ سمجھے ہوئے ہیں...... ایک بوڑھی عورت نے اُٹھ کر اس کے ساکت چہرے پر جھک کر ماتھے پر تلک لگایا اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے بولی۔

"رام پرکاش! یہ عمر تمہارے سورگباشی ہونے کی نہیں تھی...... تمہاری جگہ مجھے

موت آجاتی۔"

اور وہ روتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔

شہریار کی ایک بار تو رُوح کانپ اُٹھی...... اس کا مطلب تھا کہ کادمبری کے ساتھ مل کر کریہہ المنظر بھوت شنکر راؤ نے اس سے ایک عبرت ناک بلکہ اذیت ناک انتقام لیا تھا اور اسے شہر کے کسی مرے ہوئے رام پرکاش کے مردہ جسم میں داخل کر دیا تھا، جہاں وہ نہ پوری طرح زندہ تھا اور نہ پوری طرح مردہ تھا...... مردہ رام پرکاش کے جسم سے نکلنا تو دُور کی بات تھی وہ مردے کے جسم کے کسی حصے کو ذرا سی حرکت بھی نہیں دے سکتا تھا...... حقیقت میں یہ اس کا جسم نہیں تھا...... یہ شہر کے کسی ہندو نوجوان رام پرکاش کا مردہ جسم تھا جو کسی وجہ سے مر گیا تھا اور شہریار کو اس مردے کے جسم میں حلول کر دیا گیا تھا...... رام پرکاش کے مردے کی کریا کرم کی تیاریاں ہو رہی تھیں تو کیا وہ اس کے ساتھ ہی چیتا میں جل جائے گا؟ یہ سوچ کر ہی شہریار کی روح پر لرزہ طاری ہو رہا تھا...... اسے فوراً روشن ضمیر بزرگ کا خیال آگیا...... انہوں نے اسے سفوف پلانے کے بعد کہا تھا کہ تمہارے اندر کی طاقت پھر سے بیدار کر دی گئی ہے اور اب تم پر کسی بھی بدرُوح یا بھوت اور چڑیل کا وار اثر نہیں کرے گا...... اس کا مطلب تھا کہ وہ زندہ رہے گا، لیکن چیتا کی بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں تو وہ مردے کے ساتھ ہی جلے گا۔

اس اذیت سے اسے سوائے خدا کے اور کوئی نہیں بچا سکتا تھا...... شہریار دل ہی دل میں گڑگڑا، گڑگڑا کر خدا کے حضور اپنے گناہوں کی معافیاں مانگنے لگا...... اتنے میں وہاں بیٹھی سوگوار عورتیں اور سوگوار مرد آہستہ آہستہ اُٹھنا شروع ہو گئے...... مردے کو شمشان بھومی لے جا کر چیتا پر جلانے کا وقت ہو گیا تھا...... شہریار مردہ رام پرکاش کے وجود میں قید بانس کے بنے ہوئے ایک سٹریچر پر پڑا تھا...... جسے ہندو لوگ بھوپان کہتے ہیں۔

چار آدمیوں نے "رام نام ست" ہے "رام نام ست ہے" بولتے ہوئے مردے کا
بھوپان اُٹھالیا اور اسے لے کر مکان کے باہر آگئے...... باہر ایک کھلی گاڑی کھڑی
تھی...... مردے کا بھوپان اس میں رکھ دیا گیا...... کچھ سوگوار لوگ گاڑی میں مردے
کے دائیں بائیں بیٹھ گئے اور گاڑی مرگھٹ یعنی شمشان بھومی کی طرف چل پڑی......
ہندو مردے رام پرکاش کی آنکھیں ادھ کھلی تھیں...... شہریار کو وہ اپنی آنکھیں محسوس
ہو رہی تھیں...... وہ آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں...... ظاہر ہے مردے کی آنکھیں
پتھرائی ہوئی ہی ہوتی ہیں...... وہ اپنی آنکھوں کو دائیں بائیں حرکت نہیں دے سکتا
تھا...... شہریار چونکہ مردے کے جسم کے اندر زندہ حالت میں تھا اس لئے گاڑی میں
بھوپان کے اُوپر چت لیٹا دیکھ رہا تھا۔

گاڑی شہر کی ایک سڑک پر سے گزر رہی تھی...... سڑک کی سٹریٹ لائٹس
روشن تھیں...... سڑک پر دونوں جانب درخت تھے...... شہریار اُوپر درختوں کی جھکی
ہوئی شاخیں ہی دیکھ سکتا تھا...... گاڑی آہستہ آہستہ جا رہی تھی...... لگتا تھا کہ مردے
کے یعنی ارتھی کے جلوس کے آگے اور پیچھے بھی گاڑیاں تھیں...... کافی دیر تک چلتے
رہنے کے بعد ارتھی کی گاڑی ایک طرف مڑ کر رک گئی۔

شہریار یعنی رام پرکاش کی ارتھی کو گاڑی سے اتار کر ایک جگہ رکھ دیا گیا...... وہاں
پہلے سے کچھ مہنت اور سادھو لوگ بیٹھے منتر اور اشلوک وغیرہ کا جاپ کر رہے
تھے...... فضا میں لوبان کی بوجھل بو پھیلی ہوئی تھی...... شہریار نے بہت کوشش کی کہ
کسی طرح سے مردے کے جسم سے باہر نکل آئے مگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ
ہو سکا...... اس نے لوگوں کی گفتگو سنی...... اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ چتا تیار ہے......
کسی نے اُونچی آواز میں ایک اشلوک بول کر کہا۔

"بھوپان کو چتا پر ڈال دیا جائے۔"

اور شہریار کی ارتھی کو چار آدمیوں نے اٹھایا اور اسے ایک چبوترے پر لے

آئے...... وہاں بڑی بڑی سوکھی لکڑیوں کے کندے یعنی مُڈھ بچھے ہوئے تھے......
شہریار یعنی رام پرکاش کی ارتھی کو ان پر رکھ دیا گیا...... پھر ارتھی پر چاروں طرف سے
اور اُوپر کی طرف سے لکڑیاں رکھی جانے لگیں...... شہریار رام پرکاش کے مردہ جسم
کے اندر پوری طرح سے زندہ تھا...... وہ پورے ہوش و حواس میں تھا اور اپنے آپ کو
پوری طرح سے زندہ محسوس کر رہا تھا...... اس کی حالت اس پرندے کی طرح تھی جو
لوہے کے پنجرے میں بند ہو اور اس کے چاروں طرف بھڑکتے ہوئے آگ کے شعلے
پنجرے کی طرف بڑھ رہے ہوں...... وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا، پھڑپھڑا رہا
تھا...... مردے کے جسم کو توڑ کر اس کے اندر سے نکل جانا چاہتا تھا، مگر بے بس تھا۔

جب چتا کی لکڑیاں چن دی گئیں...... چتا تیار ہو گئی تو لکڑیوں کے اوپر گھی ڈالا
جانے لگا تاکہ لکڑیاں جلد آگ پکڑ سکیں...... شہریار کو دیسی گھی کی بو آنے لگی...... جب
چتا کی لکڑیاں گھی سے تر ہو گئیں تو مرگھٹ کے مہنت نے کہا۔

"سورگباشی کا بیٹا آگے آ کر چتا کو اگنی دیوی کے حوالے کرے۔"

ایک لانبے قد کا دُبلا پتلا لڑکا جس کا سر منڈا ہوا تھا، ہاتھ میں جلتی ہوئی لکڑی لے
کر چتا کے پاس آیا اور اس نے چتا کے چاروں طرف پھر کر لکڑیوں کو آگ دکھا دی......
لکڑیاں گھی میں تربتر تھیں...... فوراً انہیں آگ لگ گئی اور چتا جلنے لگی...... شہریار کا دم
گھٹنے لگا...... اسے سانس لینا دشوار ہو گیا...... چتا میں دیکھتے دیکھتے شعلے بھڑکنے لگے......
آگ نے رام پرکاش کے مردے کو جلانا شروع کر دیا...... شہریار کو محسوس ہوا کہ اس کا
جسم جل رہا ہے۔

اس کے اندر سے بے اختیار ایک دلدوز چیخ نکل گئی۔

چیخ کے ساتھ ہی جیسے شہریار جلتے ہوئے مردے کے جسم سے نکل کر چتا کے اوپر
دس بارہ فٹ تک بلند ہو گیا...... شہریار نے دیکھا کہ اس کا جسم غائب تھا اور وہ ہوا کی
طرح ہلکا تھا اور چتا کے اُوپر تیر رہا تھا...... شہریار نے اپنی قوت ارادی سے اپنے آپ کو

جلتی ہوئی چتا سے دُور کر دیا اور پھر آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا...... اگرچہ شہریار کا جسم غائب تھا...... وہ اپنے جسم کو دیکھ نہیں سکتا تھا، لیکن اسے اپنے جسم کا پورا احساس تھا...... اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنا بازو ہلا رہا ہے، اپنی ٹانگیں ہلا رہا ہے، لیکن اس کا جسم اتنا بوجھل ہو گیا تھا کہ وہ بڑی مشکل سے اپنے پاؤں اُٹھا سکتا تھا۔

وہ جلتی ہوئی چتا سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑا تھا...... اسے چتا کے شعلوں کا سیک محسوس ہو رہا تھا...... اس نے خود کو ایک دھکا دیا اور آہستہ آہستہ چلتا چتا سے دُور شمشان گھاٹ کے دروازے کے پاس آ گیا...... وہ اس منحوس جگہ پر ایک پل بھی نہیں رُکنا چاہتا تھا...... وہ گیٹ سے باہر نکل کر ایک طرف کو چل پڑا...... یہ چھوٹی سی سڑک تھی جس پر کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی...... شہریار کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا، مگر وہ اب سب کو دیکھ سکتا تھا...... اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے خواب میں چل رہا ہے...... وہ پوری طرح سے ہوش و حواس میں تھا اور اس کی یادداشت سب زندہ سلامت تھی...... اسے اپنی حالت پر رحم بھی آ رہا تھا اور وہ اپنی اس حالت سے خوف زدہ بھی تھا کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا ہے اور وہ کب تک اس حالت میں رہے گا۔

اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ کون سا شہر ہے...... لگتا تھا کہ کوئی بڑا شہر ہے...... سڑک پر سے دو تین نئے ماڈل کی کاریں گزرتی اس نے دیکھی تھیں...... اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے چل رہا ہے...... اگرچہ اسے اس میں کوئی دقت محسوس نہیں ہو رہی تھی، مگر اسے سخت اُلجھن ہو رہی تھی...... زندگی میں وہ کبھی اس حالت میں نہیں چلا تھا...... رات کتنی گزر چکی تھی...... کتنی باقی تھی، اسے اس کا بھی کوئی اندازہ نہیں تھا...... وہ جس چھوٹی سی سڑک پر چل رہا تھا وہ آگے جا کر ایک طرف کو مڑ گئی...... وہاں اسے سڑک کے قریب ہی ایک مکان دکھائی دیا...... شہریار نے قریب آ کر دیکھا...... مکان کے دروازے پر تالا لگا تھا...... اس کا مطلب تھا کہ مکان میں جو لوگ رہتے تھے وہ کہیں گئے ہوئے تھے...... وہ کسی جگہ کم از کم رات گزارنا چاہتا

تھا...... صرف دن کی روشنی میں اسے پتہ چل سکتا تھا کہ وہ کون سے شہر میں ہے اور اسے کس طرف فرار ہونا چاہئے۔

اس کا خیال تھا کہ اگرچہ وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتا، لیکن بند دروازے میں سے وہ نہیں گزر سکے گا، لیکن جب اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ دروازے کی دوسری طرف نکل گیا...... بند دروازے نے اسے نہیں روکا تھا...... وہ مکان میں داخل ہو گیا...... یہ دو منزلہ مختصر سا مکان تھا...... اندر کافی سازوسامان پڑا تھا...... شہریار کو ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی...... وہ تو کسی جگہ بیٹھ کر باقی رات گزارنا چاہتا تھا...... مکان کی پہلی منزل کا پچھلا کمرہ تھا جہاں صرف ایک خالی پلنگ ہی بچھا ہوا تھا...... اندھیرا تھا، مگر شہریار کو اندھیرے میں سب کچھ نظر آ رہا تھا...... وہ پلنگ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہئے...... کادمبری سے اس کو مدد کی توقع تھی اور اس نے اسے دھوکا دیا تھا...... وہ مکروہ بھتنے شنکر راؤ کی آلہ کار تھی اور اس کی وجہ سے وہ اس مصیبت میں گرفتار ہوا تھا۔

اس اعتبار سے وہاں سبھی اس کے دشمن تھے...... دوست اور ہمدرد کوئی نہیں تھا...... صرف ایک شخصیت روشن ضمیر بزرگ کی تھی جنہوں نے اسے کوئی برکت والا سفاف پلا کر بدرُوحوں اور ان کے سردار شنکر راؤ کے ہلاکت خیز حملے سے بچا لیا تھا، لیکن روشن ضمیر بزرگ بھی غائب ہو چکے تھے...... صرف خدا کی ذات ہی تھی جو اس کی مدد کر سکتی تھی...... وہ خدا کے حضور سر جھکا کر اپنے برے اعمال کی معافی مانگنے لگا اور اس پر رقت طاری ہو گئی...... اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ رونے لگا...... رونے سے اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا...... اتنے میں اسے آہٹ سنائی دی...... جیسے کمرے میں کوئی داخل ہوا ہو...... اس نے نظریں اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا...... اسے اندھیرے میں دروازے کے پاس ایک لڑکا نظر آیا...... شہریار حیران ہوا کہ یہ لڑکا اس خالی مکان میں کہاں سے اور کیسے آ گیا ہے۔

لڑکا شہریار کے نزدیک آیا تو معلوم ہوا کہ اس کی چھوٹی چھوٹی مونچھیں ہیں اور سر میں سے ایک چھوٹا سینگ نکلا ہوا ہے...... شہریار نے سوچا کہ یہ ضرور کوئی جن ہے جو اس مکان میں رہتا ہے...... اس نے اس لڑکے سے پوچھا۔

"تم کون ہو اور میرے پاس کس لئے آئے ہو؟ تم نے مجھے اس حالت میں بھی دیکھ لیا ہے...... اس کا مطلب ہے کہ تم ضرور کوئی جن یا بھوت ہو۔"

لڑکے نے کہا۔

"میں بونا گندھرو ہوں اور اس مکان میں رہتا ہوں...... میں تمہیں یہ کہنے آیا ہوں کہ یہاں سے جتنی جلدی نکل سکتے ہو نکل جاؤ...... یہاں تمہاری جان کو خطرہ ہے۔"

شہریار بولا۔

"مگر میں کہاں جاؤں؟ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں۔"

بونے گندھرو نے کہا۔

"یہاں تمہارے لئے خطرہ ہے...... تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے مجھے معلوم ہے...... یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

شہریار نے کہا۔

"تمہیں مجھ سے ہمدردی کس لئے ہے...... مجھے تو تم بھی میرے دشمن لگتے ہو۔"

بونا گندھرو بولا۔

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے...... اس سے پہلے کہ تم کسی بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ، یہاں سے فرار ہو جاؤ۔"

"مگر میں کہاں جاؤں؟ میں جہاں جاؤں گا وہ لوگ مجھے پکڑ لیں گے۔"

بونا گندھرو کہنے لگا۔

"یہاں سے دکھن کی طرف جنگل ہے...... جنگل میں داخل ہو گے تو ایک مڑھی نظر آئے گی...... اس مڑھی کے پیچھے ایک اندھا کنواں ہے...... اس کنوئیں میں اتر کر

چھپ جاؤ...... اگر تین راتیں تم وہاں چھپے رہے تو پھر تمہارے دشمن اس شہر سے نکل کر کسی دوسرے شہر چلے جائیں گے...... پھر تم اسی مکان میں میرے پاس آ جانا...... میں تمہیں تمہاری اصلی حالت میں لانے اور تمہیں تمہارے ملک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

شہریار نے کہا۔

"تم یہ کام اس وقت کیوں نہیں کرتے؟"

بونا گندھرو بولا۔

"جب تک شکنتال کا پجاری شنکر راؤ اس شہر میں موجود ہے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا...... وقت ضائع نہ کرو اور جیسے میں کہتا ہوں ویسے کرو...... جاؤ۔"

اور بونا گندھرو غائب ہو گیا...... شہریار سوچنے لگا کہ اسے بونے گندھرو کی ہدایت پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں...... وہ اس کافر بونے گندھرو پر کیسے یقین کر سکتا تھا...... یہاں تو سبھی کافر لوگ تھے اور یہ اس کی جان کے دشمن تھے...... پھر اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے یہ گندھرو کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ کا دشمن ہو اور اسے اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے نہ دیکھنا چاہتا ہو...... اس نے سوچا کہ اس مکان میں بھی وہ محفوظ نہیں ہے...... بہتر یہی ہے کہ وہ بونے گندھرو کے مشورے پر عمل کر کے جنگل والے کنوئیں میں جا کر چھپ جائے...... آگے جو ہو گا اس کی قسمت ہے۔

یہ فیصلہ کر کے شہریار اس مکان سے باہر آیا اور اس کے عقب میں آ کر دکھن یعنی جنوب کی طرف چلنے لگا...... اس کی رفتار بہت ہلکی تھی...... اسے جنگل میں پہنچتے پہنچتے کافی وقت لگ گیا...... جنگل میں داخل ہونے کے بعد اسے ایک جگہ درختوں کے نیچے چبوترے پر ایک مڑھی بنی ہوئی دکھائی دی...... وہ اس کے پیچھے چلا گیا...... وہاں ایک بہت گھنا درخت تھا...... اس درخت کے سائے میں ایک کنواں تھا...... شہریار نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا...... کنواں واقعی ویران اور اندھا تھا...... یعنی اس میں پانی

نہیں تھا اور تہہ میں جھاڑ جھنکاڑ کے سوا اور کچھ نہیں تھا...... شہریار کنوئیں میں اتر کر اس کی تہہ میں آگیا اور درختوں کی ٹوٹی ہوئی شاخوں پر بیٹھ گیا...... بونے گندھرو کی ہدایت کے مطابق اسے اس کنوئیں میں تین راتیں گزارنی تھیں...... شہریار نے آنکھیں بند کر لیں اور خدا کو یاد کرنے لگا۔

اندھے کنوئیں کے باہر رات ڈھلنے لگی تھی...... اس وقت وہاں سے دور ویران ٹیلے کے اندر شنکر راؤ کے خفیہ آشرم کی ایک کوٹھڑی میں کریہہ المنظر بھتنا شنکر راؤ چوکی پر بیٹھا تھا...... اس کے سامنے کادمبری بیٹھی تھی...... درمیان میں ایک تھالی میں لوبان سلگ رہا تھا...... بھتنا شنکر راؤ اپنے گول گول باہر کو نکلے ہوئے ڈیلوں سے لوبان کے اُوپر کو اُٹھتے ہوئے دھوئیں کی لکیر کو دیکھ رہا تھا...... وہ اپنی کھڑکھڑاتی آواز میں کوئی منتر بول رہا تھا...... لوبان کے دھوئیں کی لکیر آہستہ آہستہ پھیکی پڑنے لگی اور پھر غائب ہو گئی۔

بھتنے شنکر راؤ نے حلق سے ہلکی سی چیخ کی آواز نکال کر کہا۔

"چتا کی آگ ٹھنڈی ہو گئی ہے...... میرے دشمن کی ہڈیاں بھی ٹھنڈی ہو گئی ہیں...... چلو، دشمن کی ہڈیاں اُٹھا لانے کا سمے ہو گیا ہے...... میرے ساتھ شمشان گھاٹ پر آؤ۔"

بھتنے شنکر راؤ نے چوکی سے اُٹھ کر اپنے سینگوں والے سر کو زور سے دو تین بار دائیں بائیں جھٹکے دیئے اور غائب ہو گیا...... اس کے غائب ہونے کے بعد کادمبری بھی غائب ہو گئی۔

دوسرے لمحے یہ دونوں بدروحیں شہر کے اس شمشان گھاٹ پر پہنچ گئیں، جہاں شروع رات کو رام پرکاش نامی ہندو نوجوان کی لاش کو جلایا گیا تھا...... چتا کی آگ ٹھنڈی پڑ چکی تھی...... شنکر راؤ چبوترے پر چڑھ گیا اور چتا کی اس جانب آگیا جدھر مردے کا سر لکڑیوں کے اُوپر ٹکایا گیا تھا...... بھتنے نے چھڑی سے راکھ کو کرید کر مردے رام پرکاش کی کھوپڑی نکال کر اپنے ہاتھ میں اٹھائی اور اسے غور سے دیکھنے

لگا...... کادمبری اس کے پاس خاموش کھڑی تھی...... وہ بھی مردے کی کھوپڑی کو دیکھ رہی تھی جو سیاہ پڑ چکی تھی...... اچانک بھتنے شنکر راؤ کے حلق سے ایک پھنکاری نکلی اور اس نے غضبناک ہو کر کہا۔

"یہ میرے دشمن کی کھوپڑی نہیں ہے...... وہ چتا میں رام پرکاش کے مردے کے ساتھ نہیں جلا...... یہ کیسے ہو گیا؟ کادمبری! تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔"

کادمبری شنکر راؤ کے غضب کی وجہ سے کانپنے لگی...... بولی۔

"سردار! یہ نہیں ہو سکتا...... تمہارے دشمن ملنش شہریار کو میں نے خود رام پرکاش کے مردے کے اندر قید کیا تھا۔"

بھتنا شنکر راؤ چیخا۔

"پھر وہ کہاں چلا گیا...... یہ کھوپڑی بتا رہی ہے کہ جب چتا کو آگ لگائی گئی تھی تو میرا دشمن رام پرکاش کے مردے کے اندر نہیں تھا۔"

کادمبری نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"سردار! مجھے شما کر دو...... اس میں میرا قصور نہیں ہے۔"

بھتنے شنکر راؤ نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کس کا دوش ہے؟ لگتا ہے کہ اس مسلمان کے اندر اس کے ایمان کی شکتی نشٹ نہیں ہوئی تھی...... اسی شکتی کی وجہ سے وہ رام پرکاش کے مردے کے اندر سے نکلنے میں کامیاب ہوا ہے۔"

کادمبری نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"سردار! میں شکتال دیوتا کی پشت کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے اس مسلمان شہریار کے اندر سے اس کی شکتی کو نشٹ کرنے کے لئے اپنے سامنے اسے سمپورن سانپ سے ڈسوایا تھا۔"

"پھر اس کی ایمان کی شکتی نشٹ کیوں نہیں ہوئی؟ مکروہ بھتنا شنکر راؤ چیخا۔" کیا

تمہیں وشواش ہے کہ وہ سانپ ناگ دیوتا کا سمپورن سانپ ہی تھا؟"

"مجھے پورا وشواش ہے سردار۔" کادمبری نے کہا۔ "وہ سمپورن سانپ ہی تھا..... میں کیسے دھوکا کھا سکتی ہوں۔"

بھتنے شنکر راؤ نے رام پرکاش نامی ہندو کی کھوپڑی زور سے چتا کی راکھ میں پٹخ دی..... غصے کے عالم میں اس کے منہ سے عجیب ڈراؤنی آوازیں نکلنے لگی تھیں۔

"کادمبری! تم نے میرے ساتھ دشمنی کی ہے..... تم نے میرے دشمن کو بھگا دیا ہے..... میں تمہیں ایک سپتاہ (ہفتے) کی مہلت دیتا ہوں..... اگر ایک سپتاہ کے بعد تم میرے دشمن کو میرے آشرم میں نہ لائیں تو میں تمہیں ہر رات قتل کروں گا اور ہر رات تمہارے جسم کے ٹکڑے کر کے ناگ دیوتا کے زہریلے سانپوں کے آگے ڈال دیا کروں گا..... جاؤ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

کادمبری وہیں سر جھکا کر بیٹھ گئی..... شنکر راؤ بھتنے نے ایک دہشت ناک چیخ ماری اور غائب ہو گیا..... کادمبری کچھ دیر تک اسی حالت میں سر جھکائے بیٹھی رہی..... اسے اپنا ہولناک انجام صاف نظر آرہا تھا..... پہلے سردار بھتنا اسے مہینے کی صرف ایک رات کو قتل کرتا تھا اور دوسرے دن اسے پھر سے اپنے کالے جادو کے زور سے زندہ کر دیتا تھا..... کادمبری کو صرف ایک بار اپنے قتل ہونے کی کرب ناک اذیت اٹھانی پڑی تھی، لیکن اب اگر وہ شہریار کو قابو کرنے میں کامیاب نہیں ہوتی اور وہ بھی ایک ہفتے کے اندر اندر تو اسے ہر روز قتل ہونا تھا..... اسے قتل کے علاوہ اپنے جسم کے ٹکڑے ہونے کی اذیت کو اور اس کے بعد سمپورن سانپوں کی خوراک بننے کی ناقابل برداشت اذیت کو بھی برداشت کرنا تھا..... کادمبری کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ کے قبضے میں تھی، اس نے شکتال دیوتا کے مندر میں اس کے سب سے بڑے پجاری کا اس وقت خون کر دیا تھا جب وہ اسے اپنی کوٹھڑی میں لے جا کر اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا..... شکتال دیوتا نے غضبناک ہو کر کادمبری کو سراپ (بددعا) دیا تھا کہ تم زندہ

حالت میں مردہ بن جاؤ گی اور تمہاری بدروح کو میں بدروحوں کے سب سے خطرناک کٹم کے سردار شنکر راؤ کے حوالے کرتا ہوں جو تم سے میرے پجاری کے خون کا اس طرح بدلہ لے گا کہ تمہیں وہ مہینے کی اسی رات کو قتل کرے گا جس رات تم نے میرے پجاری کا خون کیا تھا..... اس طرح تم جنم جنم میں قتل ہوتی رہو گی۔

تب سے لے کر آج تک کادمبری خطرناک اور ظالم بدروحوں کے کٹم کے سردار بھتنے شنکر راؤ کی قید میں تھی جو اسے ہر ماہ زندہ حالت میں لا کر قتل کرتا تھا اور اس کی لاش کو تڑپنے کے بعد غائب کر کے دوسرے دن اس کو بدروح کی شکل میں زندہ کر دیتا تھا..... یہ عذاب کادمبری دس سال سے سہہ رہی تھی..... وہ یہ ہولناک اذیت برداشت کرنے پر مجبور تھی، کیونکہ اس کے پاس اتنی شکتی نہیں تھی کہ سردار شنکر راؤ کی قید سے فرار ہو سکے..... سردار شنکر راؤ نہ صرف کادمبری کو خود قتل کرتا تھا بلکہ اس سے اپنے دشمنوں کو بھی قتل کرواتا تھا..... وہ شہریار کو بھی کادمبری کے ہاتھوں اب تک قتل کروا چکا ہوتا، کیونکہ شہریار نے شنکر راؤ کی مورتی چرا کر صراف کے ہاتھ فروخت کر دی تھی جس نے اس کو پگھلا کر اس کے ٹکڑے کر دیئے تھے..... شنکر راؤ اپنی مورتی کو اسی حالت میں واپس نہیں لا سکتا تھا..... وہ صرف اس کے ہیولے کو ظاہر کر سکتا تھا..... مورتی کا یہی وہ ہیولا تھا جو شہریار کے پاس رات کو اس کے ہوسٹل کے کمرے میں نمودار ہوا تھا..... شنکر راؤ اسی وقت شہریار کو قتل کر کے اس کی لاش کے ٹکڑے اڑا دیتا لیکن اس کا یہ دشمن یعنی شہریار اتفاق سے یا خوش قسمتی سے مسلمان تھا اور ایک کلمہ گو مسلمان کو ہلاک کرنا شنکر راؤ کے لئے ناممکن تھا، چنانچہ اس نے کادمبری کو حکم دیا کہ وہ کسی طرح اس مسلمان نوجوان کے جسم کے اندر اس کی ایمان کی طاقت کو ختم کرنے کے بعد اسے شنکر راؤ کے آشرم میں زندہ یا مردہ حالت میں لے آئے تاکہ شنکر راؤ اپنے دشمن شہریار کو زندگی اور موت کی درمیانی حالت میں لٹکا کر اس سے اپنی مورتی کے نشٹ ہونے کا بدلہ لے سکے..... یہ تھی کادمبری کی بے بسی جس نے اسے

مجبور کر دیا تھا کہ وہ شہریار کو اپنے جال میں پھنسا کر اسے اپنے ظالم سردار کے آشرم میں زندہ یا مردہ حالت میں پیش کرے، حالانکہ وہ شہریار کو اسی لمحے سے پسند کرنے لگی تھی جب اس نے جہلم کی پہاڑیوں کے آسیبی مندر میں سردار کے سامنے رقص کرتے ہوئے شہریار کو دیکھا تھا، لیکن کادمبری نے شہریار کو پسند کرنے کے جذبات کا گلا گھونٹ دیا تھا، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے شہریار کے دل میں موجود اس کی ایمانی طاقت کو گہری نیند سلا کر اسے سردار کے آشرم میں پیش نہ کیا تو اس پر جنم جنم کا عذاب پڑ جائے گا اور وہ یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

کادمبری جلی ہوئی چتا کے پاس سر جھکائے بیٹھی یہی کچھ سوچ رہی تھی...... حقیقت میں وہ بدروح نہیں تھی...... وہ شکتال دیوتا کے مندر کی نرتکی تھی اور زندہ حالت میں تھی...... اسے اگر زندہ حالت میں شکتال دیوتا قتل کر دیتا تو شاید اس کی نجات ہو جاتی، لیکن شکتال دیوتا نے اپنے چہیتے پجاری کے خون کا بدلہ لینے کی خاطر کادمبری کو ہلاک نہیں کیا تھا، بلکہ اسے زندہ حالت میں مردہ بنا کر اس کو بدروح میں تبدیل کر کے مکروہ بھتنے سردار شنکر راؤ کے حوالے کر دیا تھا، جو اسے ہر مہینے کی ایک رات کو زندہ حالت میں لا کر قتل کرتا اور دوسرے دن اسے دوبارہ مردہ بدروح میں تبدیل کر دیتا تھا۔

یہ تھی کادمبری کی دلی کیفیات اور جذبات کی کشمکش جس میں وہ اس وقت بھی مبتلا تھی جب اس نے پہلی بار شہریار کو دیکھا تھا اور اس وقت بھی اس کے جذبات کی یہی حالت تھی جب اس نے شہریار کی ایمانی طاقت کو گہری نیند سلانے کے لئے اس کو ناگ دیوتا کے سمپورن سانپ سے ڈسوایا تھا...... افسوس کادمبری کو اس بات کا تھا کہ شہریار اس کے جذبات محبت اور اس کی ذہنی حالت سے بے خبر ہی نہیں تھا بلکہ یقیناً اسے دھوکے باز اور مکار سمجھ رہا ہوگا، کیونکہ اس نے اسے اپنے دام محبت میں پھنسا کر دشمن شنکر راؤ کے حوالے کر دیا تھا۔

ایسے ہی خیالات اور جذبات کے تلاطم میں کبھی ڈوبتی، کبھی ابھرتی نرتکی کادمبری چتا کے چبوترے سے نیچے اتر آئی...... اس کے پاس صرف سات دن تھے...... ان سات دنوں میں اسے شہریار کو تلاش کر کے شنکر راؤ کے حوالے کرنا تھا...... دوسری صورت میں جنم جنم کے واسطے اپنے آپ کو ایک ایسے عذاب کے جہنم میں جھونک دینا تھا جس کے تصور ہی سے ہر ہندو عورت کی آتما تک کانپتی تھی...... شہریار اس کو پسند تھا لیکن محض اپنی ایک پسند کی خاطر وہ خود کو جہنم کے حوالے بھی نہیں کر سکتی تھی...... وہ یہ طے کر کے اٹھی تھی کہ وہ شہریار کو تلاش کرنے کی سرتوڑ کوشش کرے گی اور پھر اسے کسی آلوپ منتر سے اپنے قابو میں کر کے کم از کم اس مرتبہ تو ضرور سردار کو پیش کرے گی...... اس کے بعد کچھ اور سوچے گی کیونکہ وہ اکیلی سردار شنکر راؤ اور شکتال دیوتا کی شکتی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

اس وقت تک صبح ہو گئی تھی مگر آسمان پر بادلوں کی وجہ سے دن کی روشنی دھندلی اور پھیکی تھی...... کادمبری بدروح کے روپ میں ہونے کی وجہ سے دوسروں کی نظروں سے اوجھل تھی...... وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس حالت میں جبکہ کادمبری نے شہریار کو خود اپنی زبان سے اجازت نہ دے رکھی ہو...... شہریار بھی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا...... اتنے میں وہاں رات کے جلے ہوئے مردے رام پرکاش کے پھول (ہڈیاں اور راکھ) لے جانے کے لئے اس کے رشتے دار بھی آ گئے...... وہ مہنت ان کے ساتھ تھا...... وہ چتا کے چبوترے پر چڑھ کر جلی ہوئی چتا میں سے راکھ اور ہڈیاں نکال نکال کر کانسی کے مرتبان میں ڈالنے لگے...... کادمبری ایک طرف کھڑی انہیں دیکھنے لگی۔

جب وہ لوگ مردے کی ہڈیاں وغیرہ لے کر چلے گئے تو کادمبری دوبارہ چبوترے پر آ گئی...... اس نے دیکھا کہ چتا کی راکھ میں ایک جگہ مردے کی چھوٹی سی ہڈی پڑی تھی...... کادمبری نے وہ ہڈی اٹھائی اور اسے سونگھا، چونکہ اس مردے رام پرکاش کے جسم میں شہریار ایک بار داخل ہو چکا تھا...... اس وجہ سے مردے کی ہڈیوں میں شہریار

کے جسم کی بو رچ بس گئی تھی...... یہ بڑی مدہم بو تھی اور اسے صرف کادمبری کی بدرُوح ہی سونگھ سکتی تھی...... شہریار کے جسم کی بو کو اپنے ذہن میں محفوظ کرنے کے بعد اس نے ہڈی وہیں پھینک دی اور پھر زمین سے چار پانچ فٹ بلند ہو کر اس نے فضا کو چاروں طرف منہ کر کے سونگھا...... اسے دکھن کی طرف سے شہریار کے جسم کی بالکل ویسی ہی بو آتی محسوس ہوئی...... یہ بو اگرچہ بڑی ہلکی اور پھیکی تھی لیکن اس بو نے اس بات کی نشاندہی کر دی تھی کہ مردے کے جسم سے نکلنے کے بعد وہ دکھن کی طرف یعنی جنوب کی طرف ہی گیا ہے۔

نرتکی کادمبری کی بدرُوح دکھن کی طرف چل پڑی۔

وہ فضا میں بڑی دھیمی رفتار کے ساتھ تیرتی ہوئی جا رہی تھی اور شہریار کے جسم کی بو کی سمت کو ہی جا رہی تھی...... یہ بو اسے شمشان گھاٹ سے کچھ فاصلے پر اس جگہ لے آئی جہاں چھوٹی سڑک ایک طرف کو گھوم جاتی تھی...... وہ رُک گئی...... اس نے دیکھا کہ سڑک پار چھوٹی سی کھلی جگہ میں ایک مکان کی عمارت کھڑی تھی...... شہریار کی بو اسی مکان کی طرف سے آ رہی تھی...... کادمبری تیزی سے مکان کی طرف بڑھی۔

مکان کے باہر تالا پڑا تھا...... یہ وہی مکان تھا جس میں داخل ہونے کے بعد شہریار کو بونا گندھرو ملا تھا...... کادمبری مکان میں داخل ہو گئی...... مکان کے اندر بھی شہریار کی دھیمی بو آ رہی تھی...... اس نے مکان کے ایک ایک کمرے ایک ایک کوٹھڑی کی تلاشی لی، مگر شہریار اسے کہیں نظر نہ آیا، مگر بونے گندھرو نے کادمبری کو دیکھ لیا تھا...... کادمبری کو بونا گندھرو بھی دکھائی نہیں دے سکا تھا...... اس کی وجہ یہ تھی کہ گندھرو خود ایک بدرُوح تھی اور ان کا قبیلہ بدرُوحوں کے شنکر راؤ والے قبیلے سے ایک درجے اونچا قبیلہ تھا، لیکن شکتی اور طاقت شنکر راؤ کے قبیلے کے پاس گندھرو قبیلے سے زیادہ تھی اور یہی شکتی شنکر راؤ نے کادمبری کو دی ہوئی تھی۔

بونا گندھرو کو معلوم تھا کہ کادمبری شنکر راؤ کے حکم پر شہریار کو قبضے میں کرنے کے لئے آئی ہے اور وہاں تک اسے شہریار کے بدن کی بو لے آئی ہے...... وہ شہریار کو ان سنگدل اور منش جاتی کی دشمن بدرُوحوں سے بچانا چاہتا تھا...... اس نے پہلا کام یہ کیا کہ زور سے سانس اُوپر کو کھینچ کر فضا میں سے شہریار کی بو کو غائب کر دیا...... اس کے بعد مکان سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگا...... کادمبری کو سانس لیتے لیتے اچانک محسوس ہوا کہ مکان کی فضا میں سے تھوڑی دیر پہلے جو شہریار کی بو آ رہی تھی وہ اب نہیں آ رہی، اس نے حیران ہو کر چاروں طرف دیکھا، مگر اسے وہاں کوئی اپنے ایسی بدرُوح دکھائی نہ دی، کیونکہ یہ بو صرف ایک بدرُوح ہی غائب کر سکتی تھی...... وہ سوچ میں پڑ گئی کہ ایسا کس طرح سے ہوا ہے؟

شہریار کے جسم کی بو ایک دم سے اپنے آپ غائب نہیں ہو سکتی تھی...... وہ مکان کے باہر نکل آئی...... باہر کی فضا میں بھی شہریار کی بو غائب تھی...... اتنا سُراغ اسے مل گیا تھا کہ شہریار ایک ہیولے کی شکل میں رام پرکاش کے مردے کے جسم سے نکلنے کے بعد اس مکان میں ضرور آیا تھا اور پھر وہاں سے کسی دوسری طرف چلا گیا...... کادمبری نے دیکھا کہ دکھن کی جانب جنگل کے درختوں کی قطار تھی...... اس نے خیال کیا کہ شہریار شنکر راؤ کے انتقام سے بچنے کی خاطر ضرور اس جنگل میں جا کر کسی جگہ چھپ گیا ہو گا...... وہ جنگل کی طرف تیزی سے اُڑی اور پھر جنگل کے گھنے درختوں کے درمیان اتر آئی۔

اس وقت بونا گندھرو جنگل میں مڑھی کے اندھے کنوئیں میں اُتر چکا تھا...... شہریار اندھے کنوئیں میں ہیولے کی شکل میں جسے گندھرو بونا ہی دیکھ سکتا تھا، کنوئیں کی دیوار کے ساتھ لگ کر سر جھکائے بیٹھا تھا...... شہریار کو بونے گندھرو کی موجودگی کا احساس نہ ہوا...... بونا گندھرو اس کے قریب جا کر بولا۔

جلدی سے باہر آ جاؤ...... تمہاری دشمنی کادمبری نرتکی کی بدرُوح تمہاری تلاش

میں یہاں پہنچنے ہی والی ہے۔"

شہریار نے بونے گندھرو کی آواز پہچان لی تھی...... بونا اس کے سامنے انسانی شکل میں ظاہر ہو گیا...... تب شہریار نے گھبرائے ہوئے پوچھا۔

"وہ یہاں کیسے پہنچ گئی ہے؟"

بونے گندھرو نے کہا۔

"یہ سب کچھ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا......اس وقت تمہاری جان خطرے میں ہے...... جلدی سے میرے ساتھ آؤ۔"

شہریار نے اُٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں تمہارے ساتھ کہاں آؤں...... ہم تو دونوں تنگ و تاریک اندھے کنوئیں میں ہیں۔"

بونے گندھرو نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"سوال جواب نہ کرو، جس طرف میں جاؤں میرے پیچھے آجاؤ۔"

اور بونا تیزی سے کنوئیں میں اُوپر اُٹھنے لگا...... اپنی شکتی سے شہریار بھی نظر نہ آنے والے ہیولے کی شکل میں کنوئیں سے باہر آگیا...... باہر بونا اس کے انتظار میں تھا...... جیسے ہی شہریار کا ہیولا کنوئیں سے باہر آیا...... اس نے شہریار سے کہا۔

"میرے پیچھے دوڑو۔"

شہریار بولا۔

"میں دوڑ بھاگ نہیں سکتا۔"

بونے گندھرو نے شہریار کا بازو پکڑا اور اسے ساتھ لے کر فضا میں ایک طرف کو اُڑ گیا...... مگر بونے گندھرو کی رفتار بھی کوئی اتنی زیادہ نہیں تھی، اس نے شہریار کے بچاؤ کی خاطر اتنا ضرور کیا کہ فضا میں ایک بار پھر زور سے سانس اُوپر کو کھینچا اور فضا میں شہریار کے جسم کی جو بو رچی ہوئی تھی وہ غائب ہو گئی۔

دوسری جانب کادمبری بھی جنگل میں اسی اندھے کنوئیں کی طرف آرہی تھی، کیونکہ شہریار کی بو اسی اندھے کنوئیں کی جانب سے آرہی تھی...... جیسے ہی وہ کنوئیں والی مڑھی کے قریب پہنچی فضا میں سے شہریار کی بو ایک دم غائب ہو گئی...... کادمبری فوراً سمجھ گئی کہ شہریار کو پتہ چل گیا ہے کہ کادمبری اس کے جسم کی بو لیتی اس کی طرف بڑھ رہی ہے، لیکن کادمبری جانتی تھی کہ شہریار میں اپنے جسم کی بو غائب کرنے کی شکتی (طاقت) نہیں ہے...... اس سے صاف ظاہر تھا کہ شہریار کے ساتھ کوئی دوسری بدرُوح موجود ہے جو اس کی دوست ہے اور اسے کادمبری سے بچا کر لے جانے کی کوشش کر دی ہے اور شہریار کے جسم کی بو اسی نے غائب کی ہے۔

کادمبری کے پاس سردار شنکر راؤ کے ذریعے سے ملی ہوئی شکتال دیوتا کی ایک خاص طاقت بھی تھی...... اس نے فوراً اپنی تیسری آنکھ کھول کر دیکھا...... تیسری آنکھ کے کھلتے ہی کادمبری کو فضا میں سینکڑوں ہزاروں چیزیں نظر آنے لگیں...... ان میں کیڑے مکوڑوں کی روحیں بھی تھیں مگر شہریار کا ہیولا یا اس کے کسی ساتھی کی بدرُوح اسے کہیں نظر نہ آئی...... جب کہ وہ دونوں یعنی شہریار اور بونا گندھرو اسی فضا میں ایک طرف پرواز کرتے جا رہے تھے، لیکن چونکہ گندھروں کا کٹم سردار شنکر راؤ اور شکتال دیوتا کے کٹم قبیلے سے زیادہ برتر اور شکتی والا قبیلہ تھا، اس لئے کادمبری بونے گندھرو کو نہ دیکھ سکی...... شہریار کو بھی وہ اس لئے نہ دیکھ سکی کیونکہ شہریار کا بازو بونے گندھرو نے پکڑ رکھا تھا۔

کادمبری وہیں کنوئیں والی مڑھی پر رُک گئی اور انتظار کرنے لگی کہ کب شہریار کی بو دوبارہ آتی ہے، لیکن اس وقت تک بونا گندھرو شہریار کو لے کر وہاں سے دُور جا چکا تھا۔ آگے ایک دریا تھا جو پہاڑیوں کے درمیان بہہ رہا تھا...... ان پہاڑیوں کے اندر ایک جگہ گندھرو قبیلے والوں کا چھوٹا سا مندر تھا...... کبھی اس مندر میں آکاش کے گندھرو اتر کر گانے بجاتے اور پوجا پاٹھ کیا کرتے تھے، مگر ایک ہزار سال سے یہ مندر کسی وجہ سے

ویران ہو گیا ہوا تھا اور اب وہاں سوائے گندھروں کی ایک دیوی سرسوتی دیوی کے بت کے اور کچھ نہیں تھا...... بونا گندھرو شہریار کو لے کر پہاڑی کے اندر اس مندر میں آ گیا۔ مندر میں چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں...... اس نے شہریار کو ایک کوٹھڑی میں بٹھایا اور بولا۔

"تمہارے دشمن شنکر راؤ کی نرتکی کادمبری یہاں نہیں آئے گی۔"

شہریار کہنے لگا۔

"لیکن جب میں یہاں سے باہر نکلوں گا تو ضرور موجود ہو گی اور مجھے پکڑ لے گی۔"

بونا گندھرو بولا۔

"تم چینتا نہ کرو...... جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا۔"

شہریار نے کہا۔

"لیکن تم ہر وقت تو میرے پاس نہیں رہو گے۔"

بونا گندھرو کہنے لگا۔

"میں کوشش کروں گا کہ تمہیں ان بھوتوں اور چڑیلوں سے بچا کر تمہارے ملک پہنچا دوں...... میں تمہیں ابھی ساتھ لے کر تمہارے ملک پاکستان چھوڑ آتا، لیکن میری مجبوری ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا...... ہماری پرواز کی ایک حد ہوتی ہے...... ہم اس حد کو پار نہیں کر سکتے...... ہمیں ہر حالت میں اس حد کے اندر اندر رہنا ہوتا ہے اور میری حد اس علاقے میں تین دریاؤں اور سات پہاڑیوں کے اندر اندر ہے اور تمہارا ملک ان دریاؤں اور پہاڑیوں سے آگے ہے...... پھر بھی میں اگر خود تمہیں تمہارے ملک نہیں لے جا سکتا تو کسی ایسے گندھرو کے ساتھ کر دوں گا جس کی حد تمہارے ملک کی سرحد تک ہو۔"

شہریار نے بونے گندھرو سے پھر وہی سوال پوچھا۔

"تم میری مدد کیوں کر رہے ہو؟ تمہیں مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہے؟"

بونا گندھرو بولا۔

"اس کی دو وجوہات ہیں...... پہلی وجہ تو یہ ہے کہ تم ہمارے دشمن کے دشمن ہو، یا وہ تمہارا دشمن ہے اور میں تمہیں اس کی دشمنی سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں...... دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے گندھرو قبیلے کے سب سے بڑے گورو دیوتا نے اپنے بن باس کے بارہ برس انسان کے روپ میں دھرتی کے انسانوں میں بسر کیے تھے، انہیں انسانوں سے بڑی ہمدردی ہو گئی تھی اور انہوں نے مرتے سمے آکاش کے تمام گندھروں کو جمع کر کے کہا تھا کہ اگر کبھی دھرتی کا کوئی باسی منش (انسان) مصیبت کی حالت میں تمہارے پاس آ جائے تو اس کی ضرور مدد کرنا...... اس لئے جب میں نے تمہیں مصیبت میں دیکھا تو فوراً تمہاری مدد کرنے پر تیار ہو گیا۔"

شہریار کہنے لگا۔

"کیا کسی طرح سے میری جان ان بدروحوں اور چڑیلوں اور بھتنوں سے نہیں چھٹ سکتی؟"

بونا گندھرو بولا۔

"میں اگر کچھ کر سکتا تو ضرور کرتا، لیکن جتنی تمہاری مدد کر سکتا ہوں ضرور کروں گا۔"

شہریار نے کہا۔

"اگر تم مجھے کسی طرح میرے ملک پاکستان کی سرحد کے پاس ہی پہنچا دو تو میں اس کے بعد خود ہی سرحد پار کر لوں گا...... ایک بار سرحد پار کر کے اپنے ملک پہنچ گیا...... پھر یہ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

بونا گندھرو بولا۔

"میری یہی کوشش ہے کہ میں تمہیں اپنے قبیلے کے کسی ایسے گندھرو کے

حوالے کر دوں جس کی حد تمہارے ملک کی سرحد تک ہو...... ایسا گندھرو مجھے ضرور مل جائے گا۔"

شہریار نے کہا۔

"میری درخواست ہے کہ تم ابھی اس گندھرو کا پتہ کر کے مجھے اس کے حوالے کر دو۔"

بونا کہنے لگا۔

"میں کم از کم آج کی رات تمہاری حفاظت ضرور کرنا چاہتا ہوں...... اگر آج رات تک کادمبری اس طرف نہ آئی تو اس کا مطلب ہو گا کہ وہ اس علاقے سے مایوس ہو کر جا چکی ہے...... پھر میں تمہارے لئے اپنے قبیلے کے اس گندھرو کا پتہ کروں گا جس کی حد تمہارے ملک کی سرحدوں تک ہو۔"

شہریار نے پوچھا۔

"کیا میں اب ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا؟ کیا میرا جسم مجھے واپس نہیں ملے گا؟"

بونا گندھرو بولا۔

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ تمہارا جسم تم سے الگ کر دیا گیا ہے...... تمہارا جسم تمہارے ساتھ ہی ہے، مگر وہ تمہیں اور کسی دوسرے کو دکھائی نہیں دیتا...... وہ اتنا ہلکا کر دیا گیا ہے کہ بالکل ایک روح کی شکل کا ہو گیا ہے۔"

"کیا میں ایسا ہی رہوں گا؟" شہریار نے اپنا سوال دہرایا۔

بونے نے کہا۔

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا...... ان بدروحوں اور چڑیلوں اور بھتنوں کے اپنے منتر اور جادو ہوتے ہیں...... ہو سکتا ہے تم اپنے ملک پہنچنے کے بعد پھر سے اپنی اصلی حالت میں آ جاؤ۔"

وہ رات شہریار نے گندھروں کے مندر میں گزار دی...... جب صبح ہوئی تو بونے

گندھرو نے کہا۔

"لگتا ہے کادمبری اس طرف نہیں آئے گی...... وہ تمہاری تلاش میں کسی دوسرے پرانت کی طرف چلی گئی ہے...... اب میں قبیلے کے کسی دوسرے گندھرو کی تلاش میں جاتا ہوں۔"

شہریار نے پوچھا۔

"تم کتنی دیر تک واپس آ جاؤ گے؟"

بونا گندھرو بولا۔

"مجھے زیادہ وقت نہیں لگے گا...... زیادہ سے زیادہ آج کا دن لگ جائے گا...... رات ہونے سے پہلے پہلے واپس آ جاؤں گا۔"

"اچھا اب میں چلتا ہوں۔"

اور بونا گندھرو شہریار کی نظروں سے اوجھل ہو گیا...... شہریار ہیولے کی شکل میں چھوٹی سی کوٹھڑی میں سرسوتی کی مورتی کے پاس اکیلا بیٹھا سوچنے لگا کہ اگر بونا گندھرو اپنی تلاش میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر اس کا کیا بنے گا...... وہ کیسے اپنے وطن واپس پہنچے گا۔

شہریار کو خبر نہیں تھی کہ عین اس وقت کادمبری وہاں کوٹھڑی میں موجود تھی اور سرسوتی کی مورتی کے پیچھے کھڑی تھی...... اس نے وہ ساری باتیں سن لی تھیں جو شہریار اور بونے گندھرو کے درمیان ہوئی تھیں...... وہ اسی وقت شہریار کو اپنے قبضے میں کر لیتی مگر وہ جانتی تھی کہ بونا گندھرو شہریار کو بچانے کے لئے مقابلہ کرے گا اور کادمبری کے پاس اتنی شکتی نہیں تھی کہ گندھرووں کی شکتی کا مقابلہ کر سکے، چنانچہ وہ اس کے وہاں سے چلے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔

بات یہ ہوئی تھی کہ جب بونا گندھرو شہریار کا بازو پکڑے اسے اپنے ساتھ دھیمی رفتار سے سرسوتی مندر کی طرف اُڑائے لئے جا رہا تھا تو فضا میں ایک بار پھر شہریار کے

جسم کی بو پھیلنی شروع ہو گئی تھی...... اس بو کو بونے گندھرو نے فوراً محسوس کر لیا تھا، لیکن اس نے اس لئے زیادہ خیال نہیں کیا تھا کہ ایک تو وہ تھوڑی دیر بعد پہاڑیوں کے اندر سرسوتی کے مندر میں پہنچنے والے تھے، دوسرے بونے گندھرو کو یقین تھا کہ کادمبری سے وہ بہت دُور نکل آئے ہیں، لیکن کادمبری نے بو سونگھ لی تھی اور اسی وقت جس طرف سے بو آئی تھی اس طرف پرواز کرنی شروع کر دی تھی...... کچھ ہی دیر بعد اس نے شہریار کو دیکھ لیا کہ ایک گندھرو اسے اپنے ساتھ لئے جا رہا ہے...... گندھرو کے ڈر کی وجہ سے کادمبری نے اس وقت شہریار پر حملہ کرنے کی جرات نہ کی، لیکن وہ اس کے پیچھے لگی رہی...... جب بونا گندھرو شہریار کو لے کر پہاڑی کے مندر میں آ گیا تو کادمبری بھی ان کے ساتھ ہی مندر میں آ گئی تھی...... جب تک دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے کادمبری سرسوتی کی مورتی کے پیچھے کھڑی خاموشی سے ان کی باتیں سنتی رہی...... جب بونا گندھرو چلا گیا تو کادمبری نے اس دوران سوچ لیا تھا کہ اس نے شہریار پر کس طریقے سے حملہ کرنا ہے۔

یہ حقیقت شہریار کے ہندو مردے کے جسم سے نکلنے کے بعد ہی کھل چکی تھی کہ شہریار کے اندر اس کی ایمانی طاقت دوبارہ بیدار ہو چکی ہے اور سانپ کے ڈسنے کا اثر زائل ہو گیا ہوا ہے...... اس وجہ سے کادمبری براہ راست شہریار پر حملہ کرنے کا خطرہ نہیں مول لینا چاہتی تھی، چنانچہ اس نے شہریار کو ایک دوسرے طریقے سے قابو کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہوا تھا...... اپنے منصوبے پر عمل کرتے ہوئے کادمبری پہاڑی ٹیلے کی کوٹھڑی سے باہر آ گئی...... اس وقت شہریار کوٹھڑی کے اندر ہی تھا...... کادمبری کو معلوم تھا کہ بونے گندھرو کے واپس آنے تک شہریار وہیں رہے گا۔

بونا گندھرو اسے شام تک واپس آنے کا کہہ گیا تھا...... کادمبری نے بونے گندھرو کے واپس آنے سے پہلے پہلے اپنے منصوبے پر عمل کرنا تھا، لیکن وہ شہریار کو کچھ وقت دینا چاہتی تھی تا کہ اس کے دل میں کوئی شک پیدا نہ ہو...... کادمبری دریا

کنارے ایک پہاڑی غار میں جا کر بیٹھ گئی...... جب آدھا دن گزر گیا تو وہ غار سے نکلی اور ٹیلے والے مندر کی طرف چل پڑی...... پہاڑی کے اندر ایک تنگ راستہ اس کوٹھڑی تک جاتا تھا جہاں شہریار ایک ہیولے کی شکل میں بیٹھا بونے گندھرو کا انتظار کر رہا تھا...... تنگ و تاریک غار میں داخل ہونے سے پہلے کادمبری نے ایک خاص منتر پڑھ کر اپنے جسم پر پھونکا۔

منتر کو پڑھتے وقت کادمبری نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور اپنے ذہن میں بونے گندھرو کی شکل کا تصور قائم کر لیا تھا...... منتر پھونکنے کے بعد کادمبری کے جسم نے ایک جھرجھری سی لی...... اس نے آنکھیں کھول کر اپنے آپ کو دیکھا...... وہ کادمبری سے بونا گندھرو بن چکی تھی...... اس کا قد چھوٹا ہو گیا تھا...... سر میں سینگ نکل آیا تھا۔ وہ ہو بہو بونے گندھرو کی ہم شکل ہو گئی تھی...... وہ بے دھڑک شہریار والی کوٹھڑی میں داخل ہو گئی۔

شہریار نے اپنے سامنے بونے گندھرو کو دیکھا تو بولا۔

"تم بڑی جلدی آ گئے...... بڑا اچھا کیا...... تم ضرور کامیاب ہو کر واپس آئے ہو گے۔"

شہریار کو ذرا سا بھی احساس نہ ہوا کہ اس کے سامنے بونا گندھرو نہیں بلکہ اس کی صورت میں کادمبری کھڑی ہے...... بونے گندھرو یعنی کادمبری نے گندھرو ہی کی آواز میں کہا۔

"سب انتظام ہو گیا ہے...... دوسرے قبیلے کا میرا ایک گندھرو دوست تمہیں پاکستان کا بارڈر کراس کرا دے گا۔"

شہریار خوش ہو کر بولا۔

"میرے دوست! میں تمہاری محبت اور ہمدردی کو کبھی نہیں بھلاؤں گا۔"

بونے گندھرو یعنی کادمبری نے مردانہ آواز میں کہا۔

"اب ان باتوں میں وقت ضائع نہ کرو...... ایسا نہ ہو کہ شنکر راؤ کی بھیجی ہوئی بدروح کادمبری تمہیں تلاش کرتی یہاں پہنچ جائے...... اگر وہ آگئی تو تمہارا یہاں سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔"

شہریار بولا۔

"میں تیار ہوں دوست۔"

اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا...... بونا گندھرو یعنی کادمبری بولی۔

"شکنتال دیوتا کو تمہارے فرار ہونے کا پتہ لگ چکا ہے...... اس نے شنکر راؤ کو حکم دیا ہے کہ ہندو دیوی دیوتاؤں کے دشمن اس مسلمان منش کو پکڑنے کے واسطے تمام بدرُوحوں اور اپسراؤں کو چھوڑ دو...... وہ جہاں کہیں بھی ہو اسے پکڑ کر پتھر کے بت میں تبدیل کر دو...... چنانچہ میں دیکھ آیا ہوں کہ باہر ہر طرف شنکر راؤ اور شکنتال دیوتا کی بدرُوحیں تمہیں تلاش کرتی پھر رہی ہیں۔"

"اب کیا ہوگا؟" شہریار نے پریشانی سے کہا۔

بونا گندھرو یعنی کادمبری گندھرو کی آواز میں بولی۔

"تم کیوں فکر کرتے ہو...... میں تمہیں ڈبیا میں بند کر کے یہاں سے لے جاؤں گا...... یہ بدرُوحیں مجھے نہیں دیکھ سکیں گی...... تم ڈبیا میں بند ہو کر میری مٹھی میں ہو گے تو وہ تمہیں بھی نہیں دیکھ سکیں گی۔ یوں ہم دونوں یہاں سے نکل جائیں گے۔"

شہریار کہنے لگا۔

"مجھے کتنی دیر تک ڈبیا میں بند رہنا پڑے گا۔"

بونا گندھرو یعنی کادمبری نے کہا۔

"زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ تم ڈبیا میں بند رہو گے...... اس دوران ہم بارڈر کے قریب اپنے اس گندھرو دوست کے پاس پہنچ جائیں گے جس کی حد پاکستان کے بارڈر

تک ہے...... وہ تمہیں وہاں سے پاکستان پہنچا دے گا۔"

شہریار دل میں خدا کا شکر ادا کرنے لگا کہ اس نے مصیبت کے وقت ایک بونے گندھرو کو اس کی مدد کے لئے بھیج دیا...... کہنے لگا۔

"تو پھر یہاں سے نکل چلو۔"

کادمبری نے جو بونے گندھرو کے رُوپ میں تھی...... جیب سے ایک ڈبیا نکالی اور اس کا ڈھکن کھول دیا...... شہریار ڈبیا کو دیکھ کر بولا۔

"یہ تو بڑی چھوٹی سی ہے...... میں اس میں پورا کیسے آؤں گا؟"

بونا گندھرو یعنی کادمبری نے کہا۔

"تم اس وقت جسم کے بغیر ہو...... تم اگر چاہو تو اس حالت میں سوئی کے ناکے میں سے بھی گزر سکتے ہو...... ڈبیا کے اندر بند ہونے سے تمہیں ذرا سی بھی تکلیف نہیں ہو گی...... تمہیں ایسے لگے گا جیسے تم کسی کھلے میدان میں بیٹھے ہو...... میرے قریب آؤ۔"

شہریار بونے گندھرو یعنی کادمبری کے قریب ہو گیا...... کادمبری نے اپنی ہتھیلی اس کی طرف بڑھائی اور ایک منتر پڑھا...... شہریار کا ہیولا دھوئیں کی لکیر بن گیا......

کادمبری نے خالی ڈبیا آگے کر کے کہا۔

"اس میں داخل ہو جاؤ۔"

دھوئیں کی لکیر آہستہ آہستہ ڈبیا میں داخل ہونا شروع ہو گئی...... جب شہریار کا سارا ہیولا ڈبی میں داخل ہو گیا تو کادمبری نے ڈبی کا ڈھکن بند کر دیا...... ڈبی میں بند ہوتے ہی شہریار کو محسوس ہوا کہ جیسے وہ کسی تنگ و تاریک اندھے کنوئیں میں آگیا ہے۔ اس نے بونے گندھرو کو آواز دے کر کہا۔

"دوست! یہاں کوئی کھلا میدان نہیں میرا تو دم گھٹنے لگا ہے۔"

مگر باہر اب بونا گندھرو نہیں تھا...... کادمبری بونے گندھرو کا رُوپ بدل کر اپنی

اصلی شکل یعنی کادمبری کے روپ میں واپس آگئی تھی...... اس نے کوئی جواب نہ دیا...... اسے ایک بار پھر بند ڈبی کے اندر سے شہریار کی آواز سنائی دی۔

"دوست گندھرو! تم جواب کیوں نہیں دیتے؟"

کادمبری خاموش رہی...... اس نے کوئی جواب نہ دیا...... اس وقت وہ شہریار کو ڈبیا میں بند کر کے سردار شنکر راؤ کے خفیہ آشرم کی طرف اُڑی جارہی تھی...... جب تین چار مرتبہ آوازیں دینے کے باوجود بھی شہریار کو بونے گندھرو نے کوئی جواب نہ دیا تو اسے کچھ شک ہوا کہ کہیں یہ بونا گندھرو بھی تو کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ کی کوئی بدرُوح تو نہیں تھی جس نے دھوکے سے اسے ڈبی میں قید کر لیا ہے، مگر اب شک کرنے یا نہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں تھا...... شہریار خاموش ہو کر دھوئیں کی شکل میں بند ڈبی میں سمٹا رہا۔

کادمبری تیزی سے پرواز کرتی سردار شنکر راؤ کے خفیہ آشرم والی پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئی...... خفیہ آشرم کے غار میں داخل ہونے سے پہلے وہ ایک لمحے کے لئے رُک گئی...... اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ شہریار کو مکروہ ظالم اور خوفناک سردار کے حوالے کرے، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ شنکر راؤ شہریار کے ساتھ کس قدر بھیانک سلوک کرنے والا ہے، لیکن جب اسے خیال آیا کہ اگر اس نے شہریار کو سردار کے حوالے نہ کیا تو وہ شکتال دیوتا کے سراپ (بددعا) سے جنم جنم کے ہولناک عذاب میں مبتلا ہو جائے گی اور یہ کوئی دو چار جنم نہیں ہوں گے بلکہ یکے بعد دیگرے چوراسی لاکھ جنم ہوں گے اور ہر جنم کی مدت ایک سو سال ہو گی تو وہ لرز گئی...... اس نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دے لی کہ وہ شہریار کو شنکر راؤ کے عذاب سے نجات دلانے کا کوئی اور طریقہ سوچے گی کہ جس کے بعد شہریار بھی شنکر راؤ اور شکتال دیوتا کے غضب سے آزاد ہو کر اپنے ملک چلا جائے اور وہ بھی چوراسی لاکھ جنموں کے عذاب سے بچ جائے۔

اس خیال کے ساتھ ہی کادمبری غار میں داخل ہو گئی۔

وہ سیدھی اس کوٹھڑی میں آئی جہاں کریہہ المنظر بھتنا شنکر راؤ چوکی پر بیٹھا فضا میں موجود اپنی داسی بدرُوحوں سے سر ہلا ہلا کر چڑیلوں اور بھوتوں کی زبان میں باتیں کر رہا تھا...... اس نے کادمبری کو دیکھا تو اپنے کالے بھجنگ چھوٹے بازو کو ہلاتے ہوئے بدرُوحوں سے کہا۔

"جاؤ...... اب دفع ہو جاؤ۔"

کادمبری کو مکروہ صورت لمبے لمبے نوکیلے دانتوں والی بدرُوحیں نظر آئی تھیں...... سردار کے اشارہ کرنے پر وہ غائب ہو گئیں...... سردار شنکر راؤ نے کادمبری سے پوچھا۔

"کادمبری کہو...... کیا خبر لائی ہو...... میرے دشمن کا کھوج ملا یا نہیں؟"

ڈبی میں بند شہریار نے کریہہ المنظر بھتنے کی آواز سن لی تھی کہ اس نے کادمبری سے یہ سوال پوچھا تھا...... اس کا مطلب تھا کہ اسے اس کا دوست بونا گندھرو نہیں بلکہ کادمبری ڈبی میں قید کر کے وہاں لائی تھی...... شہریار سمجھ گیا کہ وہ کادمبری ہی تھی جو اس کے دوست بونے گندھرو کا روپ دھار کر اس کے پاس آگئی تھی...... یہ دیکھ کر وہ ایک بار پھر اپنے قاتل دشمن شنکر راؤ کے چنگل میں پھنس گیا ہے...... شہریار دہشت زدہ ہو گیا...... خدا جانے اس دفعہ یہ بدرُوحوں کا مکروہ اور اس کا دشمن سردار اسے کس عذاب میں ڈالے گا۔

کادمبری نے ڈبیا شنکر راؤ کو دے دی اور کہا۔

"سردار! تمہارا دشمن اس ڈبی میں بند ہے۔"

کریہہ المنظر شنکر راؤ اپنے نوکیلے دانت نکال کر ہنسا...... ڈبی کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر غور سے دیکھا...... اسے بند ڈبی میں شہریار کا ہیولا صاف نظر آگیا...... کھڑ کھڑاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"جے ہو شکتال کی...... کادمبری! تونے اپنا وچن پورا کیا...... بول...... میں اپنے دشمن منش کو کیا سزا دوں؟"

کادمبری چپ رہی...... شنکر راؤ چیخ کر بولا۔

"تو چپ کیوں ہے ری؟ بولتی کیوں نہیں؟"

کادمبری جلدی سے بولی۔

"سردار کوئی ایسی سزا دیں کہ جسے یہ ساری زندگی سہتا رہے۔"

مکروہ شنکر راؤ بولا۔

"تونے سچ کہا...... بول، ایسی کون سی سزا ہو سکتی ہے۔"

" کادمبری کو کچھ نہ کچھ ضرور کہنا تھا...... یہ اس کی مجبوری تھی، کہنے لگی۔

"سردار! اسے نرگ لوک کی اگنی میں ڈال دو۔"

مکروہ بھتنا اپنا سینگوں والا ڈراؤنا سر ہلانے لگا۔

"نائیں! نائیں! نرگ لوک کی اگنی میں تو یہ ایک ہی بار جل جائے گا...... کوئی دوسری سزا سوچو۔"

کادمبری نے بظاہر ایسا چہرہ بنالیا جیسے کچھ سوچ رہی ہو...... ان دونوں کی باتیں ڈبیا میں بند شہریار برابر سن رہا تھا اور سن کر دہشت زدہ ہو رہا تھا کہ خدا جانے یہ اس کے دشمن اسے کس عذاب میں ڈالنے والے ہیں...... اچانک کریہہ المنظر بھتنا سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"میں اسے بھوت ناتھ کے حوالے کروں گا...... بھوت ناتھ...... جو کالے پربتوں کے دیس میں یم دوت (موت کے فرشتے) کا ساتھی ہے، جس کی موت آنی ہوتی ہے بھوت ناتھ اس کو پہلی موت مارتا ہے...... پھر یم دوت کے اشارے پر اس کی جان اس کے جسم سے نکال کر یم دوت کے حوالے کر دیتا ہے۔"

ڈبی کے اندر قید شہریار نے تو اس سزا کو سن کر کانپ اُٹھنا ہی تھا لیکن یہ سزا سن کر

کادمبری بھی اپنی جگہ سے ہل گئی۔ وہ اس سزا کے گھناؤنے پن سے واقف تھی۔ بدرُوحوں کے گورو شنکر راؤ نے اپنے دشمن شہریار کے لئے ایسی سزا تجویز کی تھی کہ جس میں شہریار نے کالے پربتوں کے شہر میں ہر مرنے والے کے ساتھ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا تھا اور پھر چتا کی آگ میں جلنا تھا اور جل جانے کے بعد واپس بھوت ناتھ کے پاس آ جانا تھا...... اس سے پہلے مکروہ شنکر راؤ نے یہ سزا اپنی ایک دشمن بدرُوح کو دی تھی جو آج تک یہ سزا بھگت رہی ہے اور ان میں کئی بار مرتی اور چتا میں جلتی ہے۔

❁ ❁ ❁

کادمبری نہیں چاہتی تھی کہ شہریار کو یہ سزا ملے
مگر وہ بھوت شنکر راؤ کے آگے زبان تک نہیں ہلا سکتی تھی...... شنکر راؤ نے
شہریار کو وہ سزا دی تھی کہ جس سے زیادہ کرب ناک سزا کوئی نہیں ہو سکتی تھی......
سردار شنکر راؤ کہنے لگا۔

"میں ابھی اپنے اس مسلمان دشمن کو بھوت ناتھ کے حوالے کروں گا۔"

کادمبری پیچھے ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئی...... شنکر راؤ چوکی سے اُٹھا اس نے
کادمبری کو حکم دیا۔

"ہم بھوت ناتھ کی چوکی دیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ دیوار میں سے گزر کر دوسری کوٹھڑی میں آگیا...... یہ کوٹھڑی ایک
دالان کی طرح تھی جہاں ایک لکڑی کا تخت بچھا ہوا تھا...... دیواروں پر تین مشعلیں
روشن تھیں...... طاق میں لوبان سلگ رہا تھا جس کی بو سے فضا بھری ہوئی تھی......
سردار آگے بڑھ کر تخت پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا...... شہریار والی ڈبیا اس نے اپنی مٹھی
میں دبائی ہوئی تھی۔

اس نے کادمبری کی طرف اپنے گول گول ڈیلے اُٹھا کر کہا۔

"جاؤ نرتکی بن کر آجاؤ۔"

کادمبری ہاتھ جوڑ کر نمسکار کر کے غائب ہو گئی...... کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ
نے شہریار والی ڈبیا کو اپنی آنکھوں کے قریب لا کر کہا۔

"ملیچھ منش! تو نے میری مورتی کے جو ٹکڑے کئے ہیں میں اسی طرح سے
تمہارے جسم کے ہی نہیں بلکہ تمہاری آتما کے بھی ٹکڑے اُڑا دوں گا۔"

شہریار سب کچھ سن رہا تھا اور پچھتا رہا تھا کہ وہ کیسا منحوس دن تھا کہ جس کی
اندھیری رات وہ آسیبی مندر سے سونے کی مورتی چرا کر لایا تھا...... شنکر راؤ کہہ رہا تھا۔

"منش! میں جانتا ہوں تم سن رہے ہو تو پھر سنو...... میں تمہیں موت کے
ساتھی بھوت ناتھ کے حوالے کر رہا ہوں...... تم شہر میں ہر مرنے والے کے ساتھ
مرو گے اور اس کے ساتھ چتا میں جلو گے اور چتا کے چل جانے کے بعد بھوت ناتھ
تمہیں چتا کی راکھ میں سے نکال کر مرنے والے دوسرے انسان کے جسم میں داخل
کر دے گا...... شہر میں ہر روز لوگ مرتے ہیں، تم ہر مرنے والے کے ساتھ مرو
گے...... ہر مرنے والے کے ساتھ تمہاری جان تمہارے جسم سے نکالی جائے گی۔"

اور پھر شہریار کو شنکر راؤ کے مکروہ قہقہے کی آواز سنائی دی...... اس نے قہقہہ
لگانے کے بعد کہا۔

"مجھے معلوم ہے منش کہ مسلمان ہونے کے ناطے تمہارے اندر ایک شکتی
موجود ہے جو تمہیں جلنے والے مردے کے ساتھ جلنے سے بچا لے گی، پرنتو ایسا
نہیں ہو گا...... میں سب سے پہلے تمہارے اندر کی شکتی کو ختم کر دوں گا...... تمہاری
شکتی کو نشٹ کروں گا۔"

اور شنکر راؤ کا قہقہہ دیر تک گونجتا رہا...... اس کے بعد ڈبی کے اندر بند شہریار کو
گھنگھروؤں کی چھن چھن کی آواز سنائی دی...... یہ بالکل ویسی ہی آواز تھی جیسی آواز اس
نے جہلم کے پہاڑی آسیبی مندر میں رات کے سناٹے میں سنی تھی۔

بھتنا شنکر راؤ اپنے منہ سے ٹپکتی رال کو آستین سے پونچھتے ہوئے کادمبری کو دیکھ

رہا تھا جو نرتکی (رقاصہ) کے زرق برق لباس میں ملبوس پاؤں میں بندھے گھنگھرو چھنکاتی دیوار میں سے نمودار ہوئی تھی...... شنکر راؤ کے سامنے آکر اس نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا...... پھر اس کے آگے فرش پر اوندھی لیٹ کر ڈنڈوت کیا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔

شنکر راؤ کی گول آنکھوں سے بھی پانی بہنا شروع ہو گیا تھا...... وہ کپڑے سے آنکھیں پونچھتے ہوئے بولا۔

"نرتکی کادمبری! یہ میری چوکی ہے...... میں بھوت ناتھ کی چوکی دے رہا ہوں...... ایسے نرت دکھا...... اس طرح ناچ کہ بھوت ناتھ تڑپ کر یہاں آجائے اور تیرے ساتھ ناچنے لگے۔"

کادمبری نے سر جھکا کر کہا۔

"ایسا ہی ہو گا سردار!"

پھر شہریار کو سازوں کے بجنے کی آوازیں آنے لگیں اور پھر اس طرح سے گھنگھرو بجنے لگے جیسے کادمبری رقص کر رہی ہو...... کادمبری نے واقعی رقص شروع کر دیا تھا...... سازوں کی آواز دیواروں کی دوسری طرف سے آرہی تھی جہاں بدرُوحیں ساز بجا رہی تھیں...... شنکر راؤ نے اپنی اس محفل میں کسی کو آنے کی اجازت نہیں دی تھی...... وہ رازداری سے اپنے دشمن شہریار کو موت کے فرشتے یم دوت کے ساتھی بھوت ناتھ کے حوالے کرنا چاہتا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ بدرُوحوں اور چڑیلوں کی دنیا میں سوائے کادمبری کے کسی دوسرے کو کانوں کان خبر ہو۔

کادمبری جوالا مکھی کے شعلے کی طرح رقص کر رہی تھی...... رقص کرتے کرتے کبھی وہ ایک دائرہ بناتی اور پھر اس دائرے کو توڑ کر باہر نکل آتی اور مورنی کی طرح چلتی، چوکی پر بیٹھے شنکر راؤ کے سامنے جا کر ہاتھ جوڑ کر سر کو جھکاتی اور ایک جھٹکے کے ساتھ دونوں بازوؤں کو لہراتی پیچھے ہٹتی چلی جاتی...... یہ رقص کچھ وقت تک ہوتا رہا...... جب رقص ایک خاص مقام تک پہنچا تو مکروہ شنکر راؤ چوکی سے ایک دم اُٹھ کھڑا

ہوا...... اس نے دونوں بازو کھول کر بلند آواز میں چیخ کر کہا۔

"بھوت ناتھ! بھوت ناتھ! مجھے درشن دے...... میں نے تیری چوکی دی ہے، تو میری ایک خواہش پوری کرنے کا پابند ہے...... مجھے درشن دے!"

کوٹھڑی میں بجلی کڑک کر چمکی اور لمبی جٹاؤں والا کالا بھجنگ ڈراؤنا بھوت ناتھ ظاہر ہو گیا...... اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی جسے وہ ہوا میں چلا رہا تھا...... اس نے شنکر راؤ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"شکتال کے بھوت شنکر راؤ! بول تیری کیا خواہش ہے؟"

شنکر راؤ نے وہ ڈبیا جس میں شہریار قید تھا اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس ڈبی میں میرا وہ دشمن منش قید ہے جس نے میری جنم مورتی کو نشٹ کیا ہے...... اس نے میرے سات جنم برباد کئے ہیں...... میں اسے تیرے حوالے کرتا ہوں کہ تو اسے ہر مرنے والے منش کے ساتھ مارے اور اسے چتا کی راکھ سے نکال کر زندہ کرے اور ایک بار پھر مرنے والے کے ساتھ مار دے۔"

بھوت ناتھ نے ڈبیا لے لی اور بولا۔

"شکتال کے بھوت شنکر راؤ! تیری خواہش پوری ہو گی۔"

کوٹھڑی میں بجلی کڑک کر ایک بار پھر چمکی اور بھوت ناتھ غائب ہو گیا۔

کریہہ المنظر شنکر راؤ نے قہقہہ لگایا اور کادمبری سے کہا۔

"کادمبری! میں نے اپنے دشمن سے بدلہ لے لیا ہے...... میرا دشمن مسلمان تھا...... میں اسے ہمیشہ کے لئے ہلاک نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ تیری غفلت کی وجہ سے اس کے اندر کی ایمانی شکتی پھر سے جاگ اُٹھی ہے، لیکن میں نے اسے موت سے بدتر سزا دی ہے...... جب تک دھرتی پر انسان مرتے رہیں گے، یہ ہر آدمی کے ساتھ موت کی اذیت برداشت کرے گا۔"

کادمبری نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"سردار کی جے ہو! شکتال دیوتا کی جے ہو۔"

مکروہ شنکر راؤ چوکی پر بیٹھ گیا...... بولا۔

"اب تو بھی میری آنکھوں سے دُور ہو جا اور میرے دشمن کی نگرانی کرتی رہ...... اگر وہ اپنی ایمانی شکتی کی وجہ سے فرار ہونے کی کوشش کرے تو اسے فوراً اپنے قابو میں کر کے میرے آگے پیش کر۔"

"ست بچن سردار!" کادمبری نے سر جھکا کر کہا۔

مکروہ شنکر راؤ اُٹھا اور اپنا سینگوں والا سر ہلاتا دیوار کی طرف بڑھا اور اندھیرے میں غائب ہو گیا...... کادمبری کوٹھڑی میں اکیلی رہ گئی...... وہ بہت کچھ سوچ رہی تھی...... اسے معلوم تھا کہ شہریار کو سردار شنکر راؤ نے ایسی سزا دی ہے جس کا شہریار کو ابھی احساس نہیں ہے...... منش ہونے کے ناطے شہریار نے لالچ میں آکر شنکر راؤ کی سونے کی جنم مورتی ضرور چرا کر نشٹ کر دی تھی، مگر سردار نے اسے جو سزا دی تھی وہ اس کے جرم سے کہیں بڑھ کر تھی...... کادمبری شہریار کی مدد ضرور کرنا چاہتی تھی، مگر کیونکہ وہ خود ایک انسان تھی اور اسے کالے منتر کے جادو سے بدرُوح بنا دیا گیا تھا، مگر اتنی بے بس تھی کہ خواہش کے باوجود شہریار کی مدد نہیں کر سکتی تھی...... اگر سردار کو ذرا سا بھی شبہ ہو گیا کہ وہ اس کے دشمن کی مدد کر رہی ہے تو وہ اسے اسی لمحے شکتال دیوتا کے حوالے کر دے گا جو کادمبری کو انسانی حالت میں لانے کے بعد اسے حقیقی معنوں میں قتل کر کے چوراسی لاکھ اذیت ناک جنم بھگتنے کے بھوگ میں ڈال دے گا...... سردار شنکر راؤ نے خود اسے حکم دیا تھا کہ وہ اس کے دشمن کی نگرانی کرتی رہے...... اس وجہ سے کادمبری کو شہریار کے آس پاس رہنے کا موقع مل گیا تھا اور اس پر شک بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ شہریار کے آس پاس کیوں منڈلا رہی ہے...... کادمبری تھکے تھکے قدم اُٹھاتی، گھنگھروؤں کی ہلکی پھلکی جھنکار کے ساتھ دوسری طرف چلی گئی۔

اس وقت باہر کی دُنیا میں سورج غروب ہو رہا تھا...... شہریار کا ہمدرد بونا گندھرو اپنے وعدے کے مطابق پہاڑی کے غار میں واپس آ گیا...... وہ شہریار کو اسی جگہ انتظار کرنے کے لئے کہہ کر اسے اس کے ملک پاکستان پہنچانے کا انتظام کرنے گیا تھا۔ اسے یہ دیکھ کر تشویش ہوئی کہ شہریار غار والی کوٹھڑی میں نہیں تھا...... کوٹھڑی سے نکل کر اس نے سارے غار میں اسے تلاش کیا، مگر شہریار اسے کہیں نہ ملا...... بونے گندھرو کو معلوم تھا کہ اس کا دشمن شنکر راؤ اور شکتال دیوتا اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور ان کی شکتی کا مقابلہ شہریار نہیں کر سکتا...... بونا گندھرو شہریار کو ان راکھششوں کے چنگل سے بچانا چاہتا تھا...... وہ پہاڑی غار سے باہر آکر دریا کے اُوپر اُڑتا اِرد گرد کے علاقے میں شہریار کو تلاش کرنے لگا...... جب وہ اسے کہیں دکھائی نہ دیا تو یہ سوچ کر سڑک کنارے والے بند مکان میں واپس آ گیا کہ دوسرے دن وہ اس کی تلاش میں دوبارہ نکلے گا۔

دوسری طرف بھوت ناتھ شہریار کو بند ڈبیا میں لے کر کالے پربتوں کے دیس میں چلا آیا...... یم دوت کی طرف سے اسے کالے پربتوں کے دیس کی عمل داری سونپی گئی تھی...... یہ کوئی غیر ملک نہیں تھا، بلکہ ساتھ والا صوبہ آندھرا پردیش تھا...... یہاں کالے کالے پہاڑ تھے...... اس وجہ سے وہ بدرُوحوں میں کالے پربتوں والے دیس کے نام سے جانا جاتا تھا...... کادمبری اور سردار شنکر راؤ کا خفیہ آشرم جن پہاڑیوں میں تھا وہ آندھرا پردیش کے ساتھ والے دوسرے صوبے مدھیہ پردیش کے جنگلوں میں واقع تھیں...... اس اعتبار سے شہریار کادمبری اور دشمن سردار شنکر راؤ سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ شہریار نے وہ باتیں سن لی تھیں جو سردار شنکر راؤ اور یم دوت کے ساتھی بھوت ناتھ کے درمیان ہوئی تھیں...... وہ اس تصور ہی سے سہما ہوا تھا کہ یم دوت کا ساتھی بھوت ناتھ اسے ہر مرنے والے ہندو کے ساتھ ہی مارے گا اور اس کے بعد چتا کی آگ میں ڈال دیا کرے گا۔

اس وقت اسے اپنے ہمدرد بونے گندھرو کا خیال آ رہا تھا، کیونکہ وہی شہریار کی

ایک آخری امید تھی، لیکن کادمبری نے اس کے ساتھ ایک بار پھر دشمنی کی تھی اور خود بونے گندھرو کا روپ دھار کر اس کے پاس آئی اور اسے دھوکے سے ڈبی میں بند کر کے لے گئی اور اسے مکروہ شنکر راؤ کے حوالے کردیا تھا...... شہریار سوچ رہا تھا کہ جب ٹیلے کے غار میں بونا گندھرو آئے گا اور وہ اسے وہاں نہیں ملے گا تو وہ ضرور اس کی تلاش میں نکلے گا اور ہو سکتا ہے اسے پتہ چل جائے کہ شہریار بھوت ناتھ کے قبضے میں ہے...... یہ ایک طرح کی خوش فہمی تھی، مگر شہریار کو یہی ایک اُمید سہارا دے رہی تھی...... دشمنوں کے دیس میں وہاں سوائے بونے گندھرو کے دوسرا کوئی اس کا ہمدرد نہیں تھا...... اب وہ اس انتظار میں تھا کہ بھوت ناتھ اس کو کسی مرنے والے کے ساتھ کیسے مارتا ہے...... بھارت کا صوبہ آندھرا پردیش کافی وسیع و عریض صوبہ تھا...... وہاں ہر روز نہ جانے کتنے ہندوؤں کی موت واقع ہوتی تھی...... بھوت ناتھ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق یم دوت کا ساتھی بھوت ناتھ یم دوت کے حکم سے مرنے والے ہندو کی جان نکالتا تھا اور اس کی جان یم دوت کے حوالے کردیتا تھا...... بھوت ناتھ کو اس کام میں صرف دو تین سیکنڈ ہی لگتے تھے۔

جس شام کو بھوت ناتھ سردار شنکر راؤ اسے ڈبی میں بند شہریار کو لے کر اپنے پرانت (صوبے) میں واپس آیا اسی شام شہر کے بڑے ہسپتال میں ایک ہندو مریض دم توڑ رہا تھا...... بھوت ناتھ ایک سیکنڈ میں اس کے سرہانے پہنچ گیا...... ڈاکٹر مریض کی جان بچانے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے...... مگر بھوت ناتھ کو معلوم تھا کہ مریض کا آخری وقت آن پہنچا ہے...... اس نے شہریار کو ڈبیا میں سے نکال کر اپنی مٹھی میں بند کرلیا...... شہریار دھوئیں کے چھوٹے سے سیاہ گیند کی شکل میں بھوت ناتھ کی مٹھی میں بند تھا...... ہسپتال کے بستر پر ہندو مریض آخری سانس لے رہا تھا۔

بھوت ناتھ نے اپنا ہاتھ ہندو مریض کے سینے میں ڈال کر شہریار کو اس کے اندر داخل کردیا...... شہریار کو دم توڑتے ہندو مریض کے جسم میں داخل ہوتے ہی محسوس

ہوا کہ وہ ایک اندھیری چار دیواری میں بند ہو گیا اور وہ بھی دم توڑتے مریض کے ساتھ ہی اُکھڑے اُکھڑے سانس لینے لگا...... اس پر بھی جان کنی کی حالت طاری ہوگئی۔ اسے لگ رہا تھا کہ مرنے والے کے ساتھ وہ بھی مر رہا ہے...... اسے اپنا سانس دھونکنی کی طرح چلتا محسوس ہو رہا تھا...... یہ ایک مرتے ہوئے ہندو پر طاری ہونے والی موت کی اذیت تھی جسے شہریار بھی اس کے ساتھ بھگت رہا تھا...... اب اس کو معلوم ہوا کہ کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ نے اس سے کس قدر ہولناک انتقام لیا ہے...... شہریار جانتا تھا کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے بھوت ناتھ اس کی جان نہیں نکال سکتا، لیکن اس نے اسے موت کی اذیت میں ضرور مبتلا کردیا تھا۔

ہندو مریض کے ساتھ ہی اس کا سانس بھی اُکھڑے اُکھڑتے ڈوبنے لگا...... پھر مرنے والے کے ساتھ ہی شہریار کو بھی ایک جھٹکا سا لگا اور اسے ایک عورت کے رونے کی آواز آئی...... یہ ہندو مریض کی بیوی تھی جس کی آنکھوں کے سامنے اس کا خاوند مر گیا تھا...... یم دوت کا ساتھی بھوت ناتھ ایک ہندو کو مار کر اسی شہر کے ایک اور مکان میں گھس گیا تھا جہاں ایک اور ہندو عورت دم توڑ رہی تھی...... بھوت ناتھ نے مریض ہندو کی جان نکالنے کے بعد اس کی آتما یم دوت کے حوالے کردی تھی...... شہریار مردہ ہندو کے بے جان جسم میں پھنس گیا تھا...... اسے معلوم تھا کہ اب مرے ہوئے ہندو کی لاش کو چتا پر رکھ کر جلایا جائے گا...... شہریار کو چتا کی آگ میں جلنے کی تکلیف بھی برداشت کرنی تھی، مگر اسے یقین تھا کہ پہلے کی طرح اس دفعہ بھی وہ اپنی ایمانی طاقت سے چتا کے شعلوں میں سے باہر نکل آئے گا...... اسی رات کو ہندو مردے کی ارتھی کو شمشان بھومی لے جا کر چتا پر رکھ دیا گیا...... شہریار لوگوں کی آوازیں سن رہا تھا۔

مگر اسے یہ خبر نہیں تھی کہ کادمبری بھی اس وقت شمشان گھاٹ پر موجود تھی۔ وہ چتا سے دُور کچھ فاصلے پر خاموش کھڑی تھی اور چتا کو دیکھ رہی تھی...... اسے معلوم تھا کہ شہریار مردے کے جسم میں بند ہے اور مردے کے ساتھ ہی چتا کے

شعلوں میں آگ میں جلنے کے عذاب سے گزرنے والا ہے...... اسے دُکھ صرف اس بات کا تھا کہ وہ شہریار کو اس عذاب سے بچا نہیں سکتی تھی۔

چتا کو آگ دکھادی گئی...... چتا میں سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے...... شہریار نے مردے کے جسم کے اندر آگ کے شعلوں کی تپش محسوس کی تو بے چین ہو کر زخمی قیدی پرندے کی طرح پھڑ پھڑانے لگا...... چتا کے قریب کھڑی کادمبری شعلوں کو دیکھ رہی تھی...... اتنے میں اس نے یم دُوت کے ساتھی بھوت ناتھ کو دیکھا کہ وہ بجلی کی چمک کے ساتھ چتا کے اُوپر نمودار ہوا، شعلوں کے اُوپر منڈلانے لگا...... ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بات کا انتظار کر رہا ہے...... شہریار مردے کے جسم کے اندر پھڑ پھڑا رہا تھا...... پھر اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے اللہ کو یاد کیا اور مردے کے جسم سے نکل کر جلتی ہوئی چتا کے باہر آگیا...... جیسے ہی وہ چتا کی آگ سے نکلا بھوت ناتھ نے جھپٹ کر اسے اپنی مٹھی میں بند کیا اور غائب ہو گیا...... یہ منظر کادمبری نے دیکھا تو ایک گہرا سانس بھر کر رہ گئی...... اسے یہ اطمینان ضرور ہوا تھا کہ شہریار چتا کی آگ میں جلنے سے بچ گیا ہے، لیکن اسے اس بات کا دُکھ بھی ہوا تھا کہ بھوت ناتھ اسے دوبارہ قید کر کے لے گیا ہے اور اب وہ اسے کسی دوسرے مرتے ہوئے ہندو کے جسم میں ڈال دے گا اور شہریار کو ایک بار پھر جان کنی کی اذیت اور چتا کی آگ کے شعلوں کا عذاب سہنا پڑے گا۔

کادمبری وہاں سے غائب ہو گئی۔

بھوت ناتھ شہریار کے ہیولے کو مٹھی میں بند کیے اسی شہر میں واقع ایک کوٹھی میں آگیا...... اس کوٹھی میں ایک کروڑ پتی بوڑھا ہندو مر رہا تھا...... بوڑھے ہندو کے اِردگرد خاندان کے لوگ جمع تھے...... مرنے والے پر نزع کا عالم تھا...... اس کی سانس چل رہی تھی...... بھوت ناتھ نے شہریار کے ہیولے کو مرتے ہوئے ہندو کے جسم میں داخل کر دیا، اسی طرح اس بار بھی قریب المرگ ہندو کے جسم میں داخل ہوتے ہی شہریار پر بھی جان کنی کی حالت طاری ہو گئی...... اس کا سانس دھونکنی کی طرح چلنے

لگا...... کچھ دیر کے بعد اسے ایک جھٹکا لگا اور بوڑھے ہندو نے دم توڑ دیا...... شہریار مردے کے جسم میں اِدھر اُدھر پھڑ پھڑانے لگا مگر وہ باہر نہ نکل سکا...... اس کی قسمت میں جو عذاب سہنا لکھا ہوا تھا شاید وہ اسے ہر حالت میں سہنا ہی تھا...... پہلے کی طرح ہندو کی ارتھی کو شمشان گھاٹ میں لے جا کر چتا پر رکھ کر آگ لگادی گئی...... چتا میں شعلے بلند ہونے لگے...... ایک بار پھر شہریار کو مردے کے جسم کے اندر ناقابل برداشت تپش محسوس ہونے لگی...... وہ مردے کے جسم میں کبھی دماغ کی طرف جاتا، کبھی پاؤں کی طرف آجاتا، مگر وہ ہر بار باہر نکلنے میں ناکام ہوتا...... جتنا عذاب قدرت کی طرف سے شہریار نے سہنا تھا جب وہ سہہ چکا اور چتا کے شعلے بھی بلند تر ہونے لگے اور مردے کا جسم بھی جلنے لگا تو شہریار تڑپ کر مردے کے جسم سے نکل کر چتا کے اُوپر آگیا...... چتا کے اُوپر بھوت ناتھ شنکر راؤ کو دیتے ہوئے اپنے وچن (قول) کے مطابق پہلے ہی سے موجود تھا...... جیسے ہی شہریار کا ہیولا چتا کے شعلوں سے نکل کر بلند ہوا بھوت ناتھ نے فوراً اسے قابو کر کے اپنی مٹھی میں بند کیا اور غائب ہو گیا۔

اس دفعہ بھی کادمبری چتا سے کچھ دُور کھڑی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی...... جب بھوت ناتھ شہریار کے ہیولے کو لے کر غائب ہو گیا تو کادمبری نے بجھے ہوئے دل کے ساتھ گہرا سانس لیا اور وہ بھی وہاں سے غائب ہو گئی...... یہ حقیقت کادمبری کو پریشان کر رہی تھی کہ شہریار ہولناک اذیت کے ایک ایسے چکر میں پھنس گیا ہے جس میں سے اسے نکالنا کادمبری کے بس میں نہیں تھا، لیکن وہ شہریار کو اس عذاب میں مبتلا دیکھ بھی نہیں سکتی تھی...... اس کا ذہن اسی سوچ میں اُلجھا ہوا تھا کہ شہریار کو بھوت ناتھ کے چنگل سے کیسے نکالا جا سکتا ہے...... اس کو بونے گندھرو کا خیال آگیا...... یہ بات اس کے علم میں تھی کہ بونا گندھرو شہریار کا ہمدرد ہے...... وہ یہ بھی جانتی تھی کہ بونے گندھرو کا تعلق گندھرو کٹم سے ہے جو سردار شنکر راؤ کے کٹم قبیلے سے برتر اور زیادہ شکتی والا قبیلہ ہے...... اس خیال نے کادمبری کے دل میں اُمید کی دُھندلی سی شمع روشن کر دی

کہ ہو سکتا ہے بونا گندھرو شہریار کو اس مصیبت سے نکالنے میں کامیاب ہو جائے۔

کادمبری نے بونے گندھرو سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس کے لئے بونے گندھرو کو تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا..... اس نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ بونا گندھرو ان پہاڑیوں کے قریب ہی ایک خالی مکان میں رہتا ہے، جہاں اس نے اسے پہلی بار شہریار سے باتیں کرتے دیکھا تھا..... یہ پہاڑیاں ساتھ والے صوبے مدھیہ پردیش میں تھیں..... کادمبری وہاں سے غائب ہو کر مدھیہ پردیش کی پہاڑیوں میں پہنچ گئی..... وہاں سے وہ سیدھی اس مکان کی طرف آ گئی جہاں بونا گندھرو رہتا تھا۔

کادمبری کو سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا تھا کہ اگر کسی بدرُوح نے اسے بونے گندھرو سے ملاقات کرتے دیکھ لیا تو وہ سردار شنکر راؤ کو جا کر بتا دے گی کہ سردار تم نے جس بدرُوح کادمبری کو اپنے دشمن کی نگرانی کے لئے مقرر کیا ہے، وہ ہمارے سب سے بڑے دشمن گندھرو قبیلے کے ایک بونے گندھرو سے ملنے گئی تھی..... یہ خبر کادمبری کو جنم جنم کے لئے تباہ و برباد کرنے کے لئے کافی تھی..... اس پر نازل ہونے والی یہ ایک ایسی تباہی تھی جس سے کادمبری کی نجات ناممکن تھی، چنانچہ کادمبری چاروں طرف سے باخبر ہو کر پھونک پھونک کر قدم اُٹھاتی بونے گندھرو کے مکان کی طرف چل رہی تھی۔

یہ کوئی ضروری نہیں تھا کہ اس وقت فضا میں شنکر راؤ کی کوئی بدرُوح موجود ہو..... لیکن ایسا ہو سکتا تھا کہ مکار سردار شنکر راؤ نے کادمبری کی نگرانی کرنے کے لئے بھی کسی بدرُوح کو مقرر کر دیا ہو..... کادمبری فضا میں بدرُوح کی موجودگی کو محسوس بھی کر سکتی تھی اور اسے دیکھ بھی سکتی تھی..... اس وقت فضا بالکل صاف تھی..... دُور دُور تک اسے کوئی بدرُوح نظر نہیں آ رہی تھی، لیکن سردار کی خدمت کرنے والی کچھ ایسی بدرُوحیں بھی تھیں کہ جب انہیں کسی خفیہ مہم پر بھیجا جاتا تھا تو انہیں کوئی

دوسری بدرُوح بھی نہیں دیکھ سکتی تھی..... کادمبری کو کسی ایسی ہی جاسوس بدرُوح کا خطرہ تھا، مگر اس کا بونے گندھرو سے ملنا بھی ضروری تھا۔

سڑک کے کنارے والا یہ مکان وہی تھا جس میں شہریار پہلی بار ہندو مردے رام پرکاش کی چتا سے نکلنے کے بعد آیا تھا اور جہاں اس کی ملاقات بونے گندھرو سے ہوئی تھی..... کادمبری غیبی حالت میں تھی..... مکان ابھی تک بند پڑا تھا..... اس میں رہنے والے ابھی تک واپس نہیں آئے تھے..... کادمبری مکان کے بند دروازے میں سے داخل ہو گئی۔

جیسے ہی وہ مکان میں داخل ہوئی بونے گندھرو کو فوراً پتہ چل گیا کہ کوئی بدرُوح مکان میں آئی ہے..... بونا گندھرو مکان کے اندھیرے تہہ خانے میں موجود تھا اور شہریار کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا..... جیسے ہی اس نے فضا میں کسی بدرُوح کی لہروں کو محسوس کیا وہ فوراً تہہ خانے سے نکل کر اُوپر والی منزل میں آ گیا..... اس نے دیکھا کہ ایک حسین عورت کی بدرُوح کمرے میں منڈلا رہی ہے..... بونا گندھرو چونکہ ایک برتر قبیلے کا تھا اس لئے کادمبری نہ تو اسے دیکھ سکی اور نہ اسے گندھرو کی موجودگی کا احساس ہوا، مگر گندھرو اسے دیکھ رہا تھا..... اس نے اس سے پہلے کادمبری کو ایک بار دیکھا تھا..... اس کے بارے میں اسے خود بھی معلوم تھا اور شہریار نے بھی بتایا تھا کہ کادمبری سردار شنکر راؤ کی خاص بدرُوح رقاصہ ہے اور وہ بھی اس کی دشمن ہے۔

گندھرو کادمبری کو دیکھ کر غصے میں آگ بگولا ہو گیا..... مگر وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ وہاں کس لئے آئی ہے..... کادمبری مکان کے خالی کمروں میں پھرنے لگی..... گندھرو کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ اسی کی تلاش میں وہاں آئی ہے..... بونا گندھرو کادمبری کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، لیکن وہ اسے نہیں دیکھ سکتی تھی..... ایک چھوٹے کمرے میں آ کر کادمبری خالی پلنگ پر بیٹھ گئی اور اس نے سر جھکا لیا..... جیسے کسی گہری سوچ میں ہو..... بونا گندھرو اس کے سامنے کرسی پر بیٹھنے لگا تو کادمبری کو آہٹ

محسوس ہوئی......اس نے سر اُٹھا کر دیکھا اور بولی۔

"گندھرو! اگر تم کمرے میں موجود ہو تو چاہتی ہوں کہ میرے سامنے ظاہر ہو جاؤ۔"

بونا گندھرو اسی طرح بیٹھا رہا......کادمبری نے پھر کہا۔

"میں تم سے ایک بڑی ضروری بات کرنے آئی ہوں، میں ظاہر ہو رہی ہوں۔"

اور کادمبری عورت کی شکل میں ظاہر ہو گئی......بونے گندھرو نے کہا۔

"تم میرے دوست کی دشمن ہو......اس اعتبار سے تم میری بھی دشمن ہو...... یہاں سے چلی جاؤ۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"گندھرو! میں تمہیں اپنے دل کی بات بتائے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گی......میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ میرے سامنے آ جاؤ اور جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں اسے ایک بار ضرور سن لو......اس کے بعد میں ایک پل بھی یہاں نہیں ٹھہروں گی۔"

بونا گندھرو انسان کی شکل میں آ گیا......اس نے کادمبری سے کہا۔

"بتاؤ......تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

کادمبری نے گندھرو کو اس وقت سے لے کر جب اس نے شہریار کو پہلی بار جہلم کی پہاڑیوں کے ویران آسیبی مندر میں دیکھا تھا ساری کہانی اپنے دل کے محبت بھرے جذبات کے ساتھ بیان کر دی اور آخر میں کہا۔

"میں نے تمہارے آگے اپنا دل کھول کر رکھ دیا ہے......تم خود ہماری دُنیا سے تعلق رکھتے ہو......تم خوب جانتے ہو کہ ہم لوگ محبت اور دشمنی کے معاملے میں کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے......میں نے تمہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ میں نے ہی آخری بار تمہارا رُوپ دھار کر شہریار کو تمہاری خفیہ پناہ گاہ سے دھوکے سے ساتھ لے کر سردار شنکر راؤ کے سپرد کیا تھا، لیکن یقین کرو کہ یہ میری مجبوری تھی......میں ایسا کرنے پر

مجبور کر دی گئی تھی۔"

بونا گندھرو بڑی توجہ سے کادمبری کی گفتگو سنتا رہا......کہنے لگا۔

"اب تم کیا چاہتی ہو؟"

گندھرو خود ایک بدرُوح تھا اور وہ جانتا تھا کہ کادمبری جھوٹ نہیں بول رہی اور وہ بدرُوحوں کے سردار شنکر راؤ کے آگے بے بسی و مجبور ہے......کادمبری نے کہا۔

"شنکر راؤ سردار نے شہریار کو جس عذاب میں ڈال دیا ہے مجھ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی......میں دل و جان سے اس کی مدد کرنا چاہتی ہوں......میں اسے اس عذاب سے نکال کر اسے اس کے ملک واپس لے جانا چاہتی ہوں، مگر شکتال دیوتا اور شنکر راؤ کی طاقت سے تم بھی واقف ہو......میں تمہارے پاس اس لئے آئی ہوں کہ یہاں میرے بعد ایک تم ہی مجھے شہریار کے ہمدرد دکھائی دیتے ہو......مجھے بتاؤ کہ ہم شہریار کو اس جوالا مکھی سے کیسے نکال سکتے ہیں۔"

بونا گندھرو بولا۔

"تم نے مجھے شہریار کی جو حالت بتائی ہے میں اس سے پریشان ہو گیا ہوں، لیکن میری اتنی شکتی نہیں کہ میں شکتال دیوتا اور سردار شنکر راؤ کا مقابلہ کر سکوں۔"

کادمبری نے کہا۔

"لیکن تمہارا اٹم قبیلہ شکتال دیوتا کے قبیلے سے زیادہ شکتی والا قبیلہ ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔" بونا گندھرو بولا......"لیکن یہ تم بھی جانتی ہو کہ ہماری ایک حد ہوتی ہے جس کے آگے ہم نہیں جا سکتے......پھر بھی میں اپنے سوامی گندھرو سے بات کرتا ہوں......وہ بڑے شکتی وان گندھرو ہیں......وہ کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال لیں گے، اس دوران تم شہریار کی نگرانی کرتی رہو......میں کل اسی وقت تمہیں اسی مکان پر ملوں گا۔"

"ٹھیک ہے میں کل تمہیں اسی جگہ ملوں گی۔"

یہ کہہ کر کادمبری غائب ہوگئی...... بونا گندھرو اسی لمحے اپنے سوامی گندھروے ملاقات کرنے پرلوک کے ایک آکاش کی جانب روانہ ہوگیا۔

شہریار اس دوران چھ سات مرتے ہوئے ہندوؤں کے ساتھ مرچکا تھا اور اب ساتویں ہندو مردے کے جسم کے اندر قید ساتویں بار چتا کی آگ میں پڑنے جارہا تھا...... اگرچہ وہ اس وقت اپنی قوت ایمانی سے مردے کے جسم سے باہر نکل آتا تھا جب ہندو مردے کا جسم آگ پکڑ چکا ہوتا تھا، اتنی دیر میں شہریار کا ہیولا بھی جیسے آگ کے شعلوں کی تپش میں جھلسنے لگ جاتا تھا اور اسے بے انتہاء درد و کرب میں سے گزرنا پڑتا تھا...... اس دن اور رات کو آندھرا پردیش کے مختلف شہروں میں پچاس ہندوؤں نے دم توڑا اور ان کے ساتھ شہریار کو بھی پچاس بار جان کنی کی حالت سے گزرنا پڑا اور ان کی لاشوں کے ساتھ چتا کے شعلوں میں سے گزرنا پڑا...... کادمبری برابر شہریار کی نگرانی کرتی رہی...... اسے دوسرے دن کا انتظار تھا جب وہ بونے گندھروسے ملنے جارہی تھی...... اسے یقین تھا کہ اس نے سوامی گندھرو کے مشورے سے کوئی نہ کوئی راہِ نجات ضرور تلاش کرلی ہوگی۔

اسی رات کے پچھلے پہر کا ذکر ہے کہ آندھرا پردیش کے دارالحکومت حیدرآباد کے قریب برہمن ہندوؤں کے ایک گاؤں کی ایک برہمنی پجارن کا آخری وقت آگیا...... بھوت ناتھ شہریار کو لے کر جو ڈبیا میں بند تھا اس برہمن پجارن عورت کے مکان پر پہنچ گیا...... اس پجارن کی عمر چالیس سال کے قریب تھی...... وہ گاؤں کے ایک مندر کی پجارن تھی اور کالا جادو بھی کیا کرتی تھی...... اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کے پاس ایسا جادو بھی ہے جس سے مردہ انسان زندہ ہوجاتا ہے، لیکن جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس کے کالے جادو کا یہ نسخہ اس کے کسی کام نہ آیا اور اس کا سانس اُکھڑنے لگا۔

بھوت ناتھ اس کے سر پر پہنچ گیا تھا...... اس نے سب سے پہلے شنکر راؤ سے کئے

ہوئے قول کے مطابق اس کے دشمن شہریار کے ہیولے کو بند ڈبی میں سے نکال کر مرنے والی ادھیڑ عمر پجارن کے جسم میں داخل کردیا...... شہریار پچاس کے قریب ہندو مردوں کے ساتھ موت کی اذیت برداشت کرتے کرتے نڈھال ہوچکا تھا...... اب جب بھوت ناتھ اسے کسی مرنے والے ہندو کے جسم میں داخل کرتا تو وہ بالکل نہیں پھڑپھڑاتا تھا...... ذرا سا بھی احتجاج نہ کرتا تھا، بلکہ اپنے آپ کو ایک مصنوعی موت کی تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار کرلیتا تھا...... اس بار بھی جب بھوت ناتھ نے اسے مرتی ہوئی ہندو پجارن کے جسم میں ڈالا تو شہریار نے کوئی احتجاج نہ کیا اور مرنے والی کے ساتھ اُکھڑے اُکھڑے سانس لیتے ہوئے بڑے صبر اور شکر کے ساتھ نزع کی تکلیف برداشت کرنے لگا۔ جب برہمن پجارن کی ایک جھٹکے کے ساتھ جان نکل گئی تو شہریار پجارن کے مردہ جسم کے اندر ہی نڈھال ہوکر پڑا رہا اور اس وقت کا انتظار کرنے لگا جب پجارن کی ارتھی کو چتا پر رکھ کر جلایا جاتا تھا اور پھر شہریار کو چتا کے شعلوں میں جھلستے ہوئے اپنے آپ کو نکال کر باہر لانا تھا اور ایک بار پھر بھوت ناتھ نے اسے پکڑ کر ڈبیا میں بند کردینا تھا...... اسے عورتوں اور ایک دو آدمیوں کے رونے کی آوازیں آنے لگیں...... اب وہ ان آوازوں کا عادی ہوگیا تھا...... کچھ وقت گزرنے کے بعد شہریار نے محسوس کیا کہ مردہ ہندو پجارن کی ارتھی کو اُٹھا کر جلانے کے لئے شمشان گھاٹ کی طرف لے جایا جارہا ہے۔

شہریار نے اپنے آپ کو چتا کے شعلوں کی تپش میں جھلسنے کے لئے تیار کرلیا...... ارتھی کا جلوس شمشان گھاٹ پہنچ گیا...... پھر اس نے محسوس کیا کہ ارتھی کو چتا کے اوپر رکھ دیا گیا ہے اور مہنت اشلوک پڑھتے ہوئے چتا کی لکڑیوں پر گھی ڈال رہے ہیں...... اس کے بعد چتا کو آگ دکھادی گئی اور لکڑیاں فوراً جلنے لگیں...... شہریار ہیولے کی صورت میں مردہ پجارن کے دل کے قریب سمٹا ہوا تھا...... چتا کے شعلوں کی ہلکی ہلکی تپش اسے محسوس ہونا شروع ہوگئی تھی...... مردہ پجارن کا دل خاموش تھا...... اس کی

دھڑکنیں بند ہو چکی تھیں...... اچانک شہریار کو ایک عورت کی آواز سنائی دی...... پہلے تو وہ سمجھا کہ یہ آواز باہر سے آئی ہے، لیکن دوسرے لمحے اسے ہلکا سا جھٹکا لگا اور پھر اس عورت کی آواز آئی۔ عورت کہہ رہی تھی۔

"میرے دل کو مٹھی میں لے کر زور سے دباؤ۔"

شہریار گھبرا گیا...... آواز مردہ عورت کے جسم کے اندر سے آ رہی تھی...... وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا...... وہ مردہ عورت کے مردہ دل کے قریب ہی سمٹا بیٹھا اور وہاں کوئی عورت نہیں تھی...... تیسری بار عورت نے غصے میں کہا۔

"میرے دل کو مٹھی میں لے کر زور سے دباؤ...... جلدی کرو۔"

شہریار نے گھبرا کر مردہ عورت کے دل کو جو بند ہو چکا تھا، اپنی مٹھی میں لے زور سے دبایا...... دباتے ہی دل نے دھڑکنا شروع کر دیا...... جیسے ہی دل میں دھڑ پیدا ہوئی کسی نے شہریار کے ہیولے کو اپنی مٹھی میں سمیٹ کر بند کر لیا اور پھر شہریار کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا ہے...... خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے اس کے احساسات مردہ سے ہو گئے تھے...... اسے اتنا احساس ضرور ہو رہا تھا کہ وہ کسی عورت کی مٹھی میں بند ہے...... اسے سوائے اندھیرے کے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا...... اچانک اسے عورت کی بند مٹھی میں ہلکی ہلکی ٹھنڈک کا احساس ہوا...... وہ حیران ہوا کہ اس وقت تو اسے آگ کے بھڑکتے شعلوں کی تپش محسوس ہونی چاہئے تھی، پھر یہ ٹھنڈک کا احساس کہاں سے پیدا ہو گیا تھا۔

بہت جلد اسے معلوم ہو گیا کہ یہ ٹھنڈک اس تازہ ہوا کی وجہ سے ہے جو عورت کی بند مٹھی کی انگلیوں کی درزوں میں سے اندر آ رہی تھی...... اسے بڑا خوشگوار لگا یا وہ جلتی ہوئی چتا میں سے باہر کھلی فضا میں آ گیا ہے؟ اس نے عورت کی مٹھی کی انگلیوں کی درزوں میں سے جھانک کر باہر دیکھنے کی کوشش کی مگر باہر اندھیرا ہی اندھیرا نظر آیا...... وہ سمجھ گیا کہ رات کا وقت ہے، اسے صاف لگ رہا تھا

کہ جس عورت نے اسے اپنی مٹھی میں بند کر رکھا ہے وہ اسے لے کر ہوا میں اُڑی جا رہی ہے۔

اُدھر بھوت ناتھ پجارن کی جلتی ہوئی چتا کے اُوپر منڈلا رہا تھا کہ چتا کے شعلوں میں سے شنکر راؤ کے دشمن منش شہریار کا ہیولا تڑپ کر باہر نکلے اور وہ اسے جھپٹ کر اپنی مٹھی میں بند کر کے وہاں سے کسی دوسرے قریب المرگ ہندو عورت یا مرد کو مارنے جائے، وہ دیر تک چتا کے اُوپر منڈلاتا رہا مگر شہریار کا ہیولا باہر نہ نکلا...... وہ حیران تھا کہ شہریار کے ہیولے نے اتنی دیر کیوں لگا دی ہے...... پہلے تو وہ کبھی اتنی دیر نہیں لگایا کرتا تھا...... چتا کافی جل چکی تھی...... بھوت ناتھ نے فوراً شعلوں میں گھس کر جلتے ہوئے مردے کے جسم کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا، وہاں شہریار کا ہیولا کہیں نہیں تھا۔

بھوت ناتھ گھبرا کر شعلوں سے باہر نکل آیا تو کیا شنکر راؤ کے دشمن منش کا ہیولا فرار ہو گیا تھا؟ مگر وہ کیسے فرار ہو سکتا ہے...... اگر فرار ہوتا تو اسے نظر کیوں نہیں آیا؟ اسی وقت وہاں سے سیدھا شنکر راؤ کے خفیہ آشرم میں پہنچ گیا...... مکروہ شنکر راؤ اپنی کٹھڑی میں آگ کے الاؤ کے سامنے بیٹھا منتروں کا جاپ کر رہا تھا...... دو بدروحیں اس کے دائیں بائیں سلگتے لوبان کی تھالیاں لئے کھڑی تھیں...... بھوت ناتھ کو اچانک آتے دیکھ کر شنکر راؤ نے منتروں کا جاپ بند کر دیا اور بھوت ناتھ سے پوچھا۔

"مہاراج! کیسے آنا ہوا؟"

بھوت ناتھ نے کہا۔

"شنکر راؤ! ایک بری خبر لایا ہوں۔"

مکروہ صورت شنکر راؤ کی شکل اور مکروہ ہو گئی...... اس نے بدروحوں کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا...... جب بدروحیں چلی گئیں تو اس نے بھوت ناتھ سے پوچھا۔

"کیا ہوا مہاراج؟"

بھوت ناتھ نے کہا۔

"میں اپنا قول ہار گیا ہوں، شنکر راؤ تمہارا دشمن منش میرے قبضے سے فرار

ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

مکروہ صورت شنکر راؤ پر تو جیسے بجلی گر پڑی...... تڑپ کر اُٹھ کھڑا ہوا، بولا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج؟"

بھوت ناتھ بولا۔

"شنکر راؤ میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

شنکر راؤ نے پوچھا۔

"مگر مہاراج! یہ کیسے ہو گیا؟"

بھوت ناتھ بولا۔

"مجھے خود نہیں معلوم کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا...... میں نے خود اپنے ہا
سے تمہارے دشمن کے ہیولے کو ایک مرتی ہوئی پجارن کے جسم کے اندر داخل
اور پھر وہاں چتا کے اُوپر منڈلاتا رہا تھا...... جب چتا کے شعلے بلند ہونے لگے تو تمہا
دشمن منش کو تڑپ کر چتا سے باہر آجانا چاہئے تھا، جیسا کہ وہ ہر بار باہر آجایا کرتا
وہ باہر نہ نکلا...... میں نے فوراً شعلوں کے اندر جا کر مردہ پجارن کے جلتے ہوئے
اُلٹ پلٹ کر دیکھا...... چتا کی آگ کو کرید کرید کر دیکھا مگر تمہارا دشمن کہیں نہ
وہ فرار ہو گیا ہے شنکر راؤ...... میں تم سے شرمندہ ہوں۔"

شنکر راؤ نے اپنے غصے کو دباتے ہوئے کہا۔

مگر مہاراج! آپ تو بہت بڑے شکتی وان ہیں...... آپ یم دوت
ہیں...... آپ کی طاقت اور شکتی کا کوئی جواب نہیں ہے...... پھر یہ کیسے ہو گیا
دشمن آپ کو جل دے کر بھاگ گیا؟

بھوت ناتھ کہنے لگا۔

"شنکر راؤ! مجھے اور زیادہ شرمندہ نہ کرو...... میں سمجھتا ہوں کہ میری
مسلمان منش کی ایمان کی شکتی کا مقابلہ نہیں کر سکی اور وہ اپنی ایمان کی طاقت

اور تمہاری قید سے آزاد ہو گیا...... مجھے شما کر دینا...... میں تمہارے ساتھ کئے ہوئے
اپنے قول کو نہیں نبھاہ سکا...... میں جاتا ہوں۔"

اور بھوت ناتھ غائب ہو گیا۔

مکروہ شنکر راؤ کی یہ حالت تھی کہ غیض و غضب کے عالم میں کوٹھڑی میں بے
چین و بے قرار ہو کر اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہا تھا...... اس نے چیخ کر بدرُوحوں کو
بلایا...... چھ سات بدرُوحیں نمودار ہو گئیں...... شنکر راؤ کی آنکھوں سے چنگاریاں
پھوٹ رہی تھیں...... اس نے اپنے دونوں چھوٹے چھوٹے کالے بازو پھیلا کر کہا۔

"میرا دشمن میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے...... جاؤ اسے تلاش کرو...... کادمبری
کو بلاؤ...... وہ اس وقت کہاں مر گئی تھی جب میرا دشمن چتا سے نکل کر فرار ہوا۔"

بدرُوحیں جلدی سے باہر نکل گئیں اور مکروہ صورت شنکر راؤ زمین پر آگ کے
الاؤ کے سامنے بیٹھ کر اپنا سر زور زور سے زمین سے ٹکرانے لگا۔

ہم کادمبری کی طرف آتے ہیں، جس وقت بھوت ناتھ پجارن کی جلتی ہوئی چتا
کے اُوپر منڈلا رہا تھا اور چتا میں سے شعلے بلند ہونے لگے تھے تو کادمبری معمول کے
مطابق چتا سے تھوڑی دُور کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی...... اسے معلوم تھا کہ ابھی
چتا کے شعلوں میں سے شہریار کا بدقسمت ہیولا تڑپ کر باہر نکلے گا اور بھوت ناتھ اسے
پکڑ کر فوراً ڈبی میں بند کر کے لے جائے گا...... یہ منظر وہ پہلے بھی کئی مرتبہ دیکھ چکی
تھی، مگر اس بار کافی وقت گزر گیا اور چتا میں سے شہریار کا ہیولا باہر نہ نکلا...... پھر اس
نے دیکھا کہ بھوت ناتھ بھی پریشان ہو کر چتا کے شعلوں کے اُوپر اِدھر اُدھر چکر لگا رہا
ہے...... وہ بھی اس لئے پریشان تھا کہ شہریار کے ہیولے نے باہر نکلنے میں خلاف
معمول دیر لگا دی تھی...... کادمبری نے دیکھا کہ بھوت ناتھ چتا کے شعلوں میں اُتر گیا
ہے...... وہ سمجھ گئی کہ بھوت ناتھ چتا کی آگ میں شہریار کے ہیولے کو تلاش کرنے گیا
ہے...... وہ بھی اسی جگہ حیرانی کی حالت میں کھڑی رہی...... کچھ دیر کے بعد بھوت ناتھ

چتا کے شعلوں سے باہر نکل آیا...... کادمبری نے صاف دیکھ لیا کہ اس کی مٹھی میں شہریار کا ہیولا نہیں تھا...... اس کی دونوں مٹھیاں کھلی تھیں اور وہ پریشان اور گھبرایا ہوا بھی تھا۔

کادمبری فوراً سمجھ گئی کہ کوئی خاص بات، کوئی انہونی بات ہو گئی ہے...... یہ انہونی بات یہی ہو سکتی تھی کہ چتا میں سے شہریار کا ہیولا غائب ہو گیا تھا...... اس کا مطلب تھا کہ شہریار کسی طریقے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا...... کادمبری یہ خوشخبری سنانے بونے گندھرو کے مکان کی طرف چلنے ہی والی تھی کہ اسے یاد آگیا کہ بونا گندھرو اپنے سوامی گندھرو سے ملنے گیا ہوا ہے اور اسے کل دن کے وقت واپس آنا ہے...... اتنے میں اسے فضا میں بدرُوحوں کی چیخیں سنائی دیں...... اس نے دیکھا کہ سردار شنکر راؤ کی سات بدرُوحیں چیختی چلاتیں، شور مچاتی اس کی جانب آ رہی تھیں۔

بدرُوحوں نے آتے ہی کادمبری سے کہا۔

"کادمبری! سردار نے تمہیں اسی وقت بلایا ہے...... اس کو بھوت ناتھ نے آکر بتایا ہے کہ اس کا دشمن منش فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے...... سردار سخت غضبناک ہو رہا ہے...... اس نے ہمیں تمہیں لینے کے لئے بھیجا ہے، فوراً ہمارے ساتھ چلو۔"

کادمبری اسی وقت بدرُوحوں کے ساتھ سردار کے آشرم کی طرف روانہ ہو گئی۔ جب وہ مکروہ سردار شنکر راؤ کے خفیہ تہہ خانے میں پہنچی تو سردار نے اس کی طرف اُبلی ہوئی سرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے دیکھا اور دھاڑ مار کر بولا۔

"کادمبری! میرا دشمن تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور تو نے اسے جانے دیا؟"

کادمبری نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"سردار مہاراج! وہ اپنی ایمانی طاقت کی وجہ سے میری نظروں سے بھی غائب تھا...... اس وجہ سے میں اسے فرار ہوتے نہ دیکھ سکتی...... اسے یم دُوت کا چیلا بھوت ناتھ بھی نہیں دیکھ سکا...... میری کوئی خطا نہیں ہے۔"

سردار شنکر راؤ زخمی گیدڑ کی طرح کوٹھڑی میں چکر لگا رہا تھا...... کادمبری کی طرف مڑ کر بولا۔

"میں تمہیں سات دن کی مہلت دیتا ہوں...... ان سات دنوں میں اگر تو میرے دشمن کو تلاش کر کے نہ لائی تو میں تجھے شکتال دیوتا کے حوالے کر دوں گا اور وہ تمہیں جو سزا دے گا تم اسے اچھی طرح سمجھتی ہو۔"

کادمبری کا رنگ فق ہو گیا...... اس مکروہ بھتنے نے ایک بار پھر اسے بڑے سخت امتحان میں ڈال دیا تھا...... اس بار کادمبری کے لئے سات دنوں کے اندر اندر شہریار کو تلاش کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا تھا، کیونکہ اس کے اندر کی ایمانی قوت بیدار ہو چکی تھی اور کادمبری بھی اسے غیبی حالت میں نہیں دیکھ سکتی تھی...... تاوقتیکہ شہریار خود اپنا آپ اسے دکھانا نہ چاہے مگر وہ سردار کی غلام تھی...... اس کے جال میں بری طرح سے پھنسی ہوئی تھی...... اس نے سر جھکا کر کہا۔

"سردار مہاراج! میں تمہارے دشمن کو بہت جلد تمہارے سامنے پیش کر دوں گی...... مجھے اپنا آشیرواد دیں۔"

مکروہ بھتنے شنکر راؤ نے ڈراؤنی چیخ مار کر کہا۔

"میں تمہیں آشیرواد نہیں دوں گا...... جاؤ اور سات دنوں کے اندر اندر میرے دشمن شہریار کو قابو کر کے میرے سامنے پیش کرو۔"

کادمبری نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"میں جاتی ہوں سردار مہاراج۔"

کادمبری نے سردار شنکر راؤ کے چرن چھوئے اور غائب ہو گئی...... غائب ہونے کے فوراً بعد وہ سردار شنکر راؤ کے صوبہ مدھیہ پردیش کی حدود سے نکل کر ساتھ والے صوبے آندھرا پردیش میں آ گئی اور سیدھی شہر حیدر آباد کے نواح میں جنوب کی جانب سڑک کنارے والے خالی مکان میں پہنچ گئی...... اس وقت شام کا اندھیرا چھا رہا

تھا...... بونے گندھرو نے شام ہی کو واپس آنے کے لئے کہا تھا...... وہ اپنے گورو سوامی گندھرو سے شہریار کو شنکر راؤ کے چنگل سے چھڑا کر اس کے وطن پہنچانے کے بارے میں مشورہ طلب کرنے گیا ہوا تھا...... جب کادمبری خالی مکان کے تہہ خانے والی کوٹھڑی میں آئی تو بونا گندھرو پہلے سے وہاں موجود تھا...... وہ کادمبری کو دیکھتے ہی بولا۔

"تم نے دیر کیوں کر دی؟"

کادمبری نے کہا۔

"جس مسلمان منش اور اپنے دوست شہریار کی ہم مدد کرنے کی کوشش میں لگے ہیں وہ غائب ہو گیا ہے۔"

"غائب ہونے سے تمہاری کیا مراد ہے؟" بونے گندھرو نے پوچھا۔

کادمبری نے اسے ساری بات بیان کر دی...... بونا گندھرو سب کچھ سننے کے بعد کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ شہریار چتا کے اندر ہی جل کر راکھ ہو گیا ہو گا۔"

کادمبری نے کہا۔

"گندھرو! ایسی بات نہیں ہے...... شہریار ایک خدا کو ماننے والا مسلمان ہے اور اس کے دل میں ایمان کی طاقت زندہ و بیدار ہے...... اس لئے وہ کسی ہندو مردے کے ساتھ چتا میں جل کر راکھ نہیں ہو سکتا۔"

"تو پھر وہ کہاں چلا گیا؟" بونا گندھرو بولا۔

کادمبری کہنے لگی۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا، لیکن ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی ایمان کی شکتی کی وجہ سے چتا سے ایسی غیبی حالت میں باہر نکل آیا ہو کہ اسے بھوت ناتھ اور میں خود بھی دیکھ نہ سکے ہوں اور وہ فرار ہو گیا ہو۔"

گندھرو نے کہا۔

"ایسی بات نہیں ہو سکتی کادمبری...... میں جانتا ہوں کہ سردار شنکر راؤ اور شکتال دیوتا کے طلسم میں جکڑا ہوا انسان اس کی نگاہوں سے کچھ وقت کے لئے غائب تو ہو سکتا ہے، مگر اس کے جال سے نہیں نکل سکتا۔"

"پھر تمہارے خیال میں شہریار کہاں ہو گا؟" کادمبری نے پوچھا۔

بونے گندھرو نے کہا۔

"مجھے یہ بتاؤ کہ یم دوت کے ساتھی بھوت ناتھ نے شہریار کو جس ہندو مردے کے جسم میں ڈالا تھا وہ ہندو مردہ کون تھا؟"

کادمبری بولی۔

"کہتے ہیں کہ وہ مدھیہ پردیش کے ایک گاؤں کے مندر کی کوئی پجارن تھی جو کالا جادو ٹونا بھی کیا کرتی تھی۔"

بونے گندھرو نے چونک کر کہا۔

"کیا اس کا نام کندلی تو نہیں تھا؟"

کادمبری نے کہا۔

"ہاں ایک بدروح نے اس جادوگرنی پجارن کا یہی نام بتایا تھا...... کیا تم اس جادوگرنی پجارن کندلی کو جانتے ہو؟"

"بونا گندھرو کہنے لگا۔

"کندلی کے بارے میں مجھے اتنا ہی پتہ ہے کہ وہ بڑی خطرناک جادوگرنی تھی اور مردوں کو زندہ کرنے کا منتر معلوم کرنے کے لئے چلہ کر رہی تھی۔"

"لیکن اس سے شہریار کا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟" کادمبری نے سوال کیا۔

بونا گندھرو کہنے لگا۔

"یہ میں بھی نہیں جانتا کہ مردہ جادوگرنی کندلی کے چلہ کرنے سے شہریار کے غائب ہونے کا کیا تعلق ہو سکتا ہے، لیکن کوئی انہونی بات ضرور ہوئی ہے اور شہریار کے

غائب ہونے یا فرار ہونے سے جادوگرنی پجارن کندلی کی چلہ کشی کا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"

"تو پھر اس کا کیسے پتہ چلایا جاسکتا ہے؟" کادمبری نے پوچھا۔

بونا گندھرو اُٹھ کر کوٹھڑی میں ٹہلنے لگا...... پھر ایک دم رُک کر بولا۔

"اس کے لئے ہمیں جادوگرنی کندلی کے مکان پر جاکر اس کی تلاشی لینی ہوگی...... ہوسکتا ہے وہاں سے ہمیں شہریار کے فرار کا کوئی سراغ مل جائے۔"

کادمبری بولی۔

"میں نے جادوگرنی کندلی کا مکان نہیں دیکھا ہوا۔"

"میں نے دیکھا ہے۔" بونا گندھرو بولا...... میرے ساتھ آؤ...... ہم اسی وقت اس کے مکان پر جائیں گے۔"

دونوں اسی وقت خالی مکان سے نکل کر فضا میں پرواز کرتے ہوئے آندھرا پردیش کے علاقے سے نکل کر ساتھ والے صوبے مدھیہ پردیش کی طرف چل پڑے...... کچھ ہی دیر بعد وہ مدھیہ پردیش میں داخل ہوچکے تھے۔ کندلی جادوگرنی کا مکان شہر سے دُور ایک چھوٹے سے گاؤں میں تھا...... مکان اسی مندر کے پیچھے تھا جس کی کندلی جادوگرنی پجارن تھی...... مکان کی دو کوٹھڑیاں تھیں جو خالی پڑی تھیں...... دونوں کوٹھڑیوں پر تالا لگا ہوا تھا...... کادمبری اور بونا گندھرو ایک کوٹھڑی میں آگئے۔

اندر اندھیرا چھایا ہوا تھا مگر اندھیرے میں انہیں ہر شے صاف نظر آرہی تھی...... کوٹھڑی میں ایک پرانی بانس کی چارپائی پڑی تھی جس پر بستر لپیٹا ہوا تھا...... کونے میں ٹین کا ایک صندوق تھا...... صندوق پر بھی تالا پڑا تھا...... بونے گندھرو نے کہا۔

"ہمیں اس صندوق کی تلاشی لینی ہوگی۔"

اور اس نے تالے کو توڑ کر اسے کھول دیا...... صندوق کے اندر انسانی ہڈیاں اور دو تین کھوپڑیاں اور گیدڑ کے پنجے اور ایک پستک (کتاب) پڑی ہوئی تھی...... بونے

گندھرو نے پستک نکال کر اسے کھولا...... کتاب ہاتھ سے لکھی ہوئی تھی اور اس میں انسانوں اور جانوروں کی کھوپڑیوں کی شکلیں بنی ہوئی تھیں...... بونا گندھرو آہستہ آہستہ ورق اُلٹ کر ایک ایک صفحے کو غور سے دیکھ رہا تھا...... کادمبری اس کے پاس کھڑی تھی اور وہ بھی کتاب پر بنی ہوئی شکلیں دیکھتی جارہی تھی۔

کتاب کے ایک ورق کو اُلٹنے کے بعد گندھرو رُک گیا اور صفحے کو بڑے غور سے دیکھنے لگا...... اس صفحے پر سنسکرت میں کچھ لکھا ہوا تھا اور ایک چوکور خانے کے اندر کسی سینگوں والے بھوت کی شکل بنی ہوئی تھی...... کادمبری نے پوچھا۔

"یہ کیا ہے؟"

بونا گندھرو کہنے لگا۔

"اس پر وہ منتر لکھا ہے جس کا چلہ کرنے سے کسی بھی ہندو مردے کو دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے۔"

کادمبری نے کہا۔

"اور یہ چوکور خانے میں جو ترچھی لکیریں بنی ہوئی ہیں یہ کیا ہیں؟"

گندھرو نے کہا۔

"یہ کندلی جادوگرنی کی اپنی جنم پتری لگتی ہے، مگر یہ نامکمل ہے۔"

"نامکمل سے کیا مطلب ہے تمہارا؟" کادمبری نے پوچھا۔

بونا گندھرو کہنے لگا۔

"اس میں جادوگرنی کندلی کا مرتیو گرہ (موت کا ستارہ) درج نہیں ہے...... معلوم ہوتا ہے کہ کندلی کو خود بھی اپنی موت کی خبر نہیں تھی...... ان جادوگرنیوں کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی موت کب واقع ہوگی...... ہوسکتا ہے کندلی کو اپنی موت کے وقت کا پتہ ہو مگر اس نے جان بوجھ کر یہاں نہ لکھا ہو۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"اس سے ہمیں شہریار کا تو کوئی سراغ نہیں مل سکتا...... پھر اس کو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

بونے گندھرو نے کہا۔

"تم نہیں جانتیں...... ہمیں شہریار کا سراغ اس جنم پتری سے ہی مل سکتا ہے...... یہ دیکھو...... جنم پتری کے کونے میں ایک چھوٹا گول دائرہ بنا ہوا ہے...... اس گول دائرے کے درمیان دو نقطے ہیں۔"

"ہاں...... میں دیکھ رہی ہوں۔" کادمبری نے صفحے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

بونے گندھرو نے کہا۔

"اس دائرے میں سے تیسرا نقطہ غائب ہے...... تیسرا نقطہ کندلی جادوگرنی نے اس وقت ڈالنا تھا جب اس کا مردے کو زندہ کرنے کا چلہ پورا ہو جاتا...... اس کا مطلب ہے کہ کندلی جادوگرنی کا چلہ پورا نہیں ہوا تھا کہ اس کی موت کا وقت آ گیا...... یہی وجہ ہے کہ کندلی اپنے آپ کو مرنے کے بعد زندہ نہیں کر سکی، لیکن جتنا بھی چلہ اس نے کیا تھا اس کی وجہ سے کندلی میں اتنی شکتی ضرور پیدا ہو گئی تھی کہ اس کی آتما چتا کے اندر اس کے مردہ جسم کو حرکت دے سکتی ہے...... حرکت دینے سے اس کے دل کی دھڑکن دوبارہ شروع ہو سکتی تھی اور دل کی دھڑکن دوبارہ شروع ہونے سے کندلی کی آتما دوبارہ اپنا شریر (بدن) دھارن کر سکتی تھی، یعنی دوبارہ اپنے جسم میں واپس آ سکتی تھی، لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"وہ کیا ہے؟" کادمبری نے پوچھا۔

بونا گندھرو کتاب کے ورق پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔

"اس دائرے کے نیچے ایک چھوٹے سے دائرے کو دیکھ رہی ہو؟"

"ہاں دیکھ رہی ہوں۔" کادمبری نے کہا۔

گندھرو بولا۔

"اس دائرے کا مطلب ہے کہ جب تک کوئی جادوگر یا جادوگرنی مردہ زندہ کرنے کے منتر کا چلہ پورا نہیں کر لیتی اس کی آتما مرنے کے بعد اس کے شریر (بدن) سے الگ ہونے کے بعد اس کے مردہ جسم کو حرکت نہیں دے سکتی۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"تو پھر جادوگرنی کندلی کی آتما کیسے اس کے مردہ جسم کو حرکت دے سکی ہو گی؟"

بونا گندھرو بولا۔

"بس یہی وہ نقطہ ہے جس سے میں نے شہریار کے گم ہونے کا سراغ لگایا ہے۔"

کادمبری بونے گندھرو کو حیران ہو کر تکنے لگی۔

"اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟" اس نے پوچھا۔

گندھرو کہنے لگا۔

"اس سے میری مراد یہ ہے کہ جادوگرنی کندلی کے مردہ جسم کو شہریار نے حرکت دی تھی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" کادمبری نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا۔

گندھرو بولا۔

"یہ تو تم بھی جانتی ہو کہ جب جادوگرنی کندلی کی لاش چتا میں جلائی جا رہی تھی تو شہریار چتا کے اندر کندلی کی لاش کے پاس موجود تھا اور جادوگرنی کندلی کی آتما بھی اس کے آدھا چلہ کرنے کی وجہ سے وہاں اس وقت موجود تھی اور جادوگرنی کندلی کی آتما نے شہریار کے ہیولے کو دیکھ لیا تھا...... پس اس نے شہریار کے ہیولے کو اپنے طلسم میں جکڑنے کے بعد حکم دیا کہ وہ اس کے جسم کو حرکت دے یا اس کی لاش کے دل کو جو بند ہو چکا تھا ہاتھ سے حرکت دے یا اسے دبائے، شہریار نے جادوگرنی کی آتما کے طلسم کے زیر اثر ایسا ہی کیا...... اس نے جادوگرنی کے مردہ جسم کو یا تو زور سے ہلایا یا اس کے دل کو دو تین بار دبایا، جس کے بعد کندلی کا دل دھڑکنے لگا...... اس کا مردہ جسم زندہ ہو گیا اور

زندہ ہوتے ہی دوسرے جنم کا رُوپ بدل کر چتا سے باہر نکل آیا۔"

"لیکن شہریار کیسے فرار ہوا؟" کادمبری نے سوال کیا۔

گندھرو بولا۔

"شہریار غائب نہیں ہوا، بلکہ جادُوگرنی کندلی نے اسے فوراً اپنے قبضے میں کر لیا، کیونکہ اب جادُوگرنی کندلی کی دوسرے جنم کی زندگی اور موت شہریار کے ہاتھ میں تھی...... شہریار نے کندلی کے مردہ دل کو دبا کر اس کو دوسرے جنم کی زندگی دی تھی اور اب اگر وہ کندلی کے سینے میں ہاتھ ڈال کر اس کے دھڑکتے ہوئے دل پر اپنا ہاتھ رکھ دے تو کندلی جادُوگرنی اسی وقت مر سکتی تھی، چونکہ کندلی جادُوگرنی کو دوسرے جنم میں زندہ ہونے کے بعد یہ معلوم تھا کہ جس ہیولے نے اس کے دل کو حرکت دے کر اسے پھر سے زندہ کیا ہے وہ بھی کوئی بدرُوح ہے اور بدرُوح کسی بھی زندہ انسان کے سینے میں ہاتھ ڈال سکتی ہے...... اگر شہریار کی بدرُوح یا ہیولا کسی دوسری بدرُوح کے کہنے پر کندلی جادُوگرنی کے سینے میں جب وہ سو رہی ہو ہاتھ ڈال کر اس کے دل پر ہاتھ رکھ دے گا تو وہ دوبارہ مر جائے گی اور پھر اس کا جنم کسی چھپکلی کے رُوپ میں ہو گا...... اس خوف کی وجہ سے کندلی جادُوگرنی نے شہریار کو اپنے قبضے میں کر لیا اور وہ اسے اپنے ساتھ لے کر شمشان گھاٹ سے غائب ہو گئی۔"

کادمبری نے پوری توجہ سے بونے گندھرو کی گفتگو سنی تھی...... وہ جانتی تھی کہ بونا گندھرو بدرُوحوں اور بھٹکتی آتماؤں کے بارے میں بہت زیادہ معلومات رکھتا ہے چنانچہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ جھوٹ نہیں ہے...... اس نے گندھرو سے پوچھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ شہریار اس وقت جادُوگرنی کندلی کے قبضے میں ہے۔"

"ہاں۔" گندھرو بولا...... "مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوا ہو گا۔"

بونے گندھرو نے پستک (کتاب) بند کر کے ٹین کے صندوق میں رکھ کر صندوق بند کر دیا...... کادمبری کہنے لگی۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں سب سے پہلے کندلی جادُوگرنی کا کھوج لگانا ہو گا کہ دوسرے جنم میں زندہ ہونے کے بعد وہ شہریار کو اپنا قیدی بنا کر کہاں لے گئی ہو گی۔"

"ہاں۔" گندھرو نے کہا۔

"تمہارے خیال میں یہ منحوس جادُوگرنی دوسرے جنم میں زندہ ہونے کے بعد کہاں گئی ہو گی۔"

بونا گندھرو کہنے لگا۔

"یہ ہمیں میرے گورو سوامی گندھرو ہی بتا سکتے ہیں...... ہمیں ان کے پاس جانا ہو گا۔"

"ہم ابھی ان کے پاس چلتے ہیں۔" کادمبری نے کہا۔

بونا گندھرو بولا۔

"سوامی گندھرو آج کیلاش پربت پر جا رہے ہیں...... ہم سورج غروب ہونے کے بعد ان کے پاس جائیں گے۔"

کادمبری بولی۔

"ٹھیک ہے...... چلو یہاں سے تو نکل چلیں۔"

گندھرو نے ٹین کے صندوق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جانے سے پہلے میں اس صندوق کو جادُو کی کتاب سمیت نشٹ (ضائع) کر دینا چاہتا ہوں، تاکہ کوئی دوسرا جادُوگر اس کے منتروں کو پڑھ کر ہندو مردے کو زندہ کرنے کی چلہ کشی نہ شروع کر دے، کیونکہ ہم گندھروؤں کا عقیدہ ہے کہ زندگی اور موت صرف ایک پرماتما کے ہاتھ میں ہے اور اگر کوئی کالے جادُو کے زور سے کسی مردے کو زندہ کرتا ہے تو یہ بہت بڑا پاپ ہے...... بہت بڑا گناہ ہے۔"

بونے گندھرو نے ایک منتر پڑھ کر صندوق پر پھونکا اور صندوق کو ایک دم سے آگ لگ گئی...... صندوق میں سے شعلے بلند ہونے لگے...... کادمبری اور بونا گندھرو

پیچھے ہٹ گئے...... صندوق کے شعلے جب کالے جادو کی کتاب تک پہنچ کر اسے جلانے
لگے تو صندوق کے شعلوں میں سے بدروحوں کی ڈراؤنی چیخوں کی آوازیں بلند ہونے
لگیں...... گندھرو نے کادمبری سے کہا۔

"یہ کالے جادو کی بدروحیں ہیں...... اگنی انہیں جلا کر بھسم کر رہی ہے...... ان کا
جل کر بھسم ہونا بہت ضروری ہے...... یہی پرماتما کی مرضی ہے۔"

جیسے جیسے جلتے ہوئے صندوق کے شعلے مدھم پڑ رہے تھے بدروحوں کی چیخیں بھی
مدھم پڑتی جا رہی تھیں اور جب صندوق جل کر راکھ ہو گیا اور شعلے بجھ گئے تو بدروحوں
کی چیخیں بھی غائب ہو گئیں۔

"چلو اب واپس چلتے ہیں۔" بونے گندھرو نے کہا۔

اور وہ دونوں جادوگرنی کندلی کے مکان سے باہر آ گئے...... باہر آ کر گندھرو کہنے لگا۔

"میں اب واپس اپنی جگہ پر جاؤں گا...... تم جہاں جی چاہے چلی جانا۔"

کادمبری بولی۔

"مجھے سردار شنکر راؤ نے سات دنوں کے اندر اندر اس کے دشمن شہریار کو تلاش
کر کے لانے کو کہا ہے...... اگر میں سات دنوں میں شہریار کو اس کے آگے حاضر
کر سکی تو وہ مجھے شکتال دیوتا کے حوالے کر دے گا اور وہ میرا جو حشر کرے گا اس سے
اچھی طرح واقف ہو...... میں یہ سوچ کر بھی پریشان ہوں۔"

بونا گندھرو کہنے لگا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو...... کل شام کو ہم گورو سوامی گندھرو کی خدمت میں حاضر
ہو کر انہیں یہ بات بھی بتا دیں گے...... مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی ایسا طریقہ ضرور بتا دیں
گے کہ سردار شنکر راؤ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے، کیونکہ یہ طے ہے کہ ہم شہریار کو بھی اس
منحوس شنکر راؤ کے حوالے نہیں کریں گے۔"

کادمبری نے فکر مند ہو کر کہا۔

"اگر سوامی گندھرو نے کوئی طریقہ نہ بتایا تو میں ایک بہت بڑی اذیت میں مبتلا
ہو جاؤں گی۔"

بونے گندھرو نے کادمبری کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کچھ نہیں ہو گا...... تم غم نہ کرو...... سوامی جی کی شکتی سردار شنکر راؤ کی
شکتی سے دس گنا زیادہ ہے...... وہ کوئی راستہ ضرور بتا دیں گے میں جاتا ہوں...... کل دن
ڈھلتے ہی خالی مکان میں میرے پاس آ جانا۔"

یہ کہہ کر بونا گندھرو غائب ہو گیا۔

❁ ❁ ❁

گندھرو کے جانے کے بعد کادمبری بھی ہوا میں پرواز کرتے ہوئے ایک جانب
کو چل دی...... سردار شنکر راؤ نے اسے شہریار کو تلاش کرنے کے کام پر لگایا تھا......
بظاہر شہریار کو تلاش کر رہی تھی، لیکن دل میں سخت گھبرائی ہوئی تھی...... وہ جانتی تھی
کہ شہریار اب کبھی منحوس شنکر راؤ کے قبضے میں نہیں آسکے گا اور اس کے نتیجے میں
کادمبری کی اذیت ناک موت یقینی تھی...... اب یہی ایک اُمید اس کی ڈھارس بندھا رہی
تھی کہ شاید سوامی گندھرو اسے سردار شنکر راؤ کے عتاب سے بچنے کا کوئی راستہ بتادے۔

کادمبری کو اپنے حال میں چھوڑ کر ہم جادوگرنی کندلی کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے
ہیں کہ شہریار کے ہیولے کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد وہ شمشان گھاٹ کی چتا سے
نکل کر کس طرف کو گئی تھی...... جادوگرنی کندلی کے بارے میں بونے گندھرو نے
بالکل صحیح قیاس آرائی کی تھی...... جادوگرنی کندلی کی جنم پتری پڑھ کر اس نے کندلی
کے بارے میں کادمبری کو جو جو کچھ بتایا تھا اس کا ایک ایک لفظ سچ تھا۔

جادوگرنی کندلی کی یہ خوش قسمتی تھی کہ جس وقت اس کی ارتھی چتا پر رکھ کر اس
کی مردہ لاش کو جلایا جارہا تھا تو اس وقت شہریار کا ہیولا چتا کے اندر بلکہ کندلی جادوگرنی
مردہ لاش کے اندر موجود تھا، کیونکہ یم دُوت کے چیلے بھوت ناتھ نے اسے خود کندلی
کے مردہ جسم میں داخل کیا تھا...... جب چتا کی آگ کندلی جادوگرنی کے مردہ جسم تک

پہنچ گئی تو اس کی آتما جو ابھی تک جلتی ہوئی چتا کے اندر تھی گھبرائی ہوئی پھڑ پھڑا رہی
تھی کہ اچانک اسے محسوس ہوا کہ چتا کے اندر کوئی دوسری بدرُوح بھی موجود ہے......
جادوگرنی کی آتما نے دوسرے ہی لمحے شہریار کے ہیولے کو دیکھ لیا...... یہ ایک کالا جادو
کرنے والی زبردست جادوگرنی کندلی کی آتما تھی...... شہریار کے ہیولے کو دیکھتے ہی وہ
سمجھ گئی کہ یہ کوئی بدرُوح نہیں ہے بلکہ ایک خدا کے ماننے والے کسی مسلمان نوجوان
کی روح ہے جس پر کسی نے خطرناک طلسم کر کے اسے ایک ہیولے میں بدل کر چتا میں
ڈال دیا ہے۔

جادوگرنی کندلی کی آتما کو اس وقت کسی ایسی بدرُوح کی سخت ضرورت تھی جو اس
کے مردہ اور ساکت دل کو حرکت دے سکے...... یہ کام کوئی دوسری بدرُوح ہی کر سکتی
تھی، کیونکہ اپنے مردہ جسم پر کندلی جادوگرنی کا کوئی طلسم کوئی کالا جادو اثر نہیں کر سکتا
تھا اور وہ اپنے مردہ جسم کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتی تھی...... اگر وہ ایسا کرتی تو اس کی آتما
بھی جل کر راکھ ہو جاتی...... پس اس نے فوراً شہریار کے ہیولے کو اپنے کالے جادو کے
ایک منتر کے اثر میں لیا اور اسے کہا کہ میرے دل کو زور سے دباؤ...... شہریار نے کالے
جادو کے اثر سے ایسا ہی کیا اور جادوگرنی کندلی کے مردہ جسم میں ہاتھ ڈال کر اس کے
دل کو دو تین بار دبایا تو اس کے مردہ دل نے دھڑکنا شروع کر دیا۔

جیسا کہ بونے گندھرو نے کادمبری کو بتایا تھا، جادوگرنی کندلی کی آتما اچھی طرح
سے جانتی تھی کہ جس ہیولے نے اس کے دل کو حرکت دے کر اسے دوسرے جنم میں
زندہ کیا ہے اب یہی ہیولا اگر چاہے تو اس کے سینے میں ہاتھ ڈال کر اس کے دل پر
صرف انگلی رکھ دینے سے اسے دوبارہ موت کی نیند سلا سکتا ہے، اسی طرح جادوگرنی
کندلی کی موت اور زندگی شہریار کے ہیولے کے ہاتھ میں تھی...... اب جادوگرنی کندلی
کے واسطے لازمی ہو گیا تھا کہ وہ اپنی زندگی بچانے کے لئے شہریار کے ہیولے کو اپنی قید
میں رکھے اور اسے ایک سیکنڈ کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دے...... اسے

اتنی مہلت بھی نہ دے کہ وہ اگر سو رہی ہو تو ہیولا اس کے سینے میں ہاتھ ڈال کر اس کے دل پر ہاتھ رکھ کر اسے موت کے حوالے کر دے...... یہ صرف ایک ہی طریقے سے ہو سکتا تھا کہ وہ شہریار کے ہیولے کو کسی جگہ پتھر کا بت بنا کر رکھ دے تاکہ وہ اپنی جگہ سے کبھی ہل بھی نہ سکے۔

جادوگرنی کندلی شہریار کے ہیولے کو لے کر سیدھی نرگنی مورتی کی زمین دوز گپھاہ کی طرف روانہ ہو گئی...... جادوگرنی کندلی اپنی موت سے پہلے ہندو مردوں کو زندہ کرنے کے جادو کا چلہ کر رہی تھی...... ابھی اس نے آدھا چلہ کیا تھا کہ اسے موت آ گئی...... اب جبکہ وہ ایک حیرت انگیز شعبدے کے بعد دوسرا جنم لے کر پھر سے زندہ ہو گئی تھی تو اس نے مردوں کو زندہ کرنے والے طلسم کے حصول کے لئے باقی کا آدھا چلہ بھی پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا...... یہ چلہ دو مرحلوں میں اسے پورا کرنا تھا اور یہ چلہ نرگنی مورتی کے آگے پورا کرنا تھا...... نرگنی ہندوؤں کی ایک قدیم روایتی دیوی تھی جس کے بارے میں کتابوں میں لکھا تھا کہ وہ مہینے کی ایک خاص رات کو اپنی زیر زمین گپھاہ سے نکل جاتی تھی اور جس کسی لڑکی کی شادی کی پہلی رات یعنی سہاگ رات ہوتی تھی وہ وہاں سے دلہن کو اٹھا کر اپنی گپھاہ میں لے آتی تھی اور اس کی گردن کاٹ کر اس کے خون سے اشنان یعنی غسل کرتی تھی...... اس قاتل دیوی نرگنی کی گپھاہ آندھرا پردیش کے ضلع اورنگ آباد میں واقع اجنٹا کے قدیم غاروں میں تھی۔

یہاں اجنٹا کے قدیم غاروں کی مختصر سی تاریخ بیان کرنا ضروری ہے...... ریاست حیدر آباد دکن کا ایک مشہور شہر اورنگ آباد ہے...... اورنگ آباد سے سات میل کے فاصلے پر اجنٹا نام کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے...... اس قصبے کی ایک پہاڑی میں اجنٹا کے قدیم غار ہیں...... یہ غار ڈیڑھ ہزار سال پرانے ہیں اور یہ 1817ء میں دریافت ہوئے تھے...... ان غاروں کی کل تعداد چھتیس ہے...... یہ غار پہاڑی کے اندر چٹانوں کو کاٹ تراش کر بنائے گئے ہیں...... کہنے کو تو یہ غار ہیں مگر ان کے اندر بے شمار ستونوں والے

چھوٹے بڑے کمرے بنے ہوئے ہیں جو چٹانوں کو تراش کر تعمیر کیئے گئے ہیں...... ہر غار کی دیواروں میں مختلف بت اور مورتیاں تراشی ہوئی ہیں اور دیوی دیوتاؤں کی رنگین تصویریں بھی بنی ہوئی ہیں...... ان غاروں میں بعض مورتیاں ہنس رہی ہیں...... بعض رقص کر رہی ہیں اور بعض رو رہی ہیں اور بعض ترشول ہاتھوں میں لئے غضبناک آنکھوں سے دیکھ رہی ہیں...... سب سے نیچے کے زمین دوز غار میں نرگنی کی مورتی دیوار تراش کر بنائی گئی ہے...... یہ مورتی کئی سو سال پرانی ہے...... خوفناک آنکھوں اور لمبے دانتوں والی نرگنی دیوی کی مورتی کے ایک ہاتھ میں تلوار ہے اور دوسرے ہاتھ میں تین خنجروں والا ترشول دکھایا گیا ہے...... اس کے ہونٹوں کے ایک کنارے سے سرخ رنگ کا خون بہتے ہوئے بھی دکھایا گیا ہے...... ایک تو یہ غار اجنٹا کے غاروں کا سب سے نیچے کا اور سب سے گہرا غار ہے، دوسرے اس میں بڑے ڈراؤنے دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں بنی ہوئی ہیں جن کی وجہ سے لوگ اس غار میں مورتیاں دیکھنے بہت کم آتے ہیں...... اسی غار کی نرگنی دیوی کی مورتی کے آگے جادوگرنی کندلی نے مردوں کو زندہ کرنے کے طلسم کا چلہ پورا کرنا تھا۔

رات کی تاریکی میں کندلی جادوگرنی اجنٹا کے غاروں کے سب سے نچلے اور گہرے نرگنی دیوی کے غار میں پہنچی...... شہریار کا ہیولا اس نے اپنی بند مٹھی میں قید کیا ہوا تھا...... اگرچہ ایک اتفاق سے شہریار کے چتا میں موجود ہونے کی وجہ سے کندلی جادوگرنی کو دوسرے جنم کی زندگی مل گئی تھی مگر یہ زندگی عارضی تھی، یہ ایسی زندگی تھی کہ وہ کسی نہ کسی وجہ سے مر سکتی تھی...... اگر وہ نرگنی دیوی کے آگے اپنا باقی کا چلہ پورا کر لیتی ہے تو پھر اس کے عقیدے کے مطابق اسے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو سکتی تھی اور یم دوت بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا...... شہریار کی وجہ سے جادوگرنی کو جو دوبارہ زندگی ملی تھی تو اس کی شکتی یعنی طاقت بھی کچھ زیادہ ہو گئی تھی...... پہلے وہ زندہ حالت میں تھی تو غائب نہیں ہو سکتی تھی...... غائب ہونے کے لئے اسے ایک خاص

کالے منتر کی ضرورت تھی جو اس کے پاس نہیں تھا، مگر اب دوبارہ زندہ ہونے کے بعد اس میں اتنی شکتی آگئی تھی کہ وہ جب اور جہاں چاہے غائب ہو سکتی تھی...... دوسری شکتی اس میں یہ پیدا ہو گئی تھی کہ وہ فضا میں موجود بدرُوحوں کو دیکھ سکتی تھی۔

شہریار ہیولے کی صورت میں جادوگرنی کندلی کی مٹھی میں بند تھا...... اسے کچھ اندازہ نہیں تھا کہ یہ عورت حقیقت میں کون ہے اور وہ اسے اپنی چتا میں سے نکال کر کہاں لے آئی ہے...... جادوگرنی کی مٹھی کے اندر تاریکی ہی تاریکی تھی اور وہ اس تاریکی میں بند تھا...... اسے یہ خیال ضرور تھا کہ چونکہ اس کی وجہ سے اس مردہ عورت کو دوبارہ زندگی ملی ہے، اس لئے وہ اس کے ساتھ مروت کا سلوک کرے گی اور وہ جس مصیبت میں گرفتار تھا اس میں اس کی مدد کرے گی...... اسے یہ بالکل خبر نہیں تھی کہ وہ عورت ایک خطرناک جادوگرنی ہے اور اس نے اسے ہمیشہ کے لئے یرغمالی بلکہ اپنا قیدی بنالیا ہے۔

جادوگرنی کندلی غار میں اترتے ہی نرگنی دیوی کی مورتی کے آگے ہاتھ باندھ کر جھک گئی...... غار میں بڑی پراسرار مدھم روشنی ہو رہی تھی جس میں نرگنی دیوی کا ڈراؤنا چہرہ اور بھی زیادہ ڈراؤنا لگ رہا تھا...... اس کی آنکھیں خوفناک انداز میں کھلی ہوئی تھیں۔ دو نوکیلے دانت سیاہ ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے تھے...... ہونٹوں کے دونوں کناروں سے سرخ خون کی لکیر بہتے دکھائی گئی تھیں اور اس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں ترشول تھا...... کندلی جادوگرنی نے سر جھکانے کے بعد جے نرگنی ماتا کی کا نعرہ لگایا اور بولی۔

"نرگنی ماتا! میں کندلی جادوگرنی تیرے چرنوں میں حاضر ہوں...... مجھے اتنی شکتی دے کہ میں تیرا چلہ پورا کر سکوں۔"

اس کے بعد کندلی نے نرگنی کی مورتی کے سامنے والی دیوار کو دیکھا...... اس دیوار میں ایک عورت کی مورتی بنی ہوئی تھی جو سر جھکائے رو رہی تھی...... کندلی جادوگرنی

اپنی مٹھی جس میں شہریار کا ہیولا بند تھا روتی ہوئی مورتی کی طرف بڑھائی اور بولی۔

"نرگنی ماتا کے حکم سے میری امانت کو اپنے پاس رکھ لے اور اس کی حفاظت کر...... اس ہیولے میں میری زندگی اور موت کا راز چھپا ہوا ہے۔"

اور کندلی جادوگرنی بلند آواز میں کالے جادو کا کوئی منتر پڑھنے لگی...... منتر ختم ہوا تو اس نے اپنی مٹھی کھول کر شہریار کے ہیولے کو زور سے روتی ہوئی مورتی کی طرف پھینکا...... شہریار کا ہیولا مورتی کی دیوار سے ٹکراتے ہی خود بھی مورتی کی طرح پتھر کا ہو گیا...... عجیب بات تھی کہ پتھر کی مورتی میں تبدیل ہونے کے بعد شہریار کی اصلی انسانی شکل واضح ہو گئی تھی...... ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے شہریار کو چھوٹی سی مورتی میں تبدیل کر کے دیوار کے ساتھ پیوست کر دیا ہے...... دوسری عجیب بات یہ تھی کہ پتھر کی مورتی بننے کے بعد شہریار کا جسم تو پتھر بن کر بے حس ہو گیا تھا لیکن اس کی آنکھیں کان اور ذہن پوری طرح بیدار تھا...... اس کی آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں مگر اسے سب کچھ دکھائی دے رہا تھا...... اس کے کان بھی پتھر کے ہو گئے تھے مگر وہ سب کچھ سن رہا تھا...... اسی طرح اس کا ذہن بھی بیدار تھا اور وہ سوچ سکتا تھا اور اس کی یادداشت بھی قائم تھی۔

جادوگرنی کندلی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ شہریار پتھر کی مورتی بن جانے کے بعد بھی دیکھ سکتا ہے...... سن سکتا ہے اور سوچ سکتا ہے...... کندلی کے لئے یہی اطمینان کافی تھا کہ جس شخص کے ہاتھ میں اس کی زندگی اور موت ہے یعنی جو ہیولے کی شکل میں اس کے سینے میں ہاتھ ڈال کر اس کے دل پر انگلی رکھنے کے بعد اسے زندگی سے محروم کر کے ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا سکتا تھا وہ پتھر کی مورتی بن چکا ہے اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا اور اس طرح وہ ہمیشہ اس کی آنکھوں کے سامنے رہے گا اور کہیں فرار بھی نہیں ہو سکے گا...... اس نے قریب جا کر بڑے غور سے شہریار کی مورتی کو دیکھا اور بولی۔

"تم تو ایک خوبصورت نوجوان نکلے...... خیر تم جو کوئی بھی ہو اب کم از کم اس وقت تک کے لئے میری قید میں ہی رہو گے جب تک کہ میں اپنا چلہ پورا کر کے مردوں کو زندہ کرنے کا طلسم حاصل نہیں کر لیتی...... اس کے بعد میں تمہیں آزاد کردوں گی کیونکہ پھر تم اگر میرے دل کو میرے سینے سے نکال کر پھینک بھی دو گے تو میں پھر بھی زندہ رہوں گی۔"

اس کے بعد جادُوگرنی کندلی دیوی نرگنی کے آگے جھک گئی اور بولی۔

"نرگنی ماتا! میں اپنے گورودیو کا آشیرواد لینے جا رہی ہوں...... کل رات کو تیرے چرنوں میں آکر چلہ شروع کردوں گی۔"

کندلی جادُوگرنی اتنا کہنے کے بعد غائب ہوگئی۔

شہریار پتھر کی مورتی بنا کندلی جادُوگرنی نے جو کچھ کہا تھا سن رہا تھا، اتنا اس کی سمجھ میں آگیا تھا کہ یہ کوئی جادُوگرنی ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کا چلہ کرنے والی ہے... جب تک وہ کندلی کی مٹھی میں بند تھا اسے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا...... یہ بھی شاید اس جادُوگرنی کے طلسم کی وجہ سے تھا، مگر جب کندلی نے اسے مٹھی میں سے نکال کر دیوار پر پتھر کی مورتی میں تبدیل کر دیا تھا اس وقت کے بعد کندلی نے نرگنی ماتا کے آگے جو کہا تھا وہ اس نے سن لیا تھا۔

انسان ایک دم سے پتھر بن جائے تو یہ ایک بہت بڑا عذاب ہوتا ہے...... شہریار اس عذاب میں ضرور مبتلا تھا مگر جو چیز اسے سب سے زیادہ پریشان کر رہی تھی وہ یہ تھی کہ اگر اس کا دوست بونا گندھرو اس کو تلاش کرتا وہاں پہنچ گیا تو شہریار بول کر اسے نہیں بتا سکے گا کہ میں ہی شہریار ہوں...... مجھے اس مصیبت سے نکالو...... بونا گندھرو شہریار کی اصلی انسانی شکل سے بھی واقف نہیں تھا...... وہ اس کی مورتی کو دیکھ کر کبھی نہیں سمجھ سکے گا کہ جس کی اسے تلاش ہے یہ اسی شہریار کی مورتی ہے...... وہ اسے بھی اجنتا کے غار کی کوئی قدیم مورتی سمجھ کر اس پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد

جائے گا اور پھر نہ جانے شہریار کے ساتھ کیا کر گزرے اور کب اسے پتھر کی مورتی سے دوبارہ انسان کی شکل میں آنا نصیب ہو...... ہاں اگر کادمبری بھی اس کے ساتھ ہوئی تو وہ شہریار کی مورتی کو پہچان لے گی، کیونکہ اس نے شہریار کو انسانی شکل میں دیکھا ہوا ہے۔ شہریار دل میں خدا سے دعا مانگنے لگا کہ اگر بونا گندھرو آئے تو کادمبری بھی اس کے ساتھ ہو تاکہ وہ اسے پہچان لے اور پھر اسے اس طلسم سے آزاد کرانے کی کوشش کرے۔

جس وقت کادمبری بونے گندھرو سے الگ ہو کر فضا میں پرواز کرنے لگی تھی عین اسی وقت کریہہ المنظر بھتنے سردار شنکر راؤ کے پاس اس کی ایک جاسوس بدرُوح ہاتھ باندھے کھڑی اسے کہہ رہی تھی۔

"سردار مہاراج! آپ نے جس بدرُوح کادمبری کو اپنے دشمن شہریار کو پکڑنے کا کام سونپا ہے وہ کادمبری آپ کے دشمن کی دوست ہے...... وہ اس سے محبت کرنے لگی ہے اور اسے یہاں سے بھگا کر لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

یہ سننا تھا کہ سردار شنکر راؤ غصے میں دیوانہ ہو گیا...... اس نے چیخ کر کہا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

جاسوس بدرُوح بولی۔

"سردار! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے سامنے اگر میں نے جھوٹ بولا تو میں جل کر راکھ ہو جاؤں گی...... میں پوری تسلی کر لینے کے بعد آپ کو یہ خبر بتا رہی ہوں...... میں نے اپنے کانوں سے کادمبری کو ایک بونے گندھرو سے یہ کہتے سنا ہے کہ میں شہریار کو سردار شنکر راؤ کی منحوس دُنیا سے نکال کر لے جانا چاہتی ہوں۔"

سردار کا غصہ اور بھڑک اُٹھا...... وہ آگ بھبھوکا ہو گیا اور شعلے کی طرح کوٹھڑی میں چکر لگانے لگا...... اس نے ایک غضبناک آواز نکالی اور کہا۔

"بدرُوحو! اسی وقت جاؤ اور کادمبری کو اژدھوں کے غار میں بند کر دو۔"

اسی وقت بدرُوحوں کی ہولناک چیخیں سنائی دیں اور یہ چیخیں بلند ہو کر غائب ہو گئیں...... چھ طاقتور منحوس اور خطرناک بدرُوحیں کادمبری کو قابو میں کرنے کے لئے روانہ ہو گئی تھیں۔

کادمبری اس وقت آندھرا پردیش کے ایک جنگل کے اُوپر سے گزر رہی تھی، اسے اسی طرح جنگل اور بستیوں کے اُوپر منڈلاتے ہوئے رات گزارنی تھی اور دوسرے روز دن ڈھلے بونے گندھرو سے خالی مکان میں ملنا تھا جو یہ معلوم کرے کہ جادوگرنی کندلی شہریار کو کہاں لے گئی ہے...... اپنے سوامی گندھرو سے ملاقات کرنے کیلاش پربت گیا ہوا تھا...... کادمبری ایک پہاڑی کے اوپر منڈلاتی ہوئی غوطہ لگا کر نیچے جنگل میں آ رہی تھی کہ اچانک اسے اپنے اِردگرد چیخوں کی آوازیں سنائی دیں...... یہ بدرُوحوں کی چیخیں تھیں...... کادمبری حیران ہوئی کہ بدرُوحیں چیخ کیوں رہی ہیں......

وہ تھوڑا اور نیچے آئی ہی تھی کہ اس نے چار بدرُوحوں کو دیکھا جو سیاہ بال کھولے اپنے ہاتھوں میں ترشول لئے اس کی طرف بڑھ رہی تھیں...... کادمبری نے ان بدرُوحوں کو پہچان لیا تھا کہ یہ سردار شنکر راؤ کی سب سے طاقتور سب سے خطرناک بدرُوحیں ہیں اور اس نے اپنے قابو میں کرنے کے لئے آئی ہیں۔

کادمبری نے اُوپر کی طرف غوطہ لگایا۔

لیکن وہ ان بدرُوحوں کی شکتی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی...... چاروں بدرُوحیں اس پر چاروں جانب سے جھپٹ پڑیں اور ان کی سردارنی بدرُوح نے اپنا ترشول کادمبری کی طرف پھینکا...... ترشول کادمبری کے بازو سے ٹکرایا تو ترشول میں سے چنگاریاں نکلیں اور اس کے بعد کادمبری کو کوئی ہوش نہ رہا...... چاروں بدرُوحوں نے بے ہوش کادمبری کو اُٹھایا اور اسے اس جنگل میں دریا کے پار ایک کالے پہاڑ پر لے کر آ گئیں...... اس پہاڑ کے اندر خفیہ غار تھا جہاں اتنے بڑے بڑے اژدھا رہتے تھے کہ وہ پورے کے پورے انسان کو نگل جاتے تھے...... بدرُوحوں نے کادمبری کو اژدہوں کے

غار میں پھینک دیا اور غار کا منہ بند کر کے واپس سردار شنکر راؤ کے پاس آ گئیں اور اسے بتایا کہ کادمبری کو اژدھوں کے غار میں بند کر دیا ہے...... منحوس سردار شنکر راؤ نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"جو شنکر راؤ کے ساتھ غداری کرتا ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے...... کادمبری اب تک کسی اژدھا کی خوراک بن کر اس کے پیٹ میں مردہ پڑی ہو گی۔"

پھر اس نے اپنی خاص جاسوس بدرُوح سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم ابھی جاؤ اور یہ پتہ کر کے آؤ کہ یہ بونا گندھرو کون ہے جو میرے دشمن شہریار کی مدد کر رہا ہے اور کہاں رہتا ہے میں اسے بھی زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔"

جاسوس بدرُوح سر جھکا کر بونے گندھرو کا کھوج لگانے کے لئے چل دی......

جاسوس بدرُوح کا تعلق سردار شنکر راؤ کے کٹم قبیلے سے تھا جو گندھروں کے قبیلے سے کم طاقتور قبیلہ تھا...... جاسوس بدرُوح کو اپنی اس کمزوری کا پتہ تھا...... وہ جانتی تھی کہ بونا گندھرو اگر غیبی حالت میں ہوا تو اسے دکھائی نہیں دے گا، لیکن یہ جاسوس بدرُوح اپنی خاص طاقت کی مدد سے بونے کے جسم سے نکلنے والی بو محسوس کر سکتی تھی اور اس بو کے پیچھے چلتی بونے گندھرو کے ٹھکانے کا سراغ لگانا چاہتی تھی...... جاسوس بدرُوح نے دونوں صوبوں یعنی مدھیہ پردیش اور اس کے ساتھ جڑے ہوئے صوبے آندھرا پردیش کے جنگلوں اور ویرانوں کے اُوپر پرواز شروع کر دی کہ شاید کسی جگہ سے بونے گندھرو کی بو آ جائے۔

لیکن بونا گندھرو وہاں کہیں نہیں تھا...... اس وقت وہ کیلاش پربت کی طرف اپنے سوامی سے ملنے کوہ ہمالیہ کی پہاڑیوں کے اُوپر اڑتا ہوا چلا جا رہا تھا...... صبح ہو چکی تھی...... بونا گندھرو اپنے سوامی گندھرو کے غار میں پہنچ گیا...... بوڑھا سوامی گندھرو ایک تخت پر آلتی پالتی مارے آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا...... بونے گندھرو نے جاتے ہی ہاتھ باندھ کر نمسکار کیا اور پھر دوزانو ہو کر سر جھکا کر سامنے بیٹھ گیا۔

سوامی گندھرو نے آنکھیں کھول کر بونے گندھرو کو دیکھا اور کہا۔

"میں نے تمہارے دل کا حال معلوم کرلیا ہے...... تم جس منش جاتی کے مسلمان (شہریار) کی تلاش میں ہو وہ تمہیں اجنتا کے سب سے نچلے غار میں ملے گا۔"

بونے گندھرو نے پوچھا۔

"سوامی مہاراج! وہ کس شکل میں ہو گا؟"

سوامی گندھرو نے آنکھیں بند کر لیں...... تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھول کر کہا۔

"یہ مجھے نہیں معلوم پرنتو (لیکن) وہ تمہیں اسی غار میں مل سکے گا، کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ وہاں اپنی انسانی شکل میں موجود ہے...... اس سے آگے میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا، جاؤ۔"

بونے گندھرو نے سر جھکا کر سوامی کو نمسکار کیا اور خاموشی سے غار میں سے نکل گیا...... وہاں سے وہ سیدھا اپنے خالی مکان پر آکر سوچنے لگا کہ وہ اجنتا کے غار میں اکیلا جائے یا کادمبری کا انتظار کرے اور اسے بھی ساتھ لے کر جائے، کیونکہ سوامی جی نے کہا تھا کہ شہریار غار میں اپنی انسانی شکل میں موجود ہے اور بونے گندھرو نے شہریار کو ہیولے کی شکل میں دیکھا تھا...... وہ اس کی انسانی شکل سے واقف نہیں تھا، لیکن کادمبری کو اس نے دن ڈھلے شام کے وقت آنے کے لئے کہا ہوا تھا...... وہ کادمبری کا انتظار کرنا چاہتا تھا، کیونکہ یہ بات اس کے علم میں تھی کہ کادمبری نے شہریار کو انسانی شکل میں دیکھا ہوا ہے۔

بونا گندھرو کچھ دیر خالی مکان میں ادھر اُدھر ٹہلتا رہا...... پھر اس سے مزید انتظار نہ ہو سکا...... اس نے سوچا کہ اسے خود غار میں جا کر شہریار کا سراغ لگانا چاہئے...... اگر شہریار نے اسے دیکھ لیا تو وہ اسے ضرور پہچان لے گا اور یوں دونوں کی ملاقات ہو جائے گی اور اگر ہو سکا تو وہ شہریار کو لے کر خالی مکان میں آ جائے گا اور جب شام کو کادمبری آئے گی تو وہ دونوں شہریار کو لے کر سوامی گندھرو کے پاس کیلاش پربت چلے جائیں

گے...... سوامی جی شہریار کو اس کے وطن پہنچانے کا ضرور کوئی نہ کوئی راستہ بتا دیں گے...... بونے گندھرو نے سوامی جی سے یہ ضرور پوچھنا تھا کہ ہم شہریار کو اس کے وطن کیسے پہنچا سکتے ہیں، لیکن سوامی گندھرو نے جب کہا کہ "اس سے آگے میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا...... جاؤ" تو بونا گندھرو خاموشی سے اُٹھ کر چلا آیا تھا...... اس کی جرات نہیں ہوئی کہ سوامی جی سے کوئی اور سوال کر سکے، لیکن یہ اس نے طے کر لیا تھا کہ شہریار مل گیا تو وہ اسے لے کر سیدھا سوامی جی کے پاس آ جائے گا۔

یہ سوچ کر بونا گندھرو خالی مکان سے نکلا اور غیبی حالت میں پرواز کرتا اورنگ آباد شہر سے سات میل کے فاصلے پر واقع اجنتا کے غاروں میں پہنچ گیا...... وہ سیدھا سب سے نچلے غار میں آ گیا...... یہ وہی غار تھا جس میں کندلی جادوگرنی نے شہریار کو پتھر کی مورتی بنا کر دیوار پر نقش کر دیا تھا...... شہریار اپنی انسانی شکل میں تھا جسے بونا گندھرو بالکل نہیں پہچان سکتا تھا...... بونے گندھرو نے غار میں پہنچتے ہی چاروں طرف دیکھا...... غار میں اندھیرا بھی تھا اور دُھندلی روشنی بھی تھی...... اسے شہریار کا ہیولا کہیں دکھائی نہ دیا...... اس نے سوچا شاید وہ کسی جگہ چھپ کر بیٹھا ہے...... اس نے شہریار کا نام لے کر کہا۔

"اگر تم غار میں موجود ہو تو میرے سامنے آ جاؤ...... میں تمہارا دوست بونا گندھرو ہوں۔"

دیوار میں مورتی بن کر لگے ہوئے شہریار نے بونے گندھرو کی آواز سنی تو جلدی سے بولا۔

"گندھرو...... میں یہاں ہوں۔"

یہ دیکھ کر شہریار کا ذہن چکرا گیا کہ اس کے حلق سے آواز نہیں نکلی تھی...... اس کا مطلب تھا کہ وہ سن سکتا تھا...... دیکھ سکتا تھا...... سوچ سکتا تھا، مگر بول نہیں سکتا تھا...... اب شہریار کے پاس بونے گندھرو کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں

تھا...... وہ دیکھ ضرور سکتا تھا لیکن پتھرائی ہوئی آنکھوں کی وجہ سے وہ اپنی آنکھوں کو حرکت نہیں دے سکتا تھا۔

بونے گندھرو نے ایک بار پھر آواز دی۔

"دوست شہریار! اگر تم غار میں کسی جگہ موجود ہو اور میری آواز سن رہے ہو تو میرے سامنے آؤ...... میں تمہیں یہاں سے اپنے ساتھ لے جانے کے لئے آیا ہوں۔"

شہریار نے بے اختیار ہو کر ایک بار پھر کہا۔

"گندھرو میں یہاں ہوں...... دیوار پر روتی ہوئی عورت کی مورتی کے ساتھ مورتی کی شکل میں موجود ہوں...... مجھے کندلی جادوگرنی نے مورتی بنا دیا ہے۔"

لیکن اس کی آواز ہی نہیں نکل رہی تھی...... عجیب بات یہ تھی کہ شہریار خود اپنے پتھر ایسے ساکت ہونٹوں میں سے نکلتے ہوئے الفاظ کو سن رہا تھا مگر اسے کوئی دوسرا نہیں سن سکتا تھا...... جب بونے گندھرو کو پھر بھی کوئی جواب نہ ملا تو وہ بھی سمجھا کہ شہریار یہاں نہیں ہے، مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا...... سوامی جی نے بتایا تھا کہ شہریار اسی غار میں موجود ہے اور سوامی جی نے کبھی کوئی جھوٹی پیشین گوئی نہیں کی تھی۔

بونا گندھرو وسوسے میں پڑ گیا...... وہ دیوار پر کھدی ہوئی اور رنگوں کی مدد سے نقش کی ہوئی مورتیوں کو ایک ایک کر کے دیکھنے لگا...... ان میں بعض تصویریں تھیں اور بعض دیوار کو تراش کر بنائی ہوئی مورتیاں تھیں...... جب وہ نرگنی ماتا کی مورتی کے سامنے آیا تو بونے گندھرو کو ایک جھٹکا لگا اور پیچھے کو گرتے گرتے بچا اور سنبھل کر دیوار کے ساتھ لگ گیا، جس دیوار کے ساتھ وہ لگا تھا اسی دیوار میں شہریار کی مورتی تھی...... شہریار نے بونے گندھرو کو اپنے اتنا قریب دیکھ کر اسے ایک بار پھر آواز دینے کی کوشش کی۔

"دوست گندھرو! میں تمہارے پیچھے دیوار پر موجود ہوں...... مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا دلاؤ۔"

لیکن بونے گندھرو کو اس کی آواز نہ سنائی دی...... وہ دیوار سے الگ ہو کر سیدھا ہو گیا اور شہریار والی مورتیوں کو دیکھنے لگا...... اس نے روتی ہوئی عورت کی مورتی کو غور سے دیکھا، اس کے بالکل پاس ہی شہریار کی مورتی تھی...... جادوگرنی کندلی نے یہ چالاکی کی تھی کہ شہریار کا لباس قدیم زمانے کے لوگوں کا بنا دیا تھا، لیکن اس کی انسانی شکل کو وہ نہ بدل سکی تھی اور اسے ویسے ہی رہنے دیا تھا۔

بونا گندھرو شہریار کی مورتی کو تکنے لگا...... اسے ایک لمحے کے لئے بھی گمان نہ ہوا کہ یہ جدید زمانے کے کسی انسان کی شکل ہے...... اگر جدید زمانے کے انسان کی شکل نہ بھی ہوتی تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، کیونکہ بونا گندھرو شہریار کو نہیں پہچانتا تھا...... شہریار اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے بونے گندھرو کو اپنے بالکل سامنے دیکھ رہا تھا، مگر اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتا...... وہ چیخ چیخ کر اسے آوازیں دینے لگا، لیکن اس کی چیخ کی آوازیں اس کے جسم کے اندر ہی ختم ہو جاتی تھیں...... اس کی آواز اس کے ہونٹوں سے باہر نکلتی تو بونا گندھرو اس کی طرف دیکھتا...... جب اسے شہریار کی آواز ہی سنائی نہیں دیتی تھی تو وہ کیسے اس کی طرف دیکھتا۔

لیکن اس دوران نرگنی ماتا کی خوفناک چہرے اور نوکیلے دانتوں والی ڈراؤنی مورتی ٹکٹکی باندھے حیرت بھری نظروں سے بونے گندھرو کو دیکھ رہی تھی...... جب بونے گندھرو کو یقین ہو گیا کہ شہریار اس غار میں کہیں بھی نہیں ہے تو یہی سمجھا کہ سوامی جی نے غلط نہیں کہا تھا...... شہریار یہاں ضرور موجود تھا مگر وہ کسی وجہ سے بونے گندھرو کے آنے سے پہلے ہی یہاں سے چلا گیا ہے...... بونے گندھرو کے لئے وہاں ٹھہرنا بے مقصد تھا...... اس نے سوچا کہ وہ شام کو کادمبری کے ساتھ آئے گا...... اس وقت تک شہریار ضرور غار میں واپس آ گیا ہو گا، چنانچہ بونا گندھرو غار سے نکلا اور اپنے خالی مکان کی طرف اڑ گیا۔

وہ سارا دن اپنے خالی مکان میں بند رہا...... شام ہو گئی۔

اب اسے کادمبری کے آنے کا انتظار تھا...... شام کے بعد رات ہو گئی مگر کادمبری نہ آئی......اس نے سوچا کہ کسی وجہ سے کادمبری کو دیر ہو گئی ہے...... مجھے کچھ اور انتظار کر لینا چاہئے......اگر میں اکیلا غار میں شہریار کو دیکھنے چلا گیا اور پیچھے کادمبری آگئی تو وہ اسے نہ پاکر پریشان ہو گی، چنانچہ بونا گندھروا اپنی آسیب زدہ کوٹھڑی میں بیٹھ گیا اور کادمبری کا انتظار کرنے لگا......اسے کیا خبر تھی کہ کادمبری اس وقت اژدھوں کے غار میں بند ہے اور اس کے چاروں طرف خونخوار قسم کے اژدھا پھنکارتے پھر رہے ہیں، مگر کسی وجہ سے ان میں سے کوئی اژدھا ابھی تک کادمبری کے قریب نہیں آیا تھا...... جیسے ہی رات ہوئی کندلی جادوگرنی نرگنی ماتا کی مورتی کے سامنے مردوں کو زندہ کرنے والا اپنا ادھورا چلہ پورا کرنے کے لئے غار میں پہنچ گئی، اس نے نرگنی ماتا کے سامنے آتے ہی ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور بولی۔

"نرگنی ماتا! میں اپنا چلہ پورا کرنے تمہارے چرنوں میں پہنچ گئی ہوں...... میری سہائتا (حفاظت) کرنا۔"

پتھر کی مورتی بنے شہریار نے کندلی جادوگرنی کو غار میں آتے اور نرگنی ماتا کے سامنے ماتھا ٹیکتے دیکھ لیا تھا اور جادوگرنی نے نرگنی ماتا سے جو کچھ کہا تھا وہ بھی سن لیا تھا۔

تب نرگنی ماتا نے کندلی جادوگرنی سے کہا۔

"کندلی! تیرے دشمن تیری تلاش میں یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔"

یہ سن کر کندلی جادوگرنی نے حیرت سے نرگنی ماتا کی طرف دیکھا اور بولی۔

"ماتا! میرا ایک ہی دشمن ہے جو میری جان لے سکتا ہے اور اسے میں نے پتھر کی مورتی بنا کر دیوار میں گاڑ دیا ہے...... پھر وہ میرا دشمن کون ہے جو میری تلاش میں آیا تھا۔"

نرگنی ماتا نے کہا۔

"جو تیرے دشمن کو یہاں سے آزاد کر کے لے جانا چاہتا ہے وہ تمہارا دشمن ہی

ہو سکتا ہے۔"

کندلی جادوگرنی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"ماتا! وہ کون ہے؟"

نرگنی ماتا بولی۔

"وہ بونا گندھرو ہے اور تم خوب جانتی ہو کہ گندھرو قبیلے کے لوگ تم سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں...... تم ان کی شکتی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں...... ایک بونا گندھروا اس منش جاتی کے مسلمان کی تلاش میں آیا تھا جس کو تم نے پتھر کی مورتی بنا کر دیوار میں گاڑ دیا ہے...... اگر اسے یہ پتہ چل گیا ہے کہ یہ منش اس غار میں ہے تو وہ بہت جلد یہ بھی پتہ لگا لے گا کہ تم نے اسے پتھر کی مورتی بنا دیا ہوا ہے اور وہ اپنی گندھرو شکتی سے اس مورتی کو پھر سے انسان کی شکل دے کر یہاں سے نکال کر لے جائے گا اور پھر تم پر موت کا سایہ منڈلانے لگے گا...... یہ منش شہریار کسی بھی وقت کسی بھی جگہ بدروح کا ہیولا بن کر آئے گا اور تمہیں ہلاک کر ڈالے گا۔"

یہ سننے کے بعد کندلی جادوگرنی پر ایک لمحے کے لئے جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ اسے اپنی موت اپنے سامنے نظر آنے لگی......اگر اس بار وہ مر گئی تو پھر جنم جنم تک وہ بدروح بن کر بھٹکتی رہے گی اور اس کا مردوں کو زندہ کرنے کا طلسم حاصل کرنے کا خواب کبھی پورا نہ ہو گا اور اس کے اگلے جنم بھی نشٹ ہو جائیں گی۔

اس نے نرگنی ماتا کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"ماتا! مجھے میری دوسری موت سے بچا لو...... مجھے بتاؤ کہ میں اس منش کو کہاں قید کروں کہ جہاں اس کی مدد کو کوئی گندھرو آکاش کا کوئی دیوتا بھی نہ پہنچ سکے، کیونکہ اگر ایک بار یہ منش جس کا نام شہریار ہے میرے ہاتھ سے نکل گیا تو میری دوسری موت کا خوف مجھے جینے نہیں دے گا......اس شخص کا ہیولا کسی بھی وقت آکر مجھے ہلاک کر سکے گا۔"

نرگنی ماتا نے کہا۔

"اگر یہ منش مسلمان نہ ہوتا تو میں اسے اسی جگہ جلا کر راکھ کر دیتی، مگر یہ ایک خدا کو ماننے والا ہے...... اس کے پاس ایمان کی طاقت ہے جو اس کے اندر زندہ ہے...... بیدار ہے...... میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

کندلی جادوگرنی نے رحم طلب نگاہوں سے نرگنی کی مورتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ماتا! تیرے سوا اس وقت میری کوئی مدد نہیں کر سکتا...... بھگوان کے لئے میری مدد کرو اور مجھے آنے والی موت سے کم از کم اس وقت تک ضرور بچالو جب تک کہ میں مردوں کو زندہ کرنے والا چلہ پورا نہیں کر لیتی...... ایک بار میرے پاس مردوں کو زندہ کرنے والا جادو آ گیا تو پھر مجھے اپنے کسی دشمن کی پروا نہیں ہوگی۔"

نرگنی ماتا نے کہا۔

"تو پھر اس کا ایک ہی علاج ہے۔"

"وہ کیا ماتا؟" جادوگرنی کندلی نے بے چینی سے پوچھا۔

نرگنی دیوی بولی۔

"میں تمہارے دشمن منش کو روتی ہوئی مورتی ناگنی کے حوالے کرتی ہوں...... مجھے نہیں معلوم کہ وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گی، لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ ناگنی اس منش جاتی شہریار کو اس سنسار سے دُور...... بہت دُور ایک ایسے سنسار میں پہنچا دے گی جہاں سے یہ کبھی واپس تمہارے پاس نہیں آ سکے گا۔"

جادوگرنی کندلی یہ سن کر بولی۔

"ماتا! اگر ایسا ہے تو بھگوان کے لئے اس کو ابھی ناگنی کے حوالے کر دو۔"

شہریار نے یہ سنا تو اس کے رہے سہے ہوش بھی اُڑ گئے...... خدا جانے یہ روتی ہوئی مورتی اس کے ساتھ کیا کرنے والی تھی، مگر وہ اپنے بچاؤ کے لئے کچھ نہیں کر سکتا

تھا...... وہ ایک پتھر تھا...... ایک ساکت پتھر...... جو ذرا سی بھی حرکت نہیں کر سکتا تھا...... ایک مجبور اور بے بس پتھر!

نرگنی ماتا نے کندلی جادوگر سے کہا۔

"ایک طرف ہو کر کھڑی ہو جاؤ۔"

کندلی سامنے سے ہٹ کر ایک طرف ہو کر کھڑی ہو گئی...... نرگنی دیوی نے اپنے سامنے والی دیوار پر روتی ہوئی مورتی ناگنی کو گھور کر دیکھا...... نرگنی مورتی کی آنکھوں سے دو سرخ شعاعیں نکل کر سر جھکا کر روتی ہوئی مورتی ناگنی پر پڑیں...... ناگنی کی مورتی نے سر اٹھا کر نرگنی دیوی کی طرف دیکھا...... پھر ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"نرگنی ماتا کی جے ہو...... کیا حکم ہے ماتا؟"

شہریار یہ سن بھی رہا تھا اور چونکہ وہ مورتی کی شکل میں خود ناگنی مورتی کے ساتھ اسی چوکھٹے میں موجود تھا اس لئے اسے دیکھ بھی رہا تھا...... نرگنی ماتا نے کہا۔

"ناگنی! تیرے ساتھ جو مورتی دیوار میں لگائی گئی ہے، اس کا نام شہریار ہے...... یہ مسلمان ہے اور میرا دشمن ہے...... اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے میں اس کو نہ قتل کر سکتی ہوں...... نہ آگ میں جلا سکتی ہوں...... نہ دریا میں غرق کر سکتی ہوں، لیکن میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہوں...... اس کو لے جا اور کسی ایسی جگہ پہنچا دے جہاں سے یہ ساری زندگی نہ نکل سکے...... یہ اگر زندہ بھی ہو تو اس کا جینا مردوں سے بدتر ہو...... لے جا اسے!"

ناگنی مورتی نے کہا۔

"میں تیرے حکم کا پالنا کروں گی ماتا...... میں تمہارے دشمن کو لے جا رہی ہوں۔"

شہریار بے حس و بے بس پڑا اپنی بدقسمتی پر سوائے افسوس کرنے اور خدا سے اپنے برے اعمال کی معافی مانگنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا...... ناگنی مورتی کا پتھر کا ہاتھ شہریار کی مورتی کی طرف بڑھا اور اس نے شہریار کی مورتی کی گردن پکڑ لی......

گردن کے پکڑتے ہی شہریار کو جیسے چار سو چالیس وولٹ کا بجلی کا جھٹکا لگا اور پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

اسی لمحے دیوار پر سے ناگن اور شہریار دونوں کی مورتیاں غائب ہو گئیں...... کندلی جاؤگرنی یہ سارا منظر ایک طرف کھڑی دیکھ رہی تھی...... جب دونوں مورتیاں یعنی ناگنی اور شہریار کی مورتیاں غائب ہو گئیں اور دیوار خالی رہ گئی تو نرگنی ماتا نے کندلی جاؤگرنی سے کہا۔

”کندلی! جا اب تو آزاد ہے...... تیرا دشمن تم یہی سمجھو کہ مر گیا ہے...... اب وہ کبھی اس دُنیا میں نہیں آئے گی۔“

کندلی جاؤگرنی نے نرگنی ماتا کے آگے سر جھکا دیا اور بولی۔

”جے ہو...... نرگنی ماتا کی جے ہو۔“

کندلی جاؤگرنی کے چلّے کے دو مرحلے باقی تھے...... ایک مرحلہ اس نے نرگنی ماتا کی مورتی کے آگے پورا کرنا تھا...... جب وہ چلّہ کشی کی تیاریاں کرنے لگی تو نرگنی ماتا کی مورتی نے کہا۔

”کندلی! تو بھول گئی ہے...... چلّے کا دوسرا مرحلہ شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ تو ایک سات شمشان گھاٹ میں کسی تازہ جلے ہوئے مردے کی راکھ اپنے بدن پر مل کر گزارے۔“

کندلی جاؤگرنی کو فوراً یاد آ گیا کہ نرگنی ماتا نے اسے ٹھیک یاد دلایا ہے۔ وہ یہ شرط پوری کرنی بھول گئی تھی...... اس نے فوراً کہا۔

”ماتا! میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ تم نے مجھے ایک بڑی بھول سے بچا لیا۔“

کندلی جاؤگرنی اسی وقت غائب ہوئی اور شہر کے باہر ایک شمشان گھاٹ آ گئی جہاں دوپہر کو تین ہندو مردوں کو چتا پر جلایا گیا تھا...... چتا میں ان تینوں مردوں کی راکھ پڑی ہوئی تھی...... اس وقت رات ہو گئی تھی۔ شمشان گھاٹ پر آسیب زدہ تاریکی

چھائی ہوئی تھی...... کندلی جاؤگرنی چتا کے چبوترے پر چڑھ گئی اور وہاں ایک طرف بیٹھ کر اس نے کپڑے اتارے اور تینوں مردوں کی راکھ اپنے جسم پر ملنی شروع کر دی۔ جب راکھ مل چکی تو کپڑے پہنے اور شمشان گھاٹ سے کچھ فاصلے پر اندھیرے میں چتا کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئی اور آنکھیں بند کر کے وہ منتر پڑھنے لگی جو ہندو پجاری مرے ہوئے آدمی یا عورت کے سرہانے بیٹھ کر ساری رات پڑھا کرتے ہیں...... کندلی جاؤگرنی نے بھی ساری رات ان منتروں کا جاپ کرنا تھا۔

بدقسمت شہریار کو روتی ہوئی ناگنی مورتی اپنے ساتھ کسی طرف لے کر غائب ہو گئی تھی...... کادمبری کو مکروہ صورت شنکر راؤ نے گنجان جنگل میں آدم خور اژدھوں کے غار میں پھینک دیا تھا اور بونا گندھرو خالی مکان کی اپنی آسیبی کوٹھڑی میں بیٹھا کادمبری کا انتظار کر رہا تھا...... جب کافی دیر ہو گئی اور کادمبری نہ آئی تو بونے گندھرو کو تشویش ہوئی...... اس نے سوچا کہ کادمبری ضرور کسی مصیبت میں پھنس گئی ہے ورنہ وہ اس کے پاس ضرور آتی...... وہ شہریار کی مدد کرنا چاہتا تھا...... اسے شہریار سے دلی ہمدردی ہو گئی تھی، وہ جانتا تھا کہ شہریار سے انسان کے روپ میں ایک گناہ ہو گیا ہے کہ اس نے ناجائز دولت کے لالچ میں آ کر بدرُوحوں کے سردار شنکر راؤ کی سونے کی مورتی چرا کر بیچ دی تھی جس کی سزا سردار شنکر راؤ نے اسے یہ دی کہ اسے انسان سے بدرُوح کا ہیولا بنا دیا تھا اور اب وہ اسے زندہ درگور کرنا چاہتا تھا...... بونے گندھرو کے خیال میں شہریار نے کافی سزا بھگت لی تھی، چنانچہ اب وہ اسے بدرُوحوں کے سردار منحوس شنکر راؤ کی قید سے نجات دلانا چاہتا تھا، لیکن اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ شہریار کہاں گم ہو گیا ہے۔

سوامی گندھرو نے کہا تھا کہ شہریار تمہیں اجنتا غاروں کے سب سے نچلے غار میں ملے گا...... بونے گندھرو نے غار کا کونہ کونہ چھان مارا تھا مگر اسے شہریار کہیں دکھائی نہ دیا تھا...... اس کا خیال تھا کہ کادمبری آئے گی تو وہ اس سے پوچھے گا...... شاید اس کو

شہریار کا کوئی سراغ مل گیا ہو، لیکن کادمبری بھی غائب تھی...... آخر کافی دیر سوچنے کے بعد بونے گندھرو نے فیصلہ کیا کہ ایک بار پھر اجنتا کے غار میں جا کر دیکھا جائے...... شاید اس بار شہریار وہاں مل جائے...... اس فیصلے کے ساتھ ہی بونا گندھرو فوراً غائب ہو کر اجنتا کے غار میں آ گیا...... بونا گندھرو غار میں داخل ہوا تو ناگنی ماتا نے اسے اسی لمحے دیکھ لیا...... وہ مورتی کی شکل میں پتھر بن کر چپ رہی اور بونے گندھرو کو دیکھتی رہی کہ وہ کیا کرنے آیا ہے اور کیا کرتا ہے۔

بونے گندھرو نے ایک بار پھر غار کو شروع سے لے کر آخر تک دیکھنا شروع کیا...... وہ دیوار پر بنی ہوئی ہر مورتی اور ہر بت اور نقش کو غور سے دیکھتا...... جب وہ روتی ہوئی مورتی کے پاس آیا تو رک گیا...... یہ دیکھ کر اسے تعجب ہوا کہ دیوار پر روتی ہوئی مورتی غائب تھی...... اسے یاد آ گیا کہ اس مورتی کے ساتھ ہی ایک اور مورتی بھی تھی جس میں ایک نوجوان لڑکا سر جھکائے پتھر بنا بیٹھا تھا...... اس نوجوان کی مورتی بھی وہاں پر موجود نہیں تھی...... وہ سوچنے لگا کہ پہلے روز جب وہ وہاں آیا تھا تو دونوں مورتیاں دیوار پر موجود تھیں...... اب کہاں چلی گئیں۔

پھر اسے خیال آیا کہ ان غاروں میں سے اکثر مورتیاں چوری ہو جایا کرتی ہیں اور چور انہیں غیر ملکی سیاحوں کے ہاتھوں مہنگے داموں بیچنے کی غرض سے اُکھاڑ کر لے جایا کرتے ہیں...... شاید یہ دونوں مورتیاں بھی کوئی چور اُکھاڑ کر لے گیا ہو...... وہ دوسری مورتیاں دیکھنے لگا...... اس نے سارا غار چھان مارا لیکن شہریار کا اسے کہیں کوئی سراغ نہ ملا...... جب وہ مایوس ہو گیا تو وہ وہیں سے ایک بار پھر اپنے گورو دیو سوامی گندھرو کی خدمت میں کیلاش پربت پر پہنچ گیا اور انہیں بتایا کہ شہریار اجنتا کے غار میں کہیں نہیں ہے اور کادمبری بھی غائب ہے...... سوامی گندھرو نے ایک بار پھر گیان دھیان اور کافی دیر تک آنکھیں بند کئے رہے...... پھر آنکھیں کھول کر کہا۔

”میں دیکھ رہا ہوں کہ اجنتا کے غار کی روتی ہوئی ناگنی مورتی شہریار کو لے کر تری

لوک جا رہی ہے۔“

بونا گندھرو بڑا حیران ہوا...... بولا۔

”سوامی مہاراج! وہ اسے تری لوک کیوں لے جا رہی ہے؟ وہاں گیا تو کوئی واپس نہیں آیا۔“

سوامی گندھرو نے کہا۔

”شہریار کو تری لوک جلاوطن کرنے کی سازش کندلی جادوگرنی نے ناگنی ماتا کی مورتی سے مل کر کی ہے، کیونکہ کندلی جادوگرنی کو پتہ چل گیا تھا کہ تم شہریار کی تلاش میں غار میں پہنچ گئے تھے...... اسے خطرہ تھا کہ اگر شہریار اس کے ہاتھ سے نکل گیا تو وہ کسی بھی وقت کسی بھی جگہ ہیولے کی شکل میں آ کر کندلی کو موت کے گھاٹ اتار سکے گا...... چنانچہ اس پر رحم کھا کر ناگنی ماتا نے شہریار کو روتی ہوئی ناگنی مورتی کے حوالے کر دیا جو اسے تری لوک لے گئی۔“

بونے گندھرو نے کہا۔

”مہاراج! اب میں کیا کروں...... اگر میں شہریار کی تلاش میں تری لوک جاتا ہوں تو واپس نہیں آ سکوں گا۔“

سوامی گندھرو نے کہا۔

”میں تمہیں اشٹی منتر بتاتا ہوں...... وہ پڑھ کر تم تری لوک جاؤ گے تو تمہیں وہاں کوئی نہیں دیکھ سکے گا...... کسی کو تمہاری بو بھی نہیں آئے گی...... اگر تمہیں وہاں شہریار مل گیا تو اسے بھی اشٹی منتر بتا دینا...... وہ بھی اس منتر کے پڑھنے سے وہاں کی مخلوق کی نظروں سے غائب ہو جائے گا اور تم اسے لے کر اپنی دنیا میں واپس پہنچ سکو گے۔“

بونے گندھرو نے کہا۔

”جو حکم سوامی مہاراج! میں اپنے دوست اور منش جاتی کے انسان شہریار کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں...... میں نے اسے اس کے ملک پہنچانے کا وچن (قول)

دیا ہوا ہے...... میں اپنے وچن کو ضرور پورا کروں گا...... مجھے اشٹمی منتر بتایئے گا۔“

سوامی گندھرو نے کہا۔

”میرے سامنے آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤ۔“

بونا گندھرو سوامی گندھرو کے سامنے آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا...... سوامی گندھرو نے اشٹمی منتر چھ سات بار پڑھا...... بونا گندھرو اسے غور سے سنتا رہا...... پھر سوامی گندھرو نے پوچھا۔

”کیا تمہیں اشٹمی منتر یاد ہو گیا ہے؟“

بونے گندھرو نے کہا۔

”جی ہاں گورودیو، مجھے یہ منتر زبانی یاد ہو گیا ہے۔“

سوامی جی بولے۔

”تو پھر اسے پڑھ کر اپنے جسم پر پھونکو۔“

بونے گندھرو نے اشٹمی منتر پڑھ کر اپنے جسم پر پھونکا تو وہ غائب ہو گیا...... غائب تو وہ پہلے بھی ہو جایا کرتا تھا، مگر اشٹمی منتر پڑھنے کے بعد غائب ہوا تو اسے غار کی دیوار کے پیچھے جو غار تھا وہ بھی نظر آنے لگا...... سوامی گندھرو نے پوچھا۔

”تم کیا دیکھ رہے ہو؟“

بونا گندھرو بولا۔

”سوامی مہاراج! میری نظر دیوار کے پار دوسرے غار کو بھی دیکھ رہی ہے۔“

سوامی گندھرو نے کہا۔

”تمہارے غائب ہونے اور اشٹمی منتر پڑھ کر غائب ہونے میں یہی فرق ہے...... اس منتر کو پڑھ کر غائب ہونے کے بعد تم دیواروں اور پہاڑوں کے آر پار بھی دیکھ سکو گے مگر تمہیں تری لوک کی کوئی ڈائن، کوئی چڑیل، کوئی بھوت، کوئی آسیب نہیں دیکھ سکے گا اور نہ ہی تمہاری بو محسوس کر سکے گا جو ہر گندھرو کے جسم سے

نکلا کرتی ہے۔“

بونے گندھرو نے سوامی کا شکریہ ادا کیا اور بولا۔

”مہاراج! اب مجھے یہ بھی بتادیں کہ کادمبری کہاں غائب ہو گئی ہے...... میں اسے بھی اس مہم پر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔“

سوامی جی نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں...... کچھ دیر تک وہ آنکھیں بند کئے گیان دھیان میں مصروف رہے...... پھر آنکھیں کھول دیں اور بونے گندھرو سے کہا۔

”کادمبری کو سردار شنکر راؤ نے مدھیا پردیش کے خونی جنگل میں اژدہوں کے غار میں بند کر دیا ہے۔“

بونا گندھرو یہ سن کر کانپ اُٹھا...... کہنے لگا۔

”مہاراج وہ تو موت کا غار ہے...... وہاں تو اژدہوں نے کادمبری کو نگل لیا ہو گا۔“

سوامی جی بولے۔

”میں دیکھ رہا ہوں کہ کادمبری ابھی تک غار میں زندہ حالت میں ہے...... اس میں ضرور کوئی شکتی ہے جس کی وجہ سے اژدہا اس کو ہڑپ کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھتے ہیں، مگر قریب آتے ہی ڈر کر بھاگ جاتے ہیں...... وہ ابھی تک غار میں زندہ ہے۔“

بونا گندھرو کہنے لگا۔

”سوامی مہاراج! میں کادمبری کو اژدہوں کے غار سے نکالنا چاہتا ہوں تاکہ میں اسے اس مہم پر اپنے ساتھ لے جا سکوں...... لیکن اگر میں اژدہوں کے غار میں گیا تو اژدہا مجھے زندہ نگل جائیں گے...... میں ان سے کیسے بچ سکتا ہوں؟“

سوامی جی بولے۔

”یہی اشٹمی منتر تمہیں اژدہوں سے محفوظ رکھے گا...... تم غائب ہو گے...... اژدہا تمہیں دیکھ نہیں سکیں گے...... تم یہی منتر کادمبری کو بتا کر اسے بھی غائب کر کے

اژدہوں کے غار سے نکال کر لا سکتے ہیں۔"

بونے گندھرو نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"سوامی مہاراج کی جے ہو...... میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں...... آپ کا آشیر واد میرے ساتھ ہے...... میں اپنے دوست شہریار کو تری لوک کی خوفناک مخلوق سے ضرور نکال کر لے آؤں گا۔"

سوامی گندھرو کہنے لگے۔

"لیکن ایک بات کا دھیان رکھنا۔"

"وہ کیا مہاراج؟" بونے گندھرو نے پوچھا۔

سوامی جی بولے۔

"اشٹمی منتر کا چکر ایک سال کا بھی ہو سکتا ہے، ایک مہینے کا بھی ہو سکتا ہے اور ایک گھنٹے یا ایک دن کا بھی ہو سکتا ہے...... یہ چکر پورا ہونے کے بعد اشٹمی منتر کا اثر ختم ہو جائے گا اور تم ظاہر ہو جاؤ گے اور تمہیں تری لوک کی مخلوق دیکھ سکے گی۔"

بونا گندھرو بولا۔

"مہاراج! اگر منتر کا اثر ختم ہو گا تو میں دوبارہ منتر پڑھ کر غائب ہو جاؤں گا۔"

سوامی جی نے کہا۔

"تم دوسری بار یہ منتر نہیں پڑھ سکو گے۔"

"مگر مجھے تو منتر یاد ہو گیا ہے سوامی جی۔" گندھرو نے کہا۔

سوامی جی بولے۔

"جس وقت اس کا اثر ختم ہو گا تو پھر تمہیں یہ منتر یاد نہیں رہے گا...... تم کوشش بھی کرو گے تو تمہیں یاد نہیں آئے گا...... ہمارے شاستروں میں یہی لکھا ہے کہ تری لوک میں اشٹمی منتر صرف ایک بار کام آتا ہے...... دوسری بار منتر پڑھ کر غائب ہو کے لئے تمہیں تری لوک کی دُنیا سے نکل کر بونوں کی دُنیا میں واپس آنا پڑے گا۔"

بونے گندھرو نے کہا۔

"میں اس بات کو اپنے ذہن میں رکھوں گا سوامی مہاراج!"

"جاؤ...... میرا آشیر واد تمہارے ساتھ ہے۔"

یہ کہہ کر سوامی گندھرو نے آنکھیں بند کر لیں۔

بونا گندھرو وہاں سے سیدھا مدھیہ پردیش کے خونی جنگل میں آ گیا...... اسے معلوم تھا کہ اژدہوں کا غار کس جگہ پر پہاڑ کے اندر ہے...... بونوں اور خاص طور پر بونے گندھروؤں کو زمین کے اندر کا سارا حال معلوم ہوتا ہے...... خونی جنگل اس وقت رات کے اندھیرے میں بڑا ڈراؤنا لگ رہا تھا، مگر بونے گندھرو کو ذرا سا بھی خوف محسوس نہیں ہو رہا ہے، کیونکہ بونا خود ایک بدرُوح تھا...... اگرچہ یہ بدرُوحیں بے ضرر ہوتی ہیں اور انسانوں کو نقصان نہیں پہنچاتیں...... خونی جنگل میں ایک بہت بڑا پہاڑ تھا جس کی ڈھلان کو درختوں اور جھاڑیوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔

اس پہاڑ کے دامن میں ایک جگہ کالی چٹان پہاڑ کی ڈھلان میں سے ذرا سی باہر نکلی ہوئی تھی...... بونے گندھرو کو معلوم تھا کہ اژدہوں کا غار اسی چٹان میں سے راستہ جاتا ہے...... وہ غائب تھا اور اسی حالت میں چٹان میں داخل ہو کر اس طرح دوسری طرف نکل گیا جس طرح سے آواز کی لہریں پتھر کی دیوار میں سے گزر جاتی ہیں...... اب وہ پہاڑ کے اندر ایک تنگ و تاریک سرنگ میں تھا...... سرنگ میں سانپ، بچھو، چھپکلیاں اور خون چوسنے والے کیڑے مکوڑے رینگ رہے تھے...... وہ بونے گندھرو کی موجودگی کو محسوس کر کے اِدھر اُدھر چھپ گئے...... بونا گندھرو سرنگ میں سے گزرتا چلا گیا...... سرنگ آگے جا کر ایک بہت بڑے غار میں تبدیل ہو گئی۔

یہاں بے شمار چھوٹے بڑے اژدہا تھے...... کوئی کنڈل مارے بیٹھا تھا...... کوئی دیوار پر رینگ رہا تھا...... کوئی چھت پر لٹکا ہوا تھا...... اژدہا اور دوسرے سانپ بونے کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے...... وہ بونے کی بدرُوح سے خوفزدہ تھے، مگر ایک بڑا اژدہا

پھنکارتا ہوا بونے گندھرو کے سامنے آگیا اور پھن اُٹھا کر بونے گندھرو کی طرف آیا...... بونے گندھرو نے اس پر اپنا طلسم پھینکا، مگر اژدہا پر کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ منہ کھول کر بونے گندھرو کو ہڑپ کرنے کے لئے اس پر حملہ کر دیا۔

بونا گندھرو چھلانگ لگا کر دُور ہو گیا اور اس نے فوراً اشٹمی منتر پڑھ کر اپنے [اوپر] پھونکا...... وہ غیبی حالت سے بھی غائب ہو گیا...... اب وہ ایسا غائب ہوا تھا کہ اسے [کوئی] بدرُوح بھی نہیں دیکھ سکتی تھی...... وہ اژدھا کی نظروں سے بھی غائب ہو گیا تھا۔ اژدہا نے گھبرا کر دائیں بائیں دیکھا اور جب اسے بونا گندھرو کہیں دکھائی نہ دیا [تو] پھنکارتا ہوا وہاں سے چلا گیا...... بونا گندھرو آگے بڑھا...... اس کی موجودگی کا اب کسی اژدہا کو احساس نہیں ہو رہا تھا...... وہ ان کے درمیان سے گزر رہا تھا اور کوئی اژدہا [اس] کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا تھا...... وہ مطمئن ہو گیا...... سوامی جی کا بتایا ہوا اشٹمی [منتر] اپنا کام دکھا رہا تھا...... بونے کو صرف یہی ایک خطرہ تھا کہ کہیں اشٹمی منتر کا اثر [ختم نہ] ہو جائے...... سوامی جی نے کہا تھا کہ اس کا اثر یا ایک سال میں...... یا ایک مہینے میں ایک دن اور ایک گھنٹے میں بھی ختم ہو سکتا ہے، چنانچہ بونا گندھرو ایک گھنٹے کے اندر کادمبری کو وہاں سے تلاش کر کے نکال کر لے جانا چاہتا تھا۔

وہ اژدہوں کے غار میں آہستہ آہستہ تیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا...... اچانک [اسے] کسی عورت کے آہیں بھرنے کی آواز آئی...... اس نے اس آواز کو فوراً پہچان لیا [اور] تیزی سے آگے بڑھا...... کیا دیکھتا ہے کہ کادمبری غار کی چھت میں بنی ہوئی پرچھتی میں سہمی ہوئی بیٹھی آہیں بھر رہی ہے اور ایک بہت بڑا اژدہا نیچے منہ [پھاڑے] پھنکار رہا ہے...... بونا گندھرو فوراً کادمبری کے پاس پرچھتی میں آگیا، چونکہ اس [نے] اشٹمی منتر پھونکا ہوا تھا اس لئے وہ کادمبری کو بھی نظر نہ آیا...... بونے گندھرو [نے] کادمبری سے کہا۔

"کادمبری! میں بونا گندھرو ہوں...... میں تیری مدد کے لئے آگیا ہوں۔"

"تم...... تم کہاں ہو گندھرو" کادمبری نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

بونا گندھرو بولا۔

"تم مجھے نہیں دیکھ سکتیں...... میں تمہیں ایک منتر بتاتا ہوں...... اس کو پڑھ کر اپنے جسم پر پھونک مارو تم بھی میری طرح غائب ہو جاؤ گی اور تمہیں کوئی اژدہا نہیں دیکھ سکے گا۔"

اور بونے گندھرو نے اسی لمحے کادمبری کے کان میں اشٹمی منتر پڑھا...... کادمبری نے اشٹمی منتر دہراتے ہوئے اپنے جسم پر پھونکا تو وہ اژدہے کی نظروں سے غائب ہو گئی...... اژدہا جو منہ کھولے کادمبری کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار تھا...... یہ دیکھ کر منہ بند کر کے نیچے ہو گیا کہ اس کا شکار اس کی نظروں سے اچانک غائب ہو گیا تھا...... جب اژدہا نے اپنا پھن نیچے کر لیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا تو بونے گندھرو نے کادمبری سے کہا۔

"اس منتر کے اثر سے تم اژدہا کی نظروں سے غائب ہو گئی ہو...... اب یہاں کا کوئی بڑے سے بڑا اژدہا بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا...... جلدی سے اس خونی غار میں سے نکل چلو۔"

کادمبری بونے گندھرو کے ساتھ پرچھتی پر سے اتر کر نیچے آگئی...... اب وہ دونوں غار کے اندر فضا میں آہستہ آہستہ تیرتے ہوئے باہر کی طرف چل پڑے...... وہ اژدہوں، سانپوں اور کچھوے جتنے بڑے سیاہ بچھوؤں کے قرب سے ہو کر گزر رہے تھے لیکن ان پر کوئی اژدہا، کوئی بچھو اور کوئی سانپ حملہ نہیں کر رہا تھا...... کیونکہ وہ دونوں انہیں دکھائی نہیں دیتے تھے۔

بونا گندھرو اسی حالت میں کادمبری کو غار سے نکال کر باہر لے آیا۔

جنگل کی فضا میں آتے ہی کادمبری نے اطمینان کا سانس لیا...... وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے...... کادمبری نے کہا۔

"تمہیں میرا کھوج کیسے لگا؟ اس خونی اژدہوں کے غار میں تو آج تک کوئی بدرُوح بھی داخل نہیں ہو سکی۔"

بونے گندھرو نے کہا۔

"تمہارا پتہ مجھے میرے سوامی گندھرو نے بتایا تھا اور یہ منتر بھی سوامی جی نے ہی بتایا تھا جس کو پھونکنے سے ہم بدرُوحوں، چڑیلوں اور بھوت پریت کی نظروں سے بھی غائب ہو گئے ہیں۔"

وہ خونی جنگل میں چلے جا رہے تھے...... کادمبری نے پوچھا۔

"سوامی جی نے شہریار کے بارے میں کیا بتایا ہے؟"

بونے گندھرو نے کہا۔

"سوامی جی نے صرف اتنا ہی بتایا ہے کہ شہریار کو اجنتا کے غار کی روتی ہوئی مورتی اپنے ساتھ تری لوک لے گئی ہے اور اسے تری لوک میں جلاوطن کرنے کی سازش کنڈلی جادوگرنی نے نرگنی ماتا کی مورتی سے مل کر اس کی شکتی کی مدد سے کی ہے۔"

کادمبری بولی۔

"تری لوک تو دھرتی کی بدرُوحوں کے لئے بھی بڑی خطرناک جگہ ہے...... ہم وہاں گئے تو زندہ نہیں رہ سکیں گے۔"

بونا گندھرو کہنے لگا۔

"اس لئے مجھے سوامی جی نے اشٹمی منتر بتایا ہے جس کے پھونکنے سے ہمیں تری لوک کی خطرناک مخلوق بھی نہیں دیکھ سکے گی اور ہم شہریار کو وہاں سے نکال لائیں گے...... ہم شہریار کو بھی اشٹمی منتر کی مدد سے غائب کر دیں گے اور پھر ہمیں شہریار کو دھرتی پر لانے میں کوئی نہیں روک سکے گا۔"

کادمبری بولی۔

"ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔"

بونا گندھرو کہنے لگا۔

"لیکن اشٹمی منتر میں ایک خرابی ہے۔"

"وہ کیا؟" کادمبری نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ اس کا اثر ایک سال تک بھی برقرار رہ سکتا ہے اور ایک مہینے، ایک دن اور ایک گھنٹے میں بھی ختم ہو سکتا ہے...... اس کے ختم ہوتے ہی ہمارے دشمن ہمیں دیکھ لیں گے اور ہم پر کوئی ناگہانی آفت آ سکتی ہے۔"

کادمبری نے کہا۔

"اس میں کیا خرابی ہے...... ہم دوبارہ اشٹمی منتر پڑھ کر اپنے اُوپر پھونک دیں گے اور دوبارہ غائب ہو جائیں گے۔"

بونا گندھرو بولا۔

"شاستروں میں لکھا ہے کہ جب ایک بار اشٹمی منتر کا چکر پورا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد منتر ہمارے ذہنوں میں سے نکل جائے گا...... ہم کوشش بھی کریں گے تو منتر ہمیں یاد نہیں آئے گا...... اس کو دوبارہ یاد کرنے کے لئے ہمیں ایک بار واپس اپنی دھرتی پر آنا پڑے گا...... دھرتی پر آتے ہی اشٹمی منتر پھر سے ہمارے ذہن میں واپس آ جائے گا۔"

کادمبری بولی۔

"اگر ہم تری لوک میں ہوئے جو یہاں سے کروڑوں میل دُور آکاش کے ایک ویران سیارے میں ہے اور منتر کا چکر پورا ہو گیا تو ہم اتنی جلدی دھرتی پر کیوں کر واپس آ سکیں گے؟ تری لوک کے باسی تو ہمیں دیکھتے ہی اسی وقت ہلاک کر ڈالیں گے، کیونکہ اس سیارے کے لوگ یعنی ترک لوک کے باسی ہم لوگوں کے جانی دشمن ہیں۔"

بونا گندھرو کہنے لگا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو، لیکن ہمیں شہریار کو وہاں سے نکالنے کے لئے یہ خطرہ مول لینا

ہو گا...... کیا تم اس کے لئے تیار نہیں ہو؟"

کادمبری نے کہا۔

"میں تو اپنی جان دے کر بھی شہریار کو اس بھوت پریت کے خونی چکر سے آ
کرانا چاہتی ہوں۔"

"میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔" گندھرو نے کہا۔

کادمبری نے پوچھا۔

"کیا ہم تری لوک کے سیارے پر پہنچ سکیں گے؟"

بونا بولا۔

"یہ مجھے بھی معلوم نہیں کہ تری لوک کے اس منحوس سیارے پر کیسے پ
جائے، کیونکہ وہاں سراپ (بددُعا) پائی ہوئی بدرُوحیں رہتی ہیں، جو ہم بونوں ا
دھرتی کی بدرُوحوں کی جانی دشمن ہیں اور انہیں دیکھتے ہی کھا جاتی ہیں۔"

"پھر ہم وہاں کیسے پہنچیں گے؟" کادمبری نے کہا۔

بونا گندھرو کہنے لگا...... اس کا ایک ہی طریقہ ہے"

"وہ کیا ہے؟" کادمبری نے پوچھا۔

بونا گندھرو بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ اجنتا کے سب سے گہرے غار کی جس دیوار میں سے روتی ہو
مورتی جس کا نام ناگنی ہے، شہریار کو اُٹھا کر لے گئی ہے اس جگہ ہمیں تری لوک سیا
تک پہنچنے کا کچھ نہ کچھ کھوج مل سکتا ہے۔"

کادمبری نے کہا۔

"ہمیں فوراً وہاں پہنچنا چاہئے۔"

بونا گندھرو بولا۔

"ہم وہیں جا رہے ہیں۔"

جس وقت بونا گندھرو اور کادمبری اجنتا کے سب سے گہرے غار کی طرف
آ رہے تھے، اس وقت کندلی جادُوگرنی غار میں نرگنی ماتا کی مورتی کے سامنے ڈنڈوت
کرنے کے بعد مردوں کو زندہ کرنے والے طلسم کا چلہ شروع کرنے کی تیاری کر دی
تھی، کیونکہ اس نے اپنے چلّے کا دوسرا مرحلہ اسی رات سے غار میں بیٹھ کر شروع
کرنا تھا...... کندلی سر جھکائے آلتی پالتی مارے نرگنی کی مورتی کے سامنے بیٹھی گیان
دھیان کر رہی تھی کہ اچانک نرگنی ماتا کی مورتی میں حرکت پیدا ہوئی...... اس نے
کندلی جادُوگرنی سے کہا۔

"کندلی! ابھی منتر شروع نہ کرنا۔"

"کیوں ماتا؟" کندلی نے پوچھا۔

نرگنی مورتی بولی۔

"تمہارے دو دشمن اس طرف آ رہے ہیں۔"

کندلی جادُوگرنی نے پریشان ہو کر کہا۔

"میرا تو ایک ہی دشمن ہے ماتا جس کا نام شہریار ہے؟"

نرگنی ماتا بولی۔

"یہ بونا گندھرو اور کادمبری ہے جو تمہارے دشمن شہریار کی تلاش میں یہاں
آ رہے ہیں...... یہ دونوں تمہارے لئے بہت بڑا خطرہ ہیں...... اگر تم نے ان دونوں کو
ختم کر دیا تو پھر تم اپنے سب سے بڑے دشمن شہریار کے خطرے سے ہمیشہ ہمیشہ کے
لئے آزاد ہو جاؤ گی...... میرے پاس وہ شکتی نہیں رہی جس کی مدد سے میں ان دونوں کو
ختم کر سکتی تھی، مگر اپنے کالے جادُو سے تم انہیں اپنے قبضے میں کر سکتی ہو۔"

کندلی جادُوگرنی کہنے لگی۔

"ماتا! میرے دشمن خود موت کے منہ کی طرف آ رہے ہیں...... بس اس بار
انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

نرگنی ماتا بولی۔

"لیکن تم ان پر کیسے اپنا طلسم پھونک سکو گی...... وہ تمہیں دکھائی نہیں دیں گے۔"

کندلی نے تعجب سے کہا۔

"ماتا! میں تو انہیں غیبی حالت میں بھی دیکھ سکتی ہوں۔"

نرگنی ماتا بولی۔

"اس دفعہ بونے گندھرو اور کادمبری نے اشٹمی منتر پڑھ کر اپنے اُوپر پھونکا ہوا ہے اور جب کوئی اشٹمی منتر پڑھ کر اپنے اُوپر پھونک لیتا ہے تو پھر اسے کوئی بدرُوح کوئی جادُوگر بلکہ تری لوک کے راکھشش دیوتا بھی نہیں دیکھ سکتے۔"

کندلی پریشان ہو گئی...... کہنے لگی۔

"ماتا! پھر میں کیا کروں؟ تم ہی کوئی ترکیب بتاؤ...... میں یہ سنہری موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتی...... دونوں دشمن خود میرے جال میں پھنسنے والے ہیں۔"

نرگنی ماتا نے کہا۔

"شاستروں میں لکھا ہے کہ اشٹمی منتر کا اثر ہمیشہ قائم نہیں رہتا...... اس کا اثر ایک سال تک بھی رہ سکتا ہے...... ایک مہینے تک بھی رہ سکتا ہے اور ایک دن اور ایک گھنٹے میں بھی اس کا اثر ختم ہو سکتا ہے اور جونہی اس کا اثر ختم ہو گا، جس کسی نے بھی وہ منتر پڑھ کر پھونک رکھا ہو گا، وہ ایک دم سے ظاہر ہو جائے گا اور نظر آنے لگے گا...... اب یہ تمہاری قسمت ہے...... اپنے دشمنوں کو یہاں آنے دو...... انہیں اپنے اُوپر منتر پڑھ کر پھونکے ایک گھنٹہ ہونے ہی والا ہے...... اگر تمہاری قسمت اچھی ہوئی تو ایک گھنٹے کے بعد ان دونوں پر اشٹمی منتر کا اثر ختم ہو سکتا ہے...... پھر وہ تمہیں نظر آ جائیں گے...... جیسے ہی وہ تمہیں نظر آئیں تم ان پر کوئی طلسم پھونک کر انہیں اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش کر سکتی ہو۔"

کندلی جادُوگرنی اُٹھ کھڑی ہوئی...... کہنے لگی۔

"میں تیار ہوں۔"

اور کندلی اسی لمحے غائب ہو کر غار کے ایک شگاف کے اندر چھپ کر بیٹھ گئی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ کادمبری اور بونا گندھرو بدرُوح ہونے کی وجہ سے جادُوگرنی کو غیبی حالت میں بھی دیکھ سکتے ہیں...... وہ غار کی دیوار کے شگاف کے اندر اوٹ میں ہو کر بیٹھی تھی اور غار میں دیکھ رہی تھی۔

اس وقت بونا گندھرو اور کادمبری رات کی تاریکی میں اجنتا غاروں والے سیاہ پہاڑ کے دامن میں پہنچ چکے تھے...... وہ فضا میں آہستہ آہستہ تیرتے ہوئے غاروں کے دہانے کی طرف بڑھ رہے تھے...... پھر وہ غاروں میں داخل ہو گئے...... اس وقت اشٹمی منتر کو پڑھے ہوئے ایک گھنٹہ گزرنے میں دو تین منٹ باقی رہ گئے تھے۔ بونے گندھرو کو اس کا احساس تھا، لیکن ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ منتر کا اثر ایک گھنٹے کی بجائے ایک دن یا ایک مہینے میں ختم ہو...... وہ نرگنی مورتی والے غار میں آ کر دیوار کے پاس اس مقام پر آ گئے جہاں سے رونے والی مورتی ناگنی شہریار کو لے کر غائب ہوئی تھی...... بونا گندھرو دیوار پر اس جگہ کو غور سے دیکھنے لگا جہاں سے مورتی اور شہریار دونوں غائب ہوئے تھے۔ اس جگہ پر کچھ آڑی ترچھی لکیریں بنی ہوئی تھیں...... نرگنی ماتا کی مورتی بھی ان دونوں کو غور سے دیکھ رہی تھی...... دیوار والے شگاف کی اوٹ سے جادُوگرنی کندلی بھی اس انتظار میں تھی کہ منتر کے اثر کا پہلا گھنٹہ ختم ہو اور جیسے ہی دونوں اسے نظر آئیں تو وہ طلسم پھونک کر دونوں کو پتھر کے چھوٹے چھوٹے پتلے بنا کر اپنے قبضے میں کرے۔

❁ ❁ ❁

جادُوگرنی کو بونا گندھرو اور کادمبری دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

مگر جب کادمبری نے بونے گندھرو سے کہا۔

”یہ آڑی ترچھی لکیریں کیا بتاتی ہیں گندھرو؟“

تو جادُوگرنی کندلی نے کادمبری کی آواز سن لی اور سمجھ گئی کہ وہ دونوں روتی ہوئی مورتی ناگنی جہاں تھی وہاں کھڑے ہیں...... جادُوگرنی نے اپنی نظریں اسی جگہ پر مرکوز کردیں، جبکہ نرگنی ماتا اپنی خاص شکتی کی وجہ سے ان دونوں کے دُھندلے دُھندلے سفید سائے سے دیکھ رہی تھی..... گندھرو نے کادمبری کے سوال کے جواب میں دیوار پر بنی ہوئی لکیروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ آکاش کے سیاہ بادلوں میں وہ راستہ دکھایا گیا ہے جو سراپ پائی بدرُوحوں بھوتوں اور ڈائنوں کے ترّی لوک کو جاتا ہے۔“

ابھی یہ الفاظ بونے گندھرو کی زبان سے ادا ہی ہوئے تھے کہ اشٹمی منتر کا پہلا گھنٹہ گزر گیا اور ایسا اتفاق ہوا کہ پہلا گھنٹہ گزرتے ہی منتر کا اثر ختم ہوگیا اور بونا گندھرو اور کادمبری ظاہر ہوگئے اور نرگنی ماتا کی مورتی اور جادُوگرنی کندلی کو صاف صاف دکھائی دینے لگے..... کندلی جادُوگرنی نے ان دونوں کو دیکھتے ہی ایک طلسم پڑھ کر ان دونوں کی طرف پھونکا، لیکن اس سے دس سیکنڈ پہلے بونے گندھرو نے محسوس کر لیا تھا

کہ غار میں کندلی جادُوگرنی موجود ہے اور اس پر کوئی طلسم پڑھ کر پھونکنے والی ہے...... اس نے چیخ کر کادمبری سے کہا۔

”کادمبری! اشٹمی منتر پھر سے پڑھ کر اپنے اُوپر پھونکو ہم ابھی دھرتی پر ہیں...... تمہیں منتر بھولا نہیں ہوگا۔“

کادمبری کو اشٹمی منتر پورے کا پورا یاد تھا مگر حیرت کی بات تھی کہ بونے گندھرو کو منتر کے پہلے لفظ یاد نہیں رہے تھے...... کندلی جادُوگرنی کے طلسم کی لہریں جب بونے گندھرو کے جسم سے ٹکرائیں تو وہ گھبراہٹ کے عالم میں اشٹمی منتر کے شروع کے الفاظ یاد کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا، لیکن اسے الفاظ یاد نہیں آرہے تھے...... وہ کبھی کچھ بولتا...... کبھی کچھ بولتا، لیکن اس دوران جادُوگرنی کے طلسم کا اثر اس پر اپنا کام کر چکا تھا اور وہ اسی جگہ بونے گندھرو سے پتھر کا پتلا بن کر زمین پر گر پڑا۔

کادمبری نے گندھرو کی آواز سنتے ہی اشٹمی منتر فوراً دوبارہ پڑھ کر اپنے اُوپر پھونک دیا تھا جس کے ساتھ ہی وہ دوبارہ جادُوگرنی کندلی کی نظروں سے غائب ہوگئی اور باہر کی طرف دوڑ پڑی..... نرگنی ماتا کی مورتی نے چیخ کر کہا۔

”کندلی! کادمبری باہر کی طرف بھاگ رہی ہے...... فوراً اسے اپنے طلسم سے قابو کرو۔“

مگر کندلی جادُوگرنی کو کادمبری نظر نہیں آرہی تھی...... پھر بھی اس نے ایک طلسم پڑھ کر غار میں پھینکا مگر کادمبری اس وقت دوسرے غار میں پرواز کر رہی تھی...... جادُوگرنی اوٹ میں سے نکل آئی...... اس نے بونے گندھرو کے پتھر کے چھوٹے سے پتلے کو زمین پر سے اُٹھالیا...... نرگنی کی مورتی نے کہا۔

”کندلی! تمہاری قسمت نے تمہارا پورا ساتھ نہیں دیا...... تمہارا ایک دشمن تمہارے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔“

جادُوگرنی نے بونے گندھرو کے پتلے کو اپنے تھیلے میں ڈالتے ہوئے کہا۔

”زرگنی ماتا! میں اپنے دوسرے دشمن کو بھی نہیں چھوڑوں گی...... میں اس کی تلاش میں جاتی ہوں۔“

زرگنی نے کہا۔

”اب تم اسے تلاش نہیں کر سکو گی...... وہ تمہیں نظر نہیں آئے گی...... جو دشمن تمہارے ہاتھ لگ گیا ہے اس کو سنبھالو اور اپنا چلہ پورا کرو...... اس وقت تمہیں اس کی ضرورت ہے...... چلہ پورا ہو گیا تو تمہارے پاس مردوں کو زندہ کرنے کا راز آجائے گا اور پھر تمہیں اپنے کسی دشمن سے ڈرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔“

جادوگرنی کندلی نے بونے گندھرو کے پتلے والے تھیلے کو اپنے زانو کے نیچے سنبھال کر رکھا اور آنکھیں بند کر کے چلہ شروع کر دیا۔

کادمبری جادوگرنی والے غار سے نکل کر دوسرے اور پھر تیسرے اور پھر سب سے اُوپر والے غار میں آکر باہر نکل آئی، چونکہ وہ ابھی زمین پر ہی تھی اس لئے اشٹی منتر کو دوبارہ پڑھ کر پھونکنے سے اس کا اثر ہو گیا تھا اور کادمبری دوبارہ غائب ہو گئی تھی...... اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ پہلے کادمبری غائب ہوتی تھی تو دوسرے اسے نہیں دیکھ سکتے تھے مگر وہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکتی تھی، مگر اشٹی منتر کا طلسمی اثر ہوا تھا کہ غائب ہو کر غائب ہونے کے بعد وہ اپنے آپ کو بھی نظر نہیں آرہی تھی...... اس وجہ سے کادمبری کو تسلی تھی کہ وہ کندلی جادوگرنی کے حملے سے محفوظ ہو گئی ہے۔

مگر اسے اپنے ساتھی گندھرو کے پیچھے رہ جانے اور جادوگرنی کے قبضے میں آجانے کا سخت افسوس تھا...... کادمبری کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بونے گندھرو نے منتر دوبارہ کیوں نہیں پڑھ کر پھونکا...... کیا اسے منتر بھول گیا تھا؟ کادمبری نے سوچا لیکن جب وہ پہلی بار سننے کے بعد منتر کو یاد رکھ سکتا ہے تو گندھرو نے اسے کیوں بھلا دیا تھا؟ یہ بات کادمبری کی سمجھ سے باہر تھی، مگر بونے گندھرو کے بغیر وہ شہریار کی تلاش کی مہم میں اکیلی رہ گئی تھی...... اگر وہ اس غیبی حالت میں واپس غار میں جا کر ناگنی مورتی

والی دیوار پر آکاش کے بادلوں کا راستہ دکھاتی آڑی ترچھی لکیروں کو دیکھ بھی لیتی تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آسکتا تھا، کیونکہ ان لکیروں کے اشاروں کا بونا گندھرو ہی کچھ مطلب سمجھ سکتا تھا...... وہ سوچنے لگی کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔

وہ واپس مورتی والے غار میں جاتے ہوئے گھبرا رہی تھی، کیونکہ اب اسے اشٹی منتر پر سے اعتبار اُٹھ گیا تھا...... وہ غائب تو ضرور تھی لیکن اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ کب اور کس وقت اچانک منتر کا اثر زائل ہو جائے اور وہ بدرُوحوں خاص طور پر جادوگرنی کندلی کو نظر آنے لگے...... یہ بات طے تھی کہ کندلی جادوگرنی شہریار کے ساتھ ساتھ اس کی اور بونے گندھرو دونوں کی دشمن تھی...... اس نے شہریار کے بعد بونے گندھرو کو بھی اپنے طلسم سے قابو کر لیا تھا اور اب کادمبری کو قابو کرنے کی فکر میں تھی۔

کادمبری نے یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے کچھ ہو جائے وہ شہریار کو تلاش کر کے اسے واپس اس کے وطن پہنچا کر ہی دم لے گی...... اس نے شہریار کے ساتھ شنکر راؤ کے دباؤ میں آکر جو زیادتیاں کی تھیں اب وہ اس کا کفارہ ادا کرنا چاہتی تھی...... اس کے علاوہ اسے شہریار سے پریم بھی ہو گیا تھا اور وہ ہر حالت میں ہر مصیبت میں اس کی مدد کرنا چاہتی تھی...... لیکن وہ اکیلی رہ گئی تھی...... اسے اتنا تو معلوم ہو گیا تھا کہ مورتی ناگنی شہریار کو اغوا کر کے تری لوک کے آکاش پر لے گئی ہے، لیکن اسے یہ علم نہیں تھا کہ تری لوک کے آکاش کو کون سا راستہ جاتا ہے...... کادمبری وہاں سے سیدھی حیدر آباد دکن شہر والے اس خالی مکان میں آگئی جہاں اس کی بونے گندھرو سے ملاقات ہوئی تھی۔

اس کو خیال تھا کہ شاید گندھرو جادوگرنی کے طلسم سے بچ کر وہاں پہنچ گیا ہو، مگر مکان خالی پڑا تھا اور گندھرو کی جگہ کہیں بھی نظر نہیں آرہا تھا...... کادمبری کو یہ خوف بھی لگا ہوا تھا کہ اگر شنکر راؤ کو پتہ لگ گیا کہ کادمبری اژدہوں کے غار سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے تو وہ سارے علاقے کی ناکہ بندی کر کے اپنی بے شمار جاسوس

بدرُوحوں کی مدد سے اسے تلاش کرنے کی سر توڑ کوشش کرے گا...... وہ اس سے بھی
اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔

کادمبری خالی مکان کے تہہ خانے میں بیٹھی دیر تک سوچتی رہی کہ وہ کیا
کرے...... اچانک اسے بونے گندھرو کے سوامی گندھرو کا خیال آگیا...... اس نے سوچا
کہ اسے سوامی گندھرو سے ملنا چاہئے، ہوسکتا ہے وہی اس مصیبت میں اس کی کچھ مدد
کرسکے...... بونے گندھرو کی زبانی کادمبری کو یہ معلوم ہوچکا تھا کہ سوامی گندھرو
کیلاش پربت کے ایک پہاڑی غار میں رہتا ہے...... وہ کیلاش پربت جاکر اسے تلاش
کرسکتی تھی...... ابھی تک تو اس پر اشٹی منتر کا اثر تھا اور ایک گھنٹہ گزر جانے کے بعد
بھی منتر کا اثر قائم رہا تھا اور زائل نہیں ہوا تھا اور وہ اپنے آپ کو نظر نہیں آرہی تھی،
لیکن یہ اثر ایک دن کے بعد بھی زائل ہوسکتا تھا...... وہ مزید چوبیس گھنٹے گزرنے سے
پہلے پہلے سوامی گندھرو سے آکاش کے تری لوک کا راستہ معلوم کرکے شہریار کی تلاش
میں نکل جانا چاہتی تھی...... ابھی تک اسے منحوس شنکر راؤ کی بدرُوحیں بھی نہیں دیکھ
سکتی تھیں اور وہ ان کے حملے سے محفوظ تھی۔

چنانچہ وہ خالی مکان سے نکل کر کیلاش پربت کی طرف روانہ ہوگئی۔

کیلاش پربت ہمالیہ کے پہاڑوں میں واقع ہے اور اس کی چوٹیاں سارا سال برف
سے ڈھکی رہتی ہیں...... وہ دن نکلنے تک کیلاش پربت پہنچ گئیں...... وہ دیر تک پہاڑی
غاروں میں پھرتی رہی مگر اسے سوامی گندھرو کا غار نہ مل سکا...... وہ سوامی گندھرو کی
شکل صورت سے بھی واقف نہیں تھی اور اسے پہچان بھی نہیں سکتی تھی...... اس کو
ایک پہاڑی کے دامن میں چھوٹی سی گپھاہ دکھائی دی...... وہ نیچے اتر کر گپھاہ میں
آگئی...... اس نے دیکھا کہ گپھاہ میں ایک گندھرو تیل کا دیا جلائے آلتی پالتی مارے بیٹھا
تھا...... اس کی آنکھیں بند تھیں...... شاید وہ اپنے گیان دھیان میں مصروف تھا...
کادمبری ایک طرف ہوکر بیٹھ گئی کہ یہ گیان دھیان سے فارغ ہو تو وہ اس سے سوامی

جی کے بارے میں پوچھے کہ ان سے کہاں ملاقات ہوسکتی ہے۔

لیکن گندھرو کو گیان دھیان میں ہی محسوس ہوگیا تھا کہ اس کی گپھاہ میں کوئی
غیبی بدرُوح داخل ہوئی ہے...... اس نے آنکھیں کھول دیں...... اس نے کادمبری کو
اپنی دائیں جانب بیٹھے دیکھ لیا...... اس گندھرو کے پاس رات دن کی چلہ کشی سے اتنی
شکتی آگئی تھی کہ وہ کادمبری کو اشٹی منتر کے اثر میں غائب ہونے کے بعد بھی دیکھ سکتا
تھا...... کادمبری کو بالکل پتہ نہ چلا کہ گندھرو نے اسے دیکھ لیا ہے...... وہ اپنے خیال میں
چپ چاپ بیٹھی کبھی گپھاہ کی دیواروں اور کبھی چھت کو دیکھ رہی تھی۔

اس نے گندھرو کو آنکھیں کھولتے دیکھا تو اسے تکنے لگی...... گندھرو بھی اسے
دیکھ رہا تھا...... اس کی نگاہیں کادمبری پر جمی ہوئی تھیں...... کادمبری کو محسوس ہوا کہ
گندھرو نے اسے دیکھ لیا ہے...... وہ گھبرا کر سنبھل کر بیٹھ گئی۔

گندھرو نے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے...... تم کون ہو اور جس اشٹی منتر کو پھونک کر تم
غائب ہوئی ہو وہ تم نے کہاں سے لیا تھا؟"

کادمبری نے کہا۔

"مہاراج! یہ منتر مجھے میرے ایک دوست بونے گندھرو نے یاد کرایا تھا اور
اسے اس کے گورو دیو کیلاش پربت کے سوامی گندھرو نے دیا تھا اور میں سوامی
گندھرو ہی کی تلاش میں یہاں آئی ہوں...... کیا تم مجھے بتاسکتے ہو کہ سوامی گندھرو
مجھے کہاں مل سکتے ہیں؟"

گندھرو بڑے غور سے کادمبری کو دیکھ رہا تھا...... اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک
ایسی عورت کو کسی گندھرو نے اتنا بڑا منتر بتادیا تھا کہ جو آدھی انسان اور آدھی بدرُوح
ہے، جو پوری بدرُوح بھی نہیں ہے...... اس نے پوچھا۔

"تم سوامی جی سے کس لئے ملنا چاہتی ہو؟"

کادمبری بولی۔

"یہ میں صرف سوامی جی کو ہی بتا سکتی ہوں...... کسی دوسرے کو نہیں بتا سکتی...... اگر تمہیں سوامی جی کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہیں تو کرپا کر کے مجھے بتادو...... میرا ان سے ملنا بہت ضروری ہے۔"

گندھرو بولا۔

"یہاں سے اُوپر ایک برف پوش پہاڑی ہے...... سوامی گندھرو جی تمہیں اس پہاڑی کے غار میں ملیں گے۔"

کادمبری نے گندھرو کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا اور گپھاہ سے نکل کر اُوپر والی پہاڑی کی طرف چل دی...... گپھاہ سے اُوپر ایک چھوٹی پہاڑی تھی جو سفید برف سے ڈھکی ہوئی تھی...... کادمبری پہاڑی کے چاروں طرف چکر لگانے لگی...... اسے ایک جگہ ایک غار کا تنگ دہانہ نظر آیا...... وہ اس غار میں داخل ہوگئی۔

وہ غار میں کچھ دُور ہوگئی تھی کہ اسے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"کادمبری! میں جانتا تھا کہ تم میرے پاس آؤگی۔"

کادمبری جلدی سے آگے بڑھی...... دیکھا کہ آگے ایک کھلا دالان تھا...... درمیان میں ایک چبوترے پر چراغ جل رہا تھا...... لوبان سلگ رہا تھا اور اس کے پیچھے ایک جٹادھاری بوڑھا بونا آلتی پالتی مارے چوکی پر بیٹھا تھا...... اس کی بھنوئیں بھی سفید ہوگئی تھیں...... کادمبری نے جاتے ہی سر جھکا کر ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور بولی۔

"اگر آپ ہی میرے دوست بونے گندھرو کے سوامی جی ہیں تو میں آپ کو ماتھا ٹیکتی ہوں۔"

اور کادمبری نے بوڑھے گندھرو کے آگے ماتھا ٹیک دیا اور پھر ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوگئی...... بوڑھے گندھرو نے کہا۔

"میں ہی سوامی گندھرو ہوں...... اگر میں سوامی گندھرو نہ ہوتا تو مجھے کیسے معلوم

ہوتا کہ تم کادمبری ہو۔"

کادمبری نے کہا۔

"سوامی مہاراج! ہمارے ساتھ ایک بڑا حادثہ ہوگیا ہے۔"

سوامی گندھرو کہنے لگا۔

"جو کچھ ہوا ہے...... مجھے اس کی ایک ایک بات کا علم ہے...... یہ سب کچھ میرے شاگرد بونے گندھرو کی غفلت کی وجہ سے ہوا ہے...... اسے میرا بتایا ہوا اشٹی منتر کیوں بھول گیا، جبکہ تمہیں یاد رہا۔"

کادمبری بولی۔

"مہاراج! اس سے بھول ہوگئی...... نہ جانے کیا بات ہوئی کہ وہ منتر دوبارہ نہ پڑھ سکا...... ہوسکتا ہے جادوگرنی نے اسے منتر دوبارہ پڑھنے کی مہلت نہ دی ہو اور اس کو اپنے طلسم میں جکڑ لیا ہو۔"

سوامی گندھرو بولا۔

"نہیں...... ایسا نہیں ہوا...... مجھے سب کچھ معلوم ہے...... بونا گندھرو منتر کے پہلے الفاظ بھول گیا تھا۔"

کادمبری بولی۔

"مہاراج! کچھ کیجئے اور میرے ساتھی بونے گندھرو کو جادوگرنی کے طلسم سے آزاد کر کے اسے مجھ سے ملا دیجئے اور ہمیں تری لوک کے آکاش کا راستہ بتا دیجئے تاکہ ہم اپنے دوست شہریار کو وہاں سے نکالنے کے لئے ایک ساتھ روانہ ہوسکیں۔"

سوامی گندھرو نے آنکھیں بند کر لیں...... دوسرے لمحے آنکھیں کھول دیں اور کہا۔

"بونے گندھرو کو جادوگرنی کندلی کے جادو سے آزاد کرانا میرے اختیار میں نہیں ہے...... اس سے جو بھول ہوئی ہے اس کی سزا اسے بھگتنی ہی پڑے گی...... ہاں اگر تم اپنے دوست شہریار کی تلاش میں اکیلی جا سکتی ہو تو میں تمہیں آکاش کے تری لوک کا

راستہ بتا سکتا ہوں۔"

کادمبری سوچنے لگی...... پھر بولی۔

"مہاراج! کیا میں اکیلی یہ کام کر سکوں گی؟ جبکہ میں نے سنا ہے کہ آکاش کے تری لوک میں سراپ پائی ہوئی بدرُوحیں بھوت اور چڑیلیں رہتی ہیں جو دھرتی کی بدرُوحوں اور دھرتی کے انسانوں کی دشمن ہیں اور انہیں دیکھتے ہی کھا جاتی ہیں۔"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"اسی لئے میں نے بونے گندھرو کو اشٹمی منتر بتایا تھا...... اس کو پڑھ کر پھونکنے سے آکاش کے تری لوک کی بدرُوحیں بھوت اور آسیبی چڑیلیں اسے نہیں دیکھ سکیں گی...... جیسا کہ اس وقت تم اشٹمی منتر کے اثر کی وجہ سے غائب ہو اور تمہیں سوائے میرے اور یہاں کے چند ایک پرانے گندھرووں کے دوسرا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"

کادمبری بولی۔

"لیکن مہاراج! اس منتر کا تو کوئی بھروسہ نہیں ہے...... اس کا اثر ایک گھنٹے میں یا ایک دن میں زائل ہو سکتا ہے اور میں آکاش کے تری لوک کی خطرناک بدرُوحوں کو دکھائی دے سکتی ہوں۔"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"تمہیں منتر پڑھے ایک گھنٹہ بلکہ پورا ایک دن گزر چکا ہے اور تم ابھی تک غائب ہو...... اس کا مطلب ہے کہ اب ایک مہینے تک تم کسی کو نظر نہیں آؤ گی۔"

کادمبری بولی۔

"مگر ایک مہینے کے بعد اگر میں تری لوک میں ہوئی تو وہاں اس کا اثر ختم ہو جائے گا اور میں وہاں کی بدرُوحوں اور چڑیلوں کے قبضے میں پھنس جاؤں گی۔"

گندھرو سوامی کہنے لگے۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس کا اثر ایک مہینے میں بھی ختم نہ ہو اور پھر ایک سال

بعد ختم ہو۔" یہ خطرہ تو تمہیں مول لینا ہی پڑے گا، کیونکہ شاستروں میں اس منتر کے بارے میں ایسا ہی لکھا ہے اور شاستروں کے لکھے کو ہم نہیں ٹال سکتے...... اگر اس منتر کے ساتھ یہ شرط نہ لگی ہوتی تو پھر کیلاش پربت کے ہزاروں گندھرو اور دھرتی کی بدرُوحیں اشٹمی منتر سے غائب ہو کر کیلاش پربت کے دیوتاؤں کے استھانوں تک پہنچ جاتیں اور یہاں افراتفری مچ جاتی...... اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم اپنے دوست شہریار سے پریم کرتی ہو تو تمہیں اس کی مدد کرنے کے لئے اکیلی ہی تری لوک کی خطرناک دُنیا میں جانا ہو گا۔"

کادمبری بولی۔

"مہاراج! جب دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے تو میں اس مہم پر اکیلی جانے کو تیار ہوں...... مجھے آشیرواد دیجئے اور آکاش کے تری لوک کا راستہ بتائیے۔"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"یہاں میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ۔"

کادمبری سوامی جی کے قدموں میں بیٹھ گئی...... سوامی گندھرو کہنے لگے۔

"جو میں کہوں اسے دھیان سے سنو اور میری ایک ایک بات کو یاد رکھنا...... تم اصل میں منتش جاتی ہوں...... عورت ہو...... تم شکتال دیوتا کے مندر کی نرتکی ہو...... مندر کے بڑے پجاری نے تمہاری عزت پر حملہ کرنا چاہا...... تم نے اسے ہلاک کر دیا...... تم نے ٹھیک کیا...... ہر عزت دار عورت کو ایسا ہی کرنا چاہئے، لیکن تم بھول گئی تھیں کہ پجاری شکتال دیوتا کا چہیتا تھا...... شکتال نے تم سے اپنے چہیتے پجاری کے قتل کا یہ بدلہ لیا کہ تمہیں اپنے خطرناک چیلے شنکر راؤ کے حوالے کر دیا جس نے تجھے انسان عورت سے بدرُوح بنا کر اپنا قیدی بنا لیا...... یہ میں اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ اگرچہ بدرُوح ہونے کے بعد تمہارے اندر بہت شکتی پیدا ہو گئی ہے، مگر تم آخر انسان عورت ہو...... اس خطرناک سفر میں تم پر ایسی آفت بھی نازل ہو سکتی ہے کہ جہاں

تمہاری بدرُوح کی شکتی بھی تمہارے کام نہیں آسکے گی...... جب ایسا وقت آئے تو میں تمہیں ایک منتر بتاتا ہوں...... اس منتر کا نام شکتی منتر ہے...... یہ چھوٹا سا منتر ہے...... اس کو فوراً پڑھ کر اپنے اُوپر پھونکنا، تم اس آفت سے نکل جاؤ گی...... اب میں تمہیں شکتی منتر بتاتا ہوں...... اس کو اچھی طرح سے یاد کر لینا۔"

سوامی گندھرو نے کادمبری کو شکتی منتر بتایا اور اسے اچھی طرح سے یاد کرا دیا...... پھر کہا۔

"اب میں تمہیں آکاش کے تری لوک کا وہ راستہ بتاتا ہوں جس راستے سے تم وہاں پہنچو گی۔"

اس کے بعد سوامی گندھرو نے کادمبری کو وہ راستہ سمجھا دیا...... پھر کہنے لگے۔

"میرا گیان مجھے بتاتا ہے کہ تمہارا دوست شہریار تری لوک کے سب سے تاریک اور اندھیرے بادل میں لپٹے ہوئے پہاڑ کی وادی میں ایک بھوت مندر میں ہے...... وہ کس حالت میں ہے؟ یہ مجھے علم نہیں...... یہ تمہیں خود وہاں جا کر معلوم کرنا ہو گا...... اس بھوت مندر کی ایک دیوداسی ہے جس کا نام کانتا ہے...... اسے بھوت مندر کا بھوت دیوتا دھرتی کے ایک مندر سے اغوا کر کے لے گیا ہوا ہے...... کانتا بھوت دیوتا کی دن رات خدمت کرتی ہے اور اس کے آگے ناچتی گاتی ہے...... تمہیں کسی طرح کانتا سے ملاقات کرنی ہو گی...... اس کو مل کر بتانا کہ تمہیں میں نے بھیجا ہے...... اس کو بے خوف ہو کر یہ بتا دینا کہ تم شہریار کی تلاش میں آئی ہو...... کانتا تمہاری مدد کرے گی۔"

کادمبری نے کہا۔

"سوامی مہاراج! کانتا کو کیسے یقین آئے گا کہ مجھے آپ نے بھیجا ہے اور مجھے کیسے یقین آئے گا کہ یہی بھوت مندر کی کانتا ہے؟"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"اسے تم میرے بتائے ہوئے اشٹمی منتر کے اشلوک سنا دینا...... وہ سمجھ جائے گی

کہ تمہیں سوامی گندھرو نے ہی بھیجا ہے، کیونکہ اس دھرتی پر گندھرووں میں سوائے میرے اور کسی کو اشٹمی منتروں کا علم نہیں ہے...... یہ یقین کرنے کے لئے کہ یہی بھوت مندر کی دیوداسی کانتا ہے تم اسے کہنا کہ وہ تمہیں اپنا دایاں کندھا دکھائے...... کانتا کے دائیں کندھے کے شانے پر نیچے کر کے ایک کالا مسہ ہے...... یہ مسہ یا بڑا تل اس کی شناخت ہے...... اب تم جاؤ...... تمہارا سفر بڑا لمبا اور مشکل ہے اور آسمان پر کالے بادل چھانے لگے ہیں...... یاد رکھو...... اس سفر میں قدم قدم پر تمہیں احتیاط سے کام لینا ہو گا اور ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا ہو گا...... بھگوان تمہاری رکھشا کرے۔"

کادمبری سوامی گندھرو کو پرنام کر کے غار سے نکل آئی...... جیسا کہ سوامی گندھرو نے کہا تھا، باہر آسمان کو گہرے سیاہ بادلوں نے ڈھانپ رکھا تھا...... پہاڑوں اور وادیوں میں دُھند چھائی تھی...... ہڈیوں کو جما دینے والی سرد ہوا چل رہی تھی، مگر کادمبری اشٹمی منتر کے زیر اثر غائب تھی...... اسے سردی کا احساس نہیں ہو رہا تھا...... اس حالت میں اسے کوئی بدرُوح بھی نہیں دیکھ سکتی تھی...... کوئی گندھرو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا...... یہاں تک کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو نظر نہیں آئی تھی۔

سوامی گندھرو نے اسے جو راستہ اور جو سمت بتائی تھی وہ اس طرف پرواز کرنے لگی...... اسے جنوبی ہندوستان کے ساحل کورومنڈل کے بھی جنوب میں ایک گھنے تاریک جنگل میں جانا تھا جہاں انسان دن کے وقت بھی جاتے ہوئے ڈرتا تھا...... اس گھنے تاریک جنگل میں ایک پہاڑی واقع تھی...... سوامی گندھرو نے بتایا کہ اس پہاڑی کے پاس ایک پرانا تالاب ہے...... تم تالاب کے کنارے بیٹھ جانا...... آدھی رات کو جب چاروں طرف جنگل میں گہرا اندھیرا چھا جائے گا تو پہاڑی میں سے ایک عورت باہر نکلے گی...... وہ چڑیل ہو گی اس کی نشانی یہ ہو گی کہ اس کے دونوں پاؤں اُلٹے ہوں گے...... اس نے خوبصورت عورت کا رُوپ دھار رکھا ہو گا...... وہ تالاب کے کنارے آ کر روتے ہوئے پکارے گی۔

"بھگوان کے لئے میری مدد کرو...... میں اندھیرے جنگل میں راستہ بھول گئی ہوں۔"

وہ تین بار پکارے گی...... اگر اس کی آواز سن کر کوئی بھولا بھٹکا مسافر وہاں آ گیا تو وہ اسے وہیں دبوچ لے گی اور اس کی گردن کاٹ ڈالے گی اور اس کی لاش کھانا شروع کر دے گی...... سوامی گندھرو نے بتایا تھا کہ یہ چڑیل ہر رات ایک انسان کو کھانے وہاں آتی ہے...... اگر کسی رات کوئی انسان اسے نہیں ملتا تو وہ چیخ چیخ کر جنگل سر پر اُٹھا لیتی ہے اور پھر واپس پہاڑی کی طرف چلی جاتی ہے...... سوامی جی نے کادمبری سے کہا تھا۔

"یہ چڑیل آکاش کے سیاہ بادلوں والے تری لوک کے مرگھٹ کی چڑیل ہے اور وہیں سے آتی ہے...... جب وہ واپس جانے لگے تو تم خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چل پڑنا...... وہ جہاں جہاں سے گزرے تم اس کے پیچھے پیچھے رہنا اور ڈرنا بالکل نہیں، کیونکہ وہ تمہیں نہیں دیکھ رہی ہوگی...... تمہیں کوئی بھی نہیں دیکھ سکے گا...... اس طرح سے تم آکاش کے سیاہ بادلوں والے تری لوک میں پہنچ جاؤ گی...... جب تم تری لوک کے مرگھٹ میں چڑیل کے ساتھ پہنچ جاؤ تو دکھن کی طرف منہ کر کے چل پڑنا...... تم چڑیلوں کی ایک بستی سے گزرو گی، جہاں تمہیں ہر قسم کی ڈراؤنی چڑیلیں نظر آئیں گی...... ان کو دیکھ کر بھی گھبرانا مت...... چڑیلوں کی بستی کے آگے تمہیں ایک تالاب کے کنارے ایک جانب ایک درخت کی سوکھی ہوئی ٹہنی پر ایک چڑیل کا کٹا ہوا سر لٹکا ہوگا...... اس کے کٹے ہوئے سر میں سے خون ٹپک رہا ہوگا...... اس کے خون کے قطرے ندی کے پانی میں گرتے ہی بچھو بن کر تالاب میں بہہ رہے ہوں گے...... چڑیل کے کٹے ہوئے سر کے سامنے کھڑے ہو کر اس پر میرا اشکتی منتر پڑھ کر پھونکنا اور اس سے پوچھنا کہ بھوت مندر کہاں ہے، وہ تمہیں بھوت مندر کا راستہ بتا دے گی...... تم بھوت مندر میں جا کر کاتا دیو داسی سے ملو گی اور اس کے آگے وہ تمہاری رہنمائی کرے گی۔"

یہ ساری باتیں کادمبری کے ذہن میں تھیں، جب وہ جنوبی ہند کے ساحل کورومنڈل کے جنوب میں تاریک جنگل میں داخل ہوئی...... جنگل تک پہنچتے پہنچتے رات کی تاریکی چھا چکی تھی...... کادمبری جنگل میں داخل ہو گئی...... اگر وہ انسانی رُوپ میں ہوتی تو جنگل میں اس قدر تاریکی تھی کہ اسے راستہ نظر نہیں آ سکتا تھا اور وہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتی تھی، مگر وہ اشٹمی منتر کے زیر اثر غائب تھی اور اندھیرے میں سب کچھ دیکھ رہی تھی...... جنگل اس قدر گنجان تھا کہ درختوں کی شاخیں ایک دوسری میں اُلجھی ہوئی تھیں، مگر وہ غائب تھی اور ہوا کی لہر کی طرح ان درختوں میں سے آگے بڑھ رہی تھی...... آخر وہ جنگل کے درمیان میں آ گئی...... یہاں اسے ایک سیاہ کالا پہاڑ نظر آیا...... پہاڑ کے دامن میں ایک پرانا تالاب بھی تھا...... سوامی گندھرو کے کہنے کے مطابق اسی جگہ آدھی رات کو چڑیل نے نمودار ہونا تھا۔

کادمبری تالاب کے کنارے ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی اور سامنے پہاڑ کی جانب دیکھنے لگی...... رات کے گزرنے کا اسے احساس نہیں تھا...... جب رات آدھی گزر گئی تو کادمبری نے دیکھا کہ پہاڑ کی جانب سے اندھیرے میں ایک سایہ تالاب کی طرف بڑھ رہا ہے...... وہ فوراً سنبھل کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور سائے کو غور سے دیکھنے لگی...... یہ سایہ آہستہ آہستہ چلتا تالاب کے پاس آ کر رُک گیا...... کادمبری نے دیکھا کہ یہ ایک خوبصورت شکل والی ایک جوان عورت تھی جس نے ایک ہاتھ میں خنجر پکڑا ہوا تھا...... کادمبری نے اس کے پاؤں پر نظر ڈالی...... اس کے دونوں پاؤں اُلٹے تھے...... کادمبری فوراً سمجھ گئی کہ یہی وہ چڑیل ہے رات کے وقت کسی بدنصیب انسان کا شکار کرنے آئی ہے۔

چڑیل ابھی تک خوش شکل عورت کے رُوپ میں تھی...... اس نے چاروں طرف گردن گھما کر جنگل کا جائزہ لیا...... پھر اُونچی آواز میں رونا شروع کر دیا...... وہ روتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی۔

”بھگوان کیلئے میری مدد کرو...... میں اندھیرے جنگل میں راستہ بھول گئی ہوں۔“

وہ روتے ہوئے بار بار بلند آواز میں یہ جملہ دہرا رہی تھی...... جب اسے یقین ہو گیا کہ تالاب کے آس پاس کوئی بھولا بھٹکا انسان موجود نہیں ہے تو اس کے حلق سے ایک ڈراؤنی چیخ کی آواز نکلی اور دیکھتے دیکھتے اس عورت کا حسین چہرہ ایک چڑیل کا ڈراؤنا چہرہ بن گیا...... چڑیل نے چیخ چیخ کر جنگل سر پر اُٹھالیا...... اس کی خوفناک آوازوں سے جنگل کے درخت بھی کانپ رہے تھے۔

کادمبری ایک جگہ کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی...... جب چڑیل تھک ہار کر غضبناک آوازیں نکالتی پہاڑ کی جانب واپس مڑی تو کادمبری بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو گئی...... کادمبری پانچ سات فٹ کا فاصلہ ڈال کر چڑیل کے پیچھے جا رہی تھی...... چڑیل پہاڑ کے ایک غار میں داخل ہو گئی...... غار میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا...... اگر کادمبری اشٹمی منتر کے اثر کی وجہ سے غائب نہ ہوئی ہوتی تو وہ اندھیرے میں ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکتی تھی...... چڑیل چلتے چلتے اچانک رُک گئی اور اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔

کادمبری بھی اس کے پیچھے چلتے چلتے ایک دم رُک گئی...... ایسے لگ رہا تھا جیسے چڑیل کو محسوس ہوا ہے کہ کوئی اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے...... کادمبری نے اپنا سانس بھی روک لیا...... چڑیل دس پندرہ سیکنڈ تک گردن موڑ کر اندھیرے میں کچھ دیکھنے کی کوشش کرتی رہی، مگر اسے کادمبری نظر نہیں آئی...... چڑیل دوبارہ آگے چل پڑی...... کادمبری بھی چل پڑی...... غار میں ہلکی سی چڑھائی شروع ہو گئی تھی جیسے وہ اُوپر چلے جا رہے ہوں...... کچھ دیر چلتے رہنے کے بعد کادمبری کو عورتوں اور بچوں کے سسکیاں بھرنے اور رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں...... کادمبری نے اندھیرے میں بڑے غور سے دیکھا اسے کہیں بھی کوئی عورت یا روتا ہوا بچہ دکھائی نہ دیا، مگر عورتوں اور بچوں کے سسکیاں بھر کر دردناک لہجے میں رونے کی آوازیں برابر

آ رہی تھیں...... کچھ دیر چلنے کے بعد یہ آوازیں بند ہو گئیں۔

اس کے بعد غار میں سناٹا چھا گیا...... چڑیل آہستہ آہستہ اُلٹے پاؤں اُٹھاتی چلی جا رہی تھی...... ایک جگہ غار کے سناٹے میں اچانک غار کی چھت میں سے دس بارہ سانپ پھنکاریں مارتے چڑیل اور کادمبری کے اُوپر گرے...... چڑیل دو تین سانپوں کو پکڑ کر کھا گئی...... اگر کادمبری انسانی شکل میں ہوتی اور غائب نہ ہوتی تو یہ سانپ اس کے اوپر گرتے اور گرتے ہی اس کے سارے جسم پر ڈس ڈس کر اسے ہلاک کر ڈالتے، مگر سانپ اس کے اوپر گرے مگر اس کے غیبی جسم کے درمیان سے گزر کر نیچے زمین پر گر پڑے اور پھنکاریں مارتے جیسے خوفزدہ ہو گئے ہوں...... غار کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

غار میں ایک دروازہ آ گیا جو کھلا تھا...... یہ بہت اونچا دروازہ تھا اور اس کے دروازے کی دونوں جانب پتھر کے دو بت کھڑے تھے جن کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں جو انہوں نے ایسے اُوپر اُٹھائی ہوئی تھیں جیسے وار کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں...... جب چڑیل دروازہ میں سے گزری تو دونوں پتھر کے بتوں نے اپنی اپنی تلوار کا زبردست وار کیا، مگر تلواریں چڑیل کے جسم میں سے اس کو نقصان پہنچائے گزر گئیں...... کادمبری اس کے پیچھے آ رہی تھی...... وہ ٹھٹھک سی گئی...... دروازے میں سے گزرتے قدرتی طور پر وہ جھجک رہی تھی، لیکن اسے ہر حالت میں چڑیل کا تعاقب کرنا تھا...... وہ آگے بڑھی...... جیسے ہی دروازے میں سے گزری دونوں بتوں کی تلواریں اس کے سر پر آ کر لگیں، مگر لگتے ہی وہ ایسے نیچے کو چلی گئیں جیسے کسی نے ہوا میں تلواریں چلائی ہوں، کیونکہ وہ غیبی حالت میں تھی۔

کادمبری ایک بار پھر چڑیل کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

یہ دیکھ کر اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا کہ اشٹمی منتر اپنا پورا اثر دکھا رہا تھا اور وہ اس طرح سے غائب تھی کہ چڑیل اور طلسمی بتوں کو بھی کادمبری کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا...... تلوار والے مجسموں کے دروازے میں سے گزرنے کے بعد غار میں

ہلکی ہلکی روشنی ہونے لگی تھی...... پھر یہ روشنی بڑھ گئی اور کادمبری نے دیکھا کہ غار
کے باہر ایک چھوٹا کھلا میدان تھا، جہاں فضا میں دھواں دھواں سا پھیلا ہوا تھا......
چڑیل اس دھوئیں کے غبار میں سے گزر رہی تھی...... کادمبری برابر اس کا تعاقب
کر رہی تھی...... چڑیل ایک چار دیواری کے شکستہ دروازے میں سے گزر کر اندر چلی
گئی...... یہ مرگھٹ کی چار دیواری تھی...... اس کے دروازے پر مردہ چڑیلوں کی جلی
ہوئی سیاہ کھوپڑیاں اور ہڈیاں لٹک رہی تھیں۔

سوامی گندھرو نے کہا تھا کہ یہاں سے دکھن کے رُخ چلنا ہوگا جہاں آگے تم
چڑیلوں کی بستی میں سے گزرو گی...... کادمبری نے ایسا ہی کیا...... وہ مرگھٹ کے باہر ہی
رُک گئی...... اس نے اپنا رُخ دکھن کی طرف کیا اور چل پڑی...... کچھ دُور چلنے کے بعد
اس کو شوں شوں کی آوازیں آنے لگیں...... اس نے اُوپر نگاہ کی دیکھا کہ فضا میں
چڑیلیں غوطے لگا رہی تھیں...... ان چڑیلوں کے بال کھلے تھے اور جہاں سے وہ غوطہ
لگا کر گزرتی تھیں وہاں اپنے پیچھے آگ کی چنگاریاں چھوڑ جاتی تھیں...... کادمبری ہمت
کر کے آگے بڑھتی چلی گئی...... اب وہ چڑیلوں کی بستی میں سے گزر رہی تھی۔

اس بستی میں تکونی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں...... ان جھونپڑیوں کے باہر کہیں
کوئی چڑیل سر نیچے کئے اُلٹی کھڑی تھی...... کوئی چڑیل بگولے کی طرح گول دائرے میں
گھوم رہی تھی...... ایک چڑیل اپنی جھونپڑی کے باہر بیٹھی تھی...... ایک مردہ چڑیل کی
لاش اس کے سامنے پڑی تھی اور وہ چڑیل کی لاش کا گوشت اپنے ناخنوں سے نوچ نوچ
کر کھا رہی تھی...... کادمبری اس چڑیل کے قریب سے گزری تو چڑیل مردے کا
گوشت نوچتے نوچتے ایک دم رُک گئی...... جیسے چڑیل کو کسی اجنبی مخلوق کے قریب
سے گزرنے کا احساس ہوا ہو۔

کادمبری بھی ڈر کر وہیں سانس روک کر کھڑی ہو گئی۔

چڑیل نے گول گول خوفناک ڈیلے گھما پھرا کر دائیں بائیں دیکھا...... جب اُسے

کادمبری دکھائی نہ دی تو وہ پھر گوشت نوچنے اور کھانے میں مشغول ہو گئی...... کادمبری
بھی ڈرتے ڈرتے آگے چل پڑی...... کادمبری سمجھ گئی تھی کہ وہ سیاہ بادلوں کے ترِی
لوک کی منحوس دُنیا میں داخل ہو چکی ہے...... سوامی گندھرو نے کہا تھا۔

"جب تم مرگھٹ سے دکھن کی طرف چلو گی تو چڑیلوں کی بستی کے آگے تمہیں
ایک تالاب کے کنارے ایک درخت تالاب پر جھکا ہوا دکھائی دے گا...... اس درخت
پر ایک چڑیل کا کٹا ہوا سر لٹکا ہو گا۔"

کادمبری دکھن کی طرف چل رہی تھی...... میدان میں ہلکا ہلکا دھواں چھایا ہوا
تھا...... اسے دُور ایک درخت دکھائی دیا...... قریب گئی تو دیکھا کہ درخت ٹنڈ منڈ تھا اور
ایک تالاب پر جھکا ہوا تھا...... درخت کی ایک شاخ کے ساتھ ایک چڑیل کا کٹا ہوا سر
لٹک رہا تھا...... کٹے ہوئے سر میں سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے...... کادمبری نے
دیکھا چڑیل کے خون کا جو قطرہ نیچے ٹپکتا تھا وہ تالاب میں گرتے ہی سیاہ بچھو بن جاتا تھا۔

کادمبری نے چڑیل کے کٹے ہوئے سر کی طرف منہ کر کے سوامی گندھرو کا بتایا
ہوا شکتی منتر پڑھ کر پھونکا اور کہا۔

"مجھے بھوت مندر کا پتہ بتاؤ کہ وہ کہاں ہے۔"

چڑیل کے پھٹے ہوئے سیاہ ہونٹوں میں حرکت پیدا ہوئی اور کادمبری کو چڑیل کی
سرگوشیوں ایسی آواز سنائی دی...... چڑیل نے کہا۔

"یہاں سے آگے جاؤ...... تمہیں پتھر کی سیڑھیوں والا دروازہ نظر آئے گا......
یہی بھوت مندر ہے۔"

اس کے بعد چڑیل کا سر خاموش ہو گیا۔

کادمبری کو بھوت مندر کا سراغ مل گیا تھا...... وہ وہاں سے آگے چل پڑی......
جگہ جگہ زمین پر چڑیلوں کے پتھر کے بت کھڑے تھے...... ان کی شکلیں اتنی خوفناک
تھیں کہ دیکھتے ہی خوف محسوس ہوتا تھا...... کادمبری نے بڑی سے بڑی بدروحوں اور

چڑیلوں کی شکلیں دیکھی تھیں، مگر وہ دھرتی یعنی زمین پر بھٹکنے والی بدرُوحیں تھیں۔ان کے چہرے اتنے خوفناک نہیں تھے جتنے ڈراؤنے چہرے تری لوک کی چڑیلوں کے تھے...... کادمبری جس چڑیل کے بت کے سامنے سے گزرتی اسے ایسی آواز سنائی دیتی جیسے چڑیل کے بت نے اسے آواز دے کر بلایا ہو...... کادمبری کا خون دہشت کے مارے جیسے سرد پڑ گیا تھا...... آخر وہ ان بتوں کے درمیان سے نکل گئی۔ فضا میں پھیلا ہوا دھواں کچھ ہلکا ہو گیا تھا...... اس نے کچھ فاصلے پر ایک اونچے مینار کو دیکھا جس کے اُوپر ایک چمگادڑ کا بت اپنے بادبانوں ایسے بازو پھیلائے نیچے دیکھ رہا تھا۔

شاید یہی بھوت مندر تھا...... کادمبری بڑی احتیاط سے چلتی قریب آ گئی...... اب اس کے سامنے پتھر کی بنی ہوئی بوسیدہ سیڑھیاں تھیں جس کے اُوپر ایک آگے کو جھکا ہوا پتھر کا دروازہ تھا جو کھلا تھا اور جس کے اندر سے کھڑتالوں اور جھانجھروں کے بجنے کی ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں...... کادمبری پھونک پھونک کر قدم اٹھاتی چاروں طرف دیکھتی سیڑھیاں چڑھنے لگی...... جب وہ بھوت مندر کے پتھر کے تکونے دروازے میں سے گزرنے لگی تو اسے ایک ہلکا سا جھٹکا لگا...... یہ پہلا موقع تھا کہ تری لوک کی پراسرار منحوس دُنیا میں آنے کے بعد کادمبری کو جھٹکا محسوس ہوا تھا...... وہ وہیں رُک گئی، لیکن جھٹکا لگنے کے فوراً بعد ایسا ہوا کہ اندر سے دو بھوت آتے دکھائی دیئے۔

کادمبری انہیں دیکھ کر جلدی سے ایک طرف ہو گئی...... اگرچہ وہ اشٹمی منتر کے زیر اثر غائب تھی لیکن جھٹکا لگنے کے بعد اسے تشویش ہوئی تھی کہ کہیں بھوت مندر کی مخلوق نے اسے دیکھ نہ لیا ہو...... دونوں بھوت ٹھگنے قد کے تھے...... ان کے سر لمبوترے تھے...... آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے جن میں سے دھواں نکل رہا تھا...... ہر ایک بھوت کے ہاتھ میں چھرا تھا...... چھرے میں سے خون ٹپک رہا تھا...... مندر کے دروازے پر آ کر وہ رُک گئے اور سر گھما پھرا کر دیکھنے لگے...... کادمبری دروازے کے ساتھ سانس روکے کھڑی تھی...... صاف لگ رہا تھا کہ یہ بھوت مندر کے محافظ ہیں

اور انہیں اپنی شیطانی طاقت سے احساس ہو گیا ہے کہ کوئی غیر مخلوق مندر میں داخل ہوئی ہے، لیکن انہیں یہ غیر مخلوق یعنی کادمبری نظر نہیں آ رہی تھی۔

دونوں بھوت آپس میں حلق سے عجیب ڈراونی آواز نکال کر جیسے ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے...... کادمبری کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہیں، لیکن ہر بار دونوں بھوت دروازے کی دونوں جانب ضرور دیکھ لیتے تھے جہاں کادمبری سہمی ہوئی کھڑی تھی...... کچھ دیر کے بعد دونوں بھوت چھرے ہاتھوں میں پکڑے واپس چلے گئے...... وہ جاتے جاتے بھی مشکوک انداز میں دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے جا رہے تھے...... اس کے بعد کادمبری کا محتاط ہو جانا قدرتی بات تھی...... اسے اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ وہ انتہائی حساس علاقے میں داخل ہو چکی ہے جہاں اس کے لئے قدم قدم پر خطرہ ہی خطرہ ہے...... چنانچہ وہ کچھ دیر بھوت مندر کے دروازے پر ہی کھڑی رہی...... پھر آہستہ آہستہ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتی آگے بڑھی۔

یہ مندر کی غار نما ڈیوڑھی تھی جہاں اندھیرا بھی تھا اور کہیں کہیں اس اندھیرے میں دیوار کے ساتھ ایک آدھ مشعل بھی جل رہی تھی...... کھڑتالوں اور جھانجروں کی آوازیں اب زیادہ قریب سے سنائی دینے لگی تھیں...... فضا میں ایسی بو پھیلی ہوئی تھی جیسے اندر کسی جگہ مُردوں کی ہڈیاں جلائی جا رہی ہوں...... کادمبری پھونک پھونک کر چلتی بھوت مندر کی غار نما ڈیوڑھی میں سے گزر گئی...... اس کے آگے ایک اُونچی چھت والا گول کمرہ تھا جس کی دیواروں پر سینگوں والے بھوتوں اور سینگوں والی چڑیلوں کے بت لگے ہوئے تھے...... چھت پر ہڈیوں کے پنجر لٹکے ہوئے تھے...... ہڈیوں کے یہ پنجر چڑیلوں کے ہی ہو سکتے تھے...... کمرے کے درمیان میں ایک گڑھے میں آگ جل رہی تھی...... ہڈیوں کے جلنے کی بو زیادہ تیز ہو گئی تھی...... وہاں کوئی بھی نہیں تھا، نہ کوئی چڑیل تھی، نہ کوئی بھوت ہی نظر آ رہا تھا...... کادمبری نے کان لگا کر جھانجروں اور کھڑتالوں کی آواز سنی۔

یہ دبی دبی آواز سامنے والے دروازے میں سے آرہی تھی...... کادمبری اس دروازے کی طرف آگئی...... یہ دروازہ چوپٹ کھلا تھا......اس کے اندر اندھیرا تھا اور لوبان اور ہرمل کے دھوئیں کی لہریں باہر نکل رہی تھیں...... جھانجروں اور کھڑتالوں کی آواز اسی دروازے میں سے آرہی تھی...... کادمبری دروازے میں داخل ہوئی ہی تھی کہ اندر سے شور کی ایسی آواز آئی جیسے اندر طوفانی آندھی چل رہی ہو......ایک دم سے یہ آواز بند ہوگئی اور کادمبری نے دیکھا کہ ایک چڑیل ہوا میں تیرتی ہوئی چلی آرہی تھی......اس چڑیل کے سر پر دو نوکیلے سینگ نکلے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھ میں چمکتی تلوار تھی جسے وہ چاروں طرف دیوانہ وار چلارہی تھی، جیسے کسی ان دیکھے دشمن پر وار کررہی ہو...... کادمبری فوراً سمجھ گئی کہ اس چڑیل کو بھی کادمبری کی موجودگی کا احساس ہوگیا ہے اور وہ تلوار کے وار اسی پر کررہی ہے۔

کادمبری جہاں کھڑی تھی وہیں بت بن کر کھڑی رہی...... سینگوں والی چڑیل تلوار چلاتی کبھی فضا میں اُوپر چلی جاتی...... کبھی نیچے آجاتی...... کبھی دائیں طرف مڑجاتی اور کبھی بائیں طرف مڑکر ہوا میں تلوار کے وار کرنے لگتی......وہ کادمبری کے سر پر بھی پہنچ گئی......اس کی تلوار کے وار کادمبری کے جسم پر بھی پڑے...... اگر وہ غائب نہ ہوتی اور انسانی جسم میں ہوتی تو اس کے جسم کے ٹکڑے اڑگئے ہوتے، لیکن وہ غیبی حالت میں تھی اور ہوا کی طرح بن چکی تھی، چنانچہ سینگوں والی چڑیل کی تلوار اس کے ہوائی جسم میں سے بار بار گزررہی تھی، لیکن اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔

سینگوں والی چڑیل دیر تک تلوار چلاتی رہی...... پھر طوفانی آندھی کی طرح شور کی آواز کے ساتھ جدھر سے آئی تھی اُدھر چلی گئی...... اس کے جانے کے بعد کادمبری پھر آگے بڑھی...... اس دروازے کے آگے بھی ایک سرنگ نما ڈیوڑھی تھی...... کادمبری وہاں سے بھی گزرگئی......اب اس نے دیکھا کہ ایک اور گول کمرہ ہے جو پہلے کمرے سے چھوٹا ہے...... وہاں ناچ گانے کی محفل جمی ہوئی ہے...... فرش پر

دائرے کی شکل میں سینگوں والی چڑیلیں اور لمبوترے سروں اور ڈراؤنی شکلوں والے بھوت آلتی پالتی مارے آگے پیچھے سرہلارہے ہیں...... سامنے ایک بہت بڑا بھوت دیوتا کا بت ہے جس کے نوکیلے دانت شعلوں کی روشنی میں خنجروں کی طرح چمک رہے ہیں......اس بت کے قدموں میں چوکے پر بھوت دیویا کی شکل کا بھوت بیٹھا ہے......اس کے دو دانت بھی باہر کو نکلے ہوئے ہیں...... شاید یہی وہ پجاری بھوت تھا جو کانتا دیوی کو کورومنڈل کے قدیم مندر سے اُٹھاکر لے آیا تھا۔

ان بھوتوں اور چڑیلوں کے درمیان ایک خوبصورت چہرے والی نازک اندام نرتکی (رقاصہ) رقص کررہی تھی...... کادمبری ایک ستون کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گئی اور نرتکی کو رقص کرتے دیکھنے لگی......اسے یقین تھا کہ یہی وہ رقاصہ دیوداسی کانتا ہے جس سے ملنے کے لئے اسے سوامی گندھرو نے کہا تھا...... رقص کرتی ہوئی نرتکی کانتا جب بھوت پجاری کے سامنے آتی تو ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر اسے پرنام کرتی اور بھوت پجاری خوش ہوکر دانت نکال کر مسکرانے لگتا اور ہاتھ اُٹھاکر نرتکی کانتا کو آشیرواد دیتا...... کادمبری کی موجودگی کا وہاں کسی کو احساس نہیں ہوا تھا...... یہ اشٹمی منتر کا کرشمہ تھا...... وہ خاموش و ساکت ستون کی اوٹ میں بیٹھی رقص کی اس محفل کو دیکھ رہی تھی۔

آخر رقص کی محفل ختم ہوگئی...... کانتا نرتکی درمیان میں سر جھکا کر ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گئی...... ایک ایک کرکے سب بھوت اور چڑیلیں وہاں سے چلی گئیں...... پھر بھوت پجاری اپنی چوکی سے اُٹھ کر نرتکی کے پاس آیا......اس نے اپنا ہاتھ نرتکی کانتا کے سر پر رکھا اور بولا۔

"کانتا! تیرا کلیان ہوگا، تو آکاش کی اپسرا بن گئی ہے...... کل رات پھر تم میرے درشن کروگی۔"

بھوت پجاری گردن تان کر چلتا جدھر سارے بھوت اور چڑیلیں گئی تھیں اس طرف چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد وہ چھوٹا سا گول کمرہ خالی ہو گیا...... صرف نرتکی کانتا ابھی تک فرش پر سر جھکائے بیٹھی تھی...... پھر وہ اُٹھی اور بڑے بھوت کے بت کے آگے جھک کر اسے نمسکار کیا اور سامنے والے دروازے کی طرف چلنے لگی...... کادمبری جلدی سے اُٹھی اور اس کے قریب آ گئی، مگر نرتکی کانتا کو اس کی موجودگی کا بالکل احساس نہ ہوا...... نرتکی کانتا جھکے ہوئے دروازے میں سے گزر کر ایک تنگ راہ داری میں آ گئی جہاں دیواروں پر جگہ جگہ دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں بنی ہوئی تھیں...... کانتا سر جھکائے خاموشی سے ان مورتیوں کے قریب سے گزر رہی تھی...... کادمبری اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی...... ابھی اس نے کانتا سے کوئی بات نہیں کی تھی...... وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ کانتا کہاں جا رہی ہے...... کانتا ایک کوٹھڑی میں داخل ہو گئی۔

کوٹھڑی میں ایک تخت پوش پر بستر لگا ہوا تھا...... طاق میں مشعل روشن تھی یہاں بھی دیوار میں ایک مورتی لگی ہوئی تھی...... کانتا بستر پر لیٹ گئی...... اس نے کوٹھڑی کا دروازہ بند کر دیا تھا...... کادمبری غیبی حالت میں کوٹھڑی میں موجود تھی...... جب کادمبری کو محسوس ہوا کہ اب کوٹھڑی میں کوئی نہیں آئے گا تو اس نے بستر کے قریب ہو کر کانتا سے کہا۔

"کانتا!"

کانتا نے چونک کر دائیں بائیں دیکھا اور جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی...... جب اسے وہاں کوئی دوسرا انسان دکھائی نہ دیا تو اس نے پوچھا۔

"کون ہو تم؟"

کادمبری نے کہا۔

"میرا نام کادمبری ہے...... مجھے کیلاش پربت کے سوامی گندھرو نے تمہارے پاس بھیجا ہے...... مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

کانتا بولی۔

"سوامی گندھرو میرے گورو ہیں، مگر مجھے کیسے یقین آئے کہ تم ہی وہ عورت ہو جس کو سوامی جی نے میرے پاس بھیجا ہے...... تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟"

کادمبری نے کہا۔

"سوامی جی نے کہا تھا کہ کانتا کو اشٹمی منتر بول کر سنا دینا، پھر اسے یقین آ جائے گا کہ میں نے ہی تمہیں آکاش کے تری لوک میں بھیجا ہے۔"

کانتا بولی۔

"کیا تم اشٹمی منتر بول سکتی ہو؟"

کادمبری نے کہا۔

"میں اشٹمی منتر پڑھ کر ہی غائب ہوئی ہوں، میں تمہیں یہ منتر بول کر سناتی ہوں۔"

کادمبری نرتکی کانتا کے کان کے قریب اپنا منہ لے گئی اور اسے سرگوشی میں اشٹمی منتر بتایا...... نرتکی کانتا بولی۔

"تم نے صحیح منتر بولا ہے...... اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ تمہیں گورودیو سوامی گندھرو نے ہی میرے پاس بھیجا ہے۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"کانتا بہن! اب میں یہ یقین کرنا چاہتی ہوں کہ تم ہی کانتا نرتکی ہو...... میں نے بھوت پجاری کی زبانی تمہارا نام سن لیا تھا، مگر میں اس کے باوجود ایک خاص نشانی دیکھ کر اپنی تسلی کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم کیا خاص نشانی دیکھنا چاہتی ہو؟" نرتکی کانتا نے سوال کیا۔

کادمبری نے کہا۔

"سوامی جی نے تمہاری نشانی یہ بتائی تھی کہ تمہارے دائیں کندھے پر نیچے کر کے کالا مسہ ہے...... کیا تم مجھے یہ نشانی دکھا سکتی ہو؟"

نرتکی کانتا مسکرائی، کہنے لگی۔

"یہ نشانی سوائے سوامی جی کے اور کسی کو معلوم نہیں ہے...... سوامی جی کے حکم کے مطابق میں تمہیں بھی یہ نشانی دکھائے دیتی ہوں...... میری دائیں جانب آجاؤ۔"

کادمبری نرتکی کانتا کے دائیں جانب آگئی...... کانتا نے اپنی چولی کو اوپر کھسکایا تو اس کا شانہ نیچے تک ننگا ہو گیا...... کادمبری نے دیکھا کہ واقعی اس کے شانے کے نیچے کر کے ایک چھوٹا کالا مسہ تھا...... کادمبری نے کہا۔

"بہن کانتا! اگرچہ میرے دل کو یقین ہو گیا تھا کہ تم ہی آکاش کے تری لوک کی نرتکی کانتا ہو، لیکن اس نشانی کو دیکھ کر تمہاری شناخت بھی ہو گئی ہے۔"

کانتا نے چولی نیچے کر لی اور بولی۔

"اب بتاؤ...... میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

کادمبری نرتکی کانتا کے قریب بیٹھ گئی اور بولی۔

"یہ بڑی لمبی کہانی ہے...... میں تمہیں مختصر کر کے سناتی ہوں۔"

اس کے بعد کادمبری نے شہریار کی مصیبت بھری داستان مختصر کر کے سناڈالی...... نرتکی کانتا بڑے غور سے سنتی رہی...... جب کادمبری خاموش ہو گئی تو کانتا نے کہا۔

"تم نے مجھے سخت امتحان میں ڈال دیا ہے، مگر میرے گورو جی کا حکم ہے کہ میں تمہاری مدد کروں اس لئے میں تمہاری ضرور مدد کروں گی، لیکن کچھ باتیں میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتی ہوں جن کا تمہیں اس تری لوک کی بھوتوں اور چڑیلوں کی دُنیا میں قدم قدم پر خیال رکھنا ہو گا...... تم خوش قسمت ہو کہ تم اپنی مشکل حل کرانے سوامی گندھرو جی کے چرنوں میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے تمہیں اپنا خاص اشٹی منتر بتایا جس کی وجہ سے تم اس طریقے سے غائب ہوئی ہو کہ تری لوک کا کوئی بھوت، کوئی چڑیل تمہیں نہیں دیکھ سکتی...... یہاں تک کہ میں بھی تمہیں نہیں دیکھ سکتی۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"لیکن مجھے لگتا ہے کہ جب میں تری لوک کی دُنیا میں داخل ہوئی تھی تو چند ایک

سینگوں والی چڑیلوں کو میری موجودگی کا ضرور احساس ہو گیا تھا۔"

نرتکی کانتا نے کہا۔

"یہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو...... تمہیں یہاں کی سینگوں والی چڑیلوں سے خبردار ہو کر رہنا پڑے گا، کیونکہ یہ بھوت دیوتا کی خاص چڑیلیں ہیں اور انہیں بھوت دیوتا کی طرف سے خاص شکتی ملی ہوئی ہے...... اس کے باوجود ان کی شکتی سوامی جی کے اشٹی منتر کا مقابلہ نہیں کر سکتی...... انہیں تمہاری موجودگی کا احساس ضرور ہو گا مگر وہ تمہیں دیکھ نہیں سکیں گی۔"

کادمبری نے کہا۔

"لیکن کانتا بہن! سوامی جی کے کہنے کے مطابق اشٹی منتر کے اثر کا ایک خاص چکر ہوتا ہے۔" یہ اثر ایک گھنٹے میں، ایک ماہ میں یا ایک سال میں ختم ہو سکتا ہے اور دوبارہ غائب ہونے کے لئے مجھے انسانوں کی دھرتی پر واپس جا کر اسے ایک بار پھر پڑھنا ہو گا۔ پہلے گھنٹے میں اشٹی منتر کا مجھ پر اثر زائل نہیں ہوا...... اب مجھے ڈر ہے کہ ایک مہینہ گزرنے کے بعد اگر اس کا اثر ختم ہو گیا تو میں ظاہر ہو جاؤں گی اور اگر میں ایک بدرُوح ہونے کی وجہ سے بھی غائب رہی تو یہاں کے بھوت اور چڑیلیں مجھے دیکھ لیں گی اور بھگوان جانے پھر میرا کیا انجام ہو۔"

نرتکی کانتا کہنے لگی۔

"اس کی تم فکر نہ کرو...... اگر ایسا ہو گیا تو میرے پاس اس کا ایک علاج ہے جو میں تمہیں ایک مہینہ گزر جانے کے بعد اگر تم ظاہر ہو گئیں تمہیں بتاؤں گی...... ابھی ایک مہینہ پورا ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟"

کادمبری نے کہا۔

"ابھی مہینے کے پورے انتیس دن باقی ہیں۔"

نرتکی کانتا بولی۔

"ٹھیک ہے...... ابھی کافی دن رہتے ہیں...... اب میں تمہیں ایک دو ضروری باتیں بتانا چاہتی ہوں...... پہلی بات تو یہ ہے کہ تم یہاں جب بھی کسی سینگوں والی چڑیل یا بھوت کے قریب سے گزرو تو اپنا سانس روک لینا...... دوسری بات یہ ہے کہ میں تمہیں جو کچھ کہوں اس پر تمہیں سختی سے عمل کرنا ہوگا۔"

کادمبری نے کہا۔

"میں تمہاری ہدایت پر سختی سے عمل کروں گی...... اب یہ بتاؤ کہ شہریار کہاں ہے اور اجنتا غار کی روتی ہوئی مورتی نے اسے اُٹھا کر یہاں کہاں قید میں رکھا ہوا ہے۔"

نرتکی کانتا بولی۔

"اس کا سراغ لگانا پڑے گا...... سوامی گندھرو جی نے تمہیں یہ بھی بتا دیا ہوگا کہ میں بھی تمہاری طرح کوئی بدرُوح نہیں ہوں...... مجھے بھوت پجاری میرے مندر سے اغوا کر کے یہاں لایا تھا اور اس نے اپنی شکتی سے مجھے زندہ عورت سے بدرُوح بنا دیا ہوا ہے اور مجھے وہ سوائے ایک طاقت کے وہ ساری طاقتیں دی ہوئی ہیں جو ایک بدرُوح میں پیدا ہو جاتی ہیں، جو شکتی اس نے مجھے نہیں دی وہ یہ ہے کہ میں اپنی مرضی سے دھرتی پر نہیں جا سکتی...... مجھے اپنا مندر اور اپنی دھرتی بہت یاد آتی ہے...... میں اُڑ کر وہاں پہنچ جانا چاہتی ہوں، مگر میں مجبور ہوں...... میری حالت اس بدنصیب پرندے کی ہے جسے شکاری نے آزاد تو کر دیا ہو مگر اس کے پر کاٹ دیئے ہوں۔"

کادمبری نے کہا۔

"مجھے سوامی جی نے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا، جس کو سن کر مجھے بڑا دُکھ ہوا تھا...... تمہاری دُکھ بھری کہانی میری دُکھ بھری داستان سے بہت ملتی جلتی ہے۔"

نرتکی کانتا ٹھنڈا سانس لے کر بولی۔

"مگر تم اشٹمی منتر کی شکتی سے دھرتی پر واپس جا سکتی ہو، لیکن میں اشٹمی منتر پڑھ بھی لوں تو دھرتی پر نہیں جا سکتی...... خیر ان باتوں کو چھوڑو...... اپنی اپنی قسمت، اپنا اپنا بھاگیہ ہوتا ہے...... اب میں تمہیں یہ کہوں گی کہ تم اس وقت تک میری کوٹھڑی سے باہر نہیں نکلو گی جب تک میں نہ تمہیں کہوں۔"

کادمبری نے کہا۔

"میں تمہارے کہنے پر پورا پورا عمل کروں گی، لیکن بہن کانتا! کیا بھوتوں اور سینگوں والی چڑیلوں کی اس خطرناک دُنیا میں شہریار کا سراغ مل سکے گا؟"

نرتکی کانتا بولی۔

"میں کئی سال سے اسی خطرناک نرگ کی دُنیا میں رہ رہی ہوں...... اگر شہریار اسی نرک لوک کی دُنیا میں ہوا تو میں اس کا کھوج لگا لوں گی۔"

کادمبری نے نرتکی کانتا کو یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"یہ یاد رکھنا کہ اسے اجنتا غار والی روتی ہوئی مورتی اغوا کر کے یہاں لائی ہے۔"

کانتا کہنے لگی۔

"میں اس کا بھی کھوج لگا لوں گی۔"

اتنے میں کوٹھڑی کے باہر دو عورتوں کی باتیں کرنے کی آواز سنائی دی...... کانتا نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کادمبری کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا...... اتنے میں دو چڑیلیں اندر آ گئیں...... ان میں سے ایک سینگوں والی چڑیل تھی۔ اس نے نرتکی کانتا سے کہا۔

"تمہیں بھوت دیوتا کے پجاری بھوت پجاری نے بلایا ہے۔"

کانتا نے کہا۔

"میں آ رہی ہوں۔"

چڑیلیں واپس جانے لگیں تو سینگوں والی چڑیل رُک گئی...... کانتا کی طرف دیکھ کر بولی۔

"تمہاری کوٹھڑی میں کوئی اور بھی ہے؟"

کانتا نے کہا۔

"میں اکیلی ہی ہوں...... تم دیکھ رہی ہو۔"

سینگوں والی چڑیل نے کوٹھڑی میں چاروں طرف غور سے دیکھا اور کہا۔

"مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ یہاں کوئی اور بھی ہے۔"

کانتا نے ہنس کر کہا۔

"یہ تمہارا وہم ہے۔"

سینگوں والی چڑیل نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے دوسری چڑیل کے ساتھ باہر نکل گئی...... جب وہ چلی گئیں تو کانتا نے اس طرف دیکھا جہاں اس کا خیال تھا کہ کادمبری بیٹھی ہوئی ہے اور دھیمی آواز میں بولی۔

"تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ یہاں کی چڑیلیں کتنی خطرناک ہیں...... تمہیں یہاں بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔"

کانتا نے ایک لمحے کے لئے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"تم مجھے نظر نہیں آتی ہو...... تمہارا کم از کم مجھے نظر آنا بہت ضروری ہے۔"

"یہ اگر ہو سکے تو بڑا اچھا ہے...... کادمبری بولی۔"

تم اشٹمی منتر کیوں نہیں پڑھ کر پھونک لیتیں؟"

کانتا کہنے لگی۔

"اشٹمی منتر پھونکنے سے میں بھی غائب ہو جاؤں گی...... مجھے کچھ اور کرنا ہوگا۔ ذرا ٹھہرو...... ایک طریقہ ہو سکتا ہے۔"

نرتکی کانتا بستر سے اُٹھ کر کوٹھڑی کے کونے میں گئی...... وہاں دیوار پر بھوت دیوتا کی ایک مورتی لگی تھی...... مورتی کے ماتھے پر سیندور ملا ہوا تھا...... کانتا نے انگلی سے مورتی کے ماتھے پر سے سیندور اتارا اور اپنی چولی کے اندر اپنے سینے پر اس کی دو لکیریں بنا دیں...... پھر آنکھیں بند کر کے کچھ منتر پڑھنے لگی...... منتر پڑھ کر اس نے اپنی

ہتھیلی پر پھونک ماری اور اپنی ہتھیلی آنکھوں کے ساتھ لگا دی...... تھوڑی دیر تک ہتھیلی آنکھوں کے ساتھ لگی رہنے دی...... پھر ہتھیلی ہٹائی تو کادمبری کی طرف دیکھ کر بولی۔

"کادمبری! تم مجھے صاف نظر آنے لگی ہو...... تم تو سچ مچ بڑی خوبصورت ہو۔"

کادمبری نے شرماتے ہوئے کہا...... "تم بھی تو بہت سندر ہو۔"

کانتا بولی۔

"تم اسی کوٹھڑی میں بیٹھو...... میں بھوت پجاری کے پاس جاتی ہوں...... اگر مجھے دیر ہو گئی تو گھبرا مت جانا...... میں سیدھی یہاں ہی آؤں گی۔"

کانتا چلی گئی...... کادمبری اس کے جانے کے بعد بستر پر بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ کیا نرتکی کانتا شہریار کا کھوج لگانے میں کامیاب ہو جائے گی...... ادھر نرتکی کانتا بھوت پجاری کی گپھاہ میں پہنچ گئی تھی...... بھوت پجاری کالے ریچھ کی کھال پر ترشول ہاتھ میں تھامے آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا...... اس نے نرتکی کو دیکھ کر کہا۔

"کانتا! آج کی رات میری پوجا کی رات ہے...... میں ساری رات بھوت دیوتا کی پوجا کروں گا...... اس کے لئے مجھے سوم رس میں مرگنی بوٹی ڈال کر پینی ہوگی...... فوراً چڑیلوں کے استھان کے جنگل میں جا کر میرے لئے مرگنی بوٹی توڑ کر لاؤ اور خبردار کسی کو اپنے ساتھ مت لے جانا...... اس بوٹی پر کسی دوسری چڑیل کی نگاہ نہیں پڑنی چاہئے۔"

کانتا نے سر جھکا کر کہا۔

"مہاراج! ایسا ہی ہوگا...... میں اکیلی جاتی ہوں اور مرگنی بوٹی لے کر آتی ہوں۔"

بھوت پجاری کے چرن چھو کر کانتا واپس اپنی کوٹھڑی میں آ گئی...... اب وہ کادمبری کو اپنے بستر پر بیٹھے دیکھ سکتی تھی...... اس نے کادمبری سے کہا۔

"میں چڑیلوں کے استھان کے جنگل میں بھوت پجاری کے لئے مرگنی بوٹی لینے جا رہی ہوں...... مجھے کچھ دیر لگ جائے گی، تم یہاں سے باہر مت نکلنا...... اگر کوئی چڑیل یا بھوت میرے بعد کسی کام سے اندر آیا تو تم کونے میں لگ کر کھڑی ہو جانا اور

آہستہ آہستہ سانس لینا۔"

کادمبری بولی۔

"بہت اچھا۔"

کانتا وہاں سے نکل کر سیدھی چڑیلوں کے استھان کی طرف روانہ ہو گئی...... یہ وہ جگہ تھی جہاں چڑیلیں رات کے وقت دھرتی پر سے کسی نہ کسی انسان کو پکڑ کر لاتی تھیں اور اسے ہلاک کر کے اس کے گوشت سے اپنی بھوک مٹاتی تھیں...... یہاں درختوں کے نیچے جگہ جگہ کالے پتھروں کے چھوٹے چھوٹے چبوترے بنے ہوئے تھے...... ان چبوتروں پر بیٹھ کر چڑیلیں اپنے انسانی شکار کو ہڑپ کرتی تھیں...... اس کے پیچھے ایک سیاہ درختوں والا جنگل تھا...... اس جنگل میں مرگنی بوٹی اُگتی تھی مرگنی بوٹی کی سب سے بڑی نشانی یہ تھی کہ رات کے وقت اس کی شاخوں میں سے ایک آواز آتی تھی جیسے کوئی عورت سسکیاں بھر کر رو رہی ہو...... اس مرگنی بوٹی کے بارے میں یہ بھی مشہور تھا کہ اگر یہ دو بوٹیاں ساتھ ساتھ اُگی ہوئی ہوں تو رات کو ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں باتیں بھی کرتی ہیں اور تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد سسکیاں بھی بھرتی ہیں۔

کانتا چڑیلوں کے خونی استھان میں سے رات کے اندھیرے میں گزرتی ہوئی عقبی جنگل میں آگئی...... یہاں سیاہ درختوں کے جھنڈ اُگے ہوئے تھے جن کی وجہ سے رات کی تاریکی اور زیادہ ڈراؤنی ہو گئی تھی...... کانتا کو مرگنی بوٹی کی پہچان تھی پوجا کے لئے بھوت پجاری اسے ہی بوٹی لانے بھیجا کرتا تھا...... کانتا جھک کر درختوں کے نیچے اندھیرے میں مرگنی بوٹی تلاش کرنے لگی...... ایک درخت کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے سسکیاں بھرنے اور سرگوشیوں میں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔

نرتکی کانتا سمجھ گئی کہ یہ دو ساتھ ساتھ اُگی ہوئی مرگنی بوٹیاں ایک دوسری سے باتیں کر رہی ہیں...... نرتکی کانتا کو ایک مدت کے بعد دو مرگنی بوٹیوں کے باتیں کرنے

کی آواز سنائی دی تھی...... کانتا کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر مرگنی بوٹیوں کو ذرا سا بھی شک پڑ جائے کہ کوئی چڑیل ان کی باتیں سن رہی ہے تو وہ خاموش ہو جاتی ہیں...... کانتا درخت کی اوٹ میں چھپ کر ان کی باتیں سننے لگی...... ایک مرگنی بوٹی کہہ رہی تھی۔

"سنا ہے ہماری ملکہ روتی ہوئی مورتی دھرتی سے کسی نوجوان منش (انسان) کو اُٹھا کر اپنے محل میں لے آئی ہے۔"

دوسری مرگنی بوٹی نے کہا۔

"وہ اسے کس لئے لائی ہے؟"

پہلی مرگنی بوٹی نے کہا۔

"وہ نرگنی مورتی کے حکم سے اسے لائی ہے اور اب اس سے بیاہ کرنے والی ہے۔"

دوسری مرگنی بوٹی نے ایک سسکی بھر کر کہا۔

"جب تو وہ بے چارہ منش کبھی دھرتی پر واپس نہیں جا سکے گا۔"

پہلی بوٹی بولی۔

"میں نے یہ بھی ایک چڑیل کو کہتے سنا ہے کہ شادی کی رات روتی ہوئی ملکہ مورتی اس نوجوان منش کو پتھر کی مورتی بنا کر دیوار سے لگا دے گی۔"

"بے چارہ منش!" دوسری مرگنی بوٹی نے کہا۔

اور پھر دونوں بوٹیاں آہستہ آہستہ سسکیاں بھرنے لگیں...... کانتا نے یہ سنا تو فوراً سمجھ گئی کہ یہ بوٹیاں شہریار کے بارے میں بات کر رہی تھیں جس کی تلاش میں کادمبری تری لوک آئی تھی اور کانتا جس کا سراغ لگانا چاہتی تھی...... وہ حیران بھی ہوئی اور خوش بھی ہوئی کہ ایک عجیب اتفاق سے اسے شہریار کا کھوج مل گیا تھا...... وہ درخت کی اوٹ سے نکل کر مرگنی بوٹیوں کی طرف بڑھی...... اس نے ایک بوٹی کی شاخوں پر سے کچھ پتے توڑے اور واپس بھوت پجاری کے چرنوں میں پہنچ گئی...... اس نے جھکا کر بھوت پجاری کو پرنام کیا اور مرگنی بوٹی کے پتے اس کی خدمت میں پیش

کرتے ہوئے کہا۔

"پجاری مہاراج! میں آپ کے لئے مرگنی کے پتے لے آئی ہوں۔" بھوت پجاری اس وقت پوجا کی تیاریوں میں لگا تھا...... کہنے لگا۔

"تھالی میں رکھ دو اور چلی جاؤ۔"

نرتکی کانتا نے پتے تھالی میں رکھے اور جھک کر پرنام کرتے ہوئے پجاری کی گپھا سے نکل گئی...... نرتکی کانتا تیزی سے پرواز کرتی اپنی کوٹھڑی میں آ گئی...... وہ کادمبری کو یہ خوشخبری سنانے کو بے تاب تھی کہ شہریار کا سراغ مل گیا ہے...... کادمبری اس کے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور جاگ رہی تھی...... کانتا اب کادمبری کو دیکھ سکتی تھی...... کانتا کو کوٹھڑی میں آتے دیکھ کر کادمبری اُٹھ کر بیٹھ گئی...... کانتا نے آتے ہی اسے یہ خوشخبری سنائی کہ شہریار کا سراغ مل گیا ہے...... کادمبری بڑی خوش ہوئی، اس نے پوچھا۔

"کانتا بہن! شہریار ٹھیک ہے ناں؟ وہ کہاں ہے"

کانتا نے مرگنی بوٹیوں کے درمیان جو باتیں ہوئی تھیں وہ کادمبری کو ساری سنا دیں اور کہنے لگی۔

"شہریار کو دھرتی سے اُٹھا کر روتی ہوئی ناگنی مورتی اپنے محل میں لے آئی ہے اور اس سے بیاہ کرنے والی ہے، لیکن تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے......" شادی کی رات کو ہی اسے پتھر کا بت بنا کر اپنے محل کی دیوار سے لگا دے گی۔"

"اس روتی ہوئی ناگنی مورتی کا محل کہاں ہے؟"

کادمبری کے سوال پر کانتا نے کہا۔

"یہ محل میں نے دیکھا ہوا ہے...... اس محل کا نام سنتے ہی خوفناک سے خوفناک چڑیلیں بھی ایک بار لرز جاتی ہیں...... کہنے کو تو یہ ملکہ مورتی ناگنی کا محل ہے، لیکن اصل میں وہ انسانوں اور مردہ بدرُوحوں کا مرگھٹ یعنی قبرستان ہے...... اس محل میں ان بدقسمت انسانوں کی ہڈیوں کی مورتیاں سجی ہوئی ہیں جنہیں سینگوں والی چڑیلیں

ملکہ مورتی ناگنی کے لئے دھرتی کے مندروں کے آس پاس سے پکڑ کر اُوپر لے آتی ہیں اور پھر ناگنی مورتی انہیں کاٹ کر کھا جاتی ہے۔"

کادمبری نے خوف زدہ آواز میں پوچھا۔

"تو کیا وہ شہریار کو بھی کھا جائے گی؟"

کانتا نے کہا۔

"اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا...... اگر ناگنی مورتی نے شہریار سے بیاہ کر لیا تو شاید وہ اسے نہ کھائے، لیکن اس ظالم ناگنی کا کچھ پتہ نہیں کہ کسی روز غضبناک ہو کر شہریار کو بھی ذبح کر کے کھا جائے۔"

کادمبری پریشان ہو گئی۔

کانتا نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے...... ہم شہریار کو اس سے پہلے وہاں سے نکال لائیں گے...... مجھے ناگنی مورتی کے مرگھٹ محل کے سارے خفیہ راستوں کا پتہ ہے۔"

کادمبری نے کہا۔

"ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے جلدی کرنا چاہئے۔"

کانتا نے کہا۔

"مجھے سوچنے کا موقع دو...... میں سب سے پہلے جاسوسی کروں گی کہ جو کچھ مرگنی بوٹیاں ایک دوسری سے کہہ رہی تھیں...... کیا وہ سچ ہے؟"

دوسرے روز نرتکی کانتا صبح صبح کوٹھڑی سے نکل گئی۔

وہ کادمبری کو تاکید کر گئی کہ تم اس کوٹھڑی سے باہر مت نکلنا اور اگر کوئی سینگوں والی چڑیل یا بھوت اندر آئے تو جتنی دیر تک سانس روک سکتی ہو سانس کو روکے رکھنا، کیونکہ یہ شیطانی مخلوق انسان کے سانس سے اس کی بو کو محسوس کر لیتی ہے۔۔۔۔۔

کادمبری کوٹھڑی میں ہی رہی۔۔۔۔۔ کانتا کو گئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک چڑیل کوٹھڑی میں آ گئی۔۔۔۔۔ یہ سینگوں والی چڑیل تھی۔۔۔۔۔ کادمبری اس وقت چارپائی پر غیبی حالت میں لیٹی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ کادمبری کو یہ تسلی تھی کہ اشٹمی منتر کی وجہ سے چڑیل اسے دیکھ نہیں سکے گی، لیکن اس کے سانس کی بو سے اس کی موجودگی کو محسوس کر لی تھی۔۔۔۔۔

کادمبری نے اسی وقت اپنا سانس روک لیا اور اُٹھ کر کوٹھڑی کے کونے میں کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ چڑیل کوٹھڑی میں اِدھر اُدھر کچھ تلاش کر رہی تھی۔۔۔۔۔ کادمبری کب تک سانس روک سکتی تھی۔۔۔۔۔ جب اس کا دم گھٹنے لگا تو اس نے بے اختیار ہو کر ایک لمبا سانس لے لیا۔۔۔۔۔ چڑیل چارپائی کے پیچھے کچھ تلاش کرتے کرتے ایک دم رُک گئی۔ کادمبری نے دوبارہ سانس روک لیا۔۔۔۔۔ چڑیل کوٹھڑی میں اُوپر نیچے مشکوک نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔ جیسے اس نے کادمبری کے سانس کی انسانی بو سونگھ لی ہو۔۔۔۔۔ کادمبری کونے سے بلند ہو کر کوٹھڑی کی چھت کے ساتھ لگ گئی۔

چڑیل اپنی جگہ پر کھڑی بڑے غور سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

کادمبری بہت آہستہ آہستہ سانس لے رہی تھی۔۔۔۔۔ بیچ میں سانس روک بھی لیتی تھی۔۔۔۔۔ اتنے میں ایک اور چڑیل اندر آئی اور اس نے پہلی چڑیل کو چڑیلوں کی زبان میں ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"دیوتا تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔۔۔ چلو میرے ساتھ۔"

اور چڑیل دوسری چڑیل کے ساتھ کوٹھڑی سے نکل گئی۔

کادمبری نے سکون کا سانس لیا اور چارپائی پر بیٹھ کر اپنے ماضی اور اپنے حال کے بارے میں گہری سوچ میں ڈوب گئی۔۔۔۔۔ ایک وہ دن تھے کہ وہ شکتال دیوتا کے مندر میں عقیدت مندوں اور پجاری کے آگے صبح شام رقص کیا کرتی تھی، لیکن ایک روز شکتال دیوتا کے چہیتے بڑے پجاری نے اس کی عزت لوٹنی چاہی تو کادمبری نے اپنی عزت بچاتے ہوئے پجاری کا خون کر دیا اور پھر اس کی مصیبتوں کا آغاز ہو گیا۔۔۔۔۔

شکتال دیوتا نے کادمبری سے اپنے چہیتے پجاری کے خون کا بدلہ لینے کیلئے کریہہ المنظر بھتنے اور بھوتوں کے سب سے بڑے شیطان شنکر راؤ کے حوالے کر دیا، جس نے اسے زندہ حالت میں ہی ایک بدرُوح میں تبدیل کر دیا اور پھر ہر مہینے کی اس رات کو جس رات میں کادمبری نے پجاری کا خون کیا تھا وہ کادمبری کو زندہ کرتا اور اسے قتل کر کے ایک بار پھر بدرُوح میں بدل دیتا۔۔۔۔۔ وہ کادمبری کو زندہ اس لئے کرتا تھا کہ صرف زندہ حالت میں ہی کادمبری کو خنجر سے قتل ہونے کی تکلیف ہو سکتی تھی۔۔۔۔۔ پھر کادمبری نے یاد کیا کہ کس طرح اس کی ملاقات شہریار سے ہوئی اور اس نے پہلی نظر میں ہی شہریار کو پسند کر لیا، لیکن وہ سردار شنکر راؤ کے ہاتھوں مجبور و بے بس تھی۔۔۔۔۔ وہ اس کے حکم پر شہریار کے خلاف عمل کرتی رہی اور ایک بار اسے دھوکے سے پکڑ کر شنکر راؤ کے حوالے بھی کر دیا، جس کے بعد شہریار کادمبری کو اپنا دشمن سمجھنے لگا، لیکن بونے کندھرو نے شہریار کو اصل صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے اسے بتایا کہ کادمبری

اس کو پسند کرتی ہے......اس سے پریم کرتی ہے مگر سردار شنکر راؤ کے آگے بے بس ہے......اس کے بعد وہ شنکر راؤ کے عتاب میں آگئی جس نے اسے اژدہوں کے غار میں بند کردیا......وہاں سے کیسے اس کو بونا گندھرو نکال کرلے گیا۔

مگر شہریار کو اس دوران کنڈلی جادوگرنی کے کہنے پر نرگنی مورتی ماتا روتی ہوئی مورتی ناگنی کے ذریعے دھرتی سے آکاش کے سیاہ بادلوں والی دنیا یعنی تری لوک پہنچا چکی تھی اور اب کادمبری شہریار کی تلاش میں تری لوک کی چڑیلوں اور بھوتوں کی خطرناک دُنیا میں آگئی تھی...... وہ جانتی تھی کہ اس دوران دھرتی پر سردار شنکر راؤ کو اگر کادمبری کے فرار کا پتہ چل گیا ہوگا تو دھرتی کے کونے کونے میں اس کی جاسوس چڑیلیں کادمبری کو تلاش کرتی پھرتی ہوں گی اور مردوں کو زندہ کرنے کے لئے چلہ کرنے والی کنڈلی جادوگرنی نے اپنا چلہ پورا کرلیا ہوگا اور نہ جانے کہاں کہاں پہنچ کر کیسے کیسے جرائم پیشہ اور قاتل مجرموں کے مردوں کو زندہ کرکے ان سے ناجائز کام لے رہی ہوگی...... کادمبری نے اسی وقت دل میں فیصلہ کرلیا کہ اگر وہ شہریار کو نکال کر صحیح سلامت دھرتی پر لے جانے میں کامیاب ہوگئی تو وہ سب سے پہلے جادوگرنی کنڈلی کا خاتمہ کرے گی۔

کادمبری کوٹھڑی میں بیٹھی اپنے ماضی اور شہریار کے خیالوں میں گم تھی......

دوسری طرف نرتکی کانتا تری لوک کے چڑیلوں کے مرگھٹ (قبرستان) کے عقب میں جو سیاہ درختوں والا جنگل تھا وہاں ایک جگہ چھپ کر دُور سے نظر آنے والے ڈراؤنے اور منحوس روتی ہوئی مورتی یعنی ملکہ چڑیل کے مرگھٹ محل کو دیکھ رہی تھی...... کہنے کو تو یہ محل ہی تھا مگر اس محل پر نحوست چھائی ہوئی تھی اور مردار خور گدھوں کا ویران کھنڈر لگتا تھا...... کانتا اس وقت غیبی حالت میں نہیں تھی...... اگر وہ غائب بھی ہوتی تو وہاں کی چڑیلیں اور بھوت اسے دیکھ سکتے تھے...... یہاں تک کہ اگر وہ اشٹمی منتر پڑھ کر بھی غائب ہوئی ہوتی تب بھی تری لوک کی چڑیلیں اور بھوت اسے

دیکھ سکتے تھے، کیونکہ اشٹمی منتر کا اثر صرف اس صورت میں ہوتا تھا کہ دھرتی پر رہنے والا انسان اسے پڑھ کر پھونکے...... اگر کوئی چڑیل یا بدروح اسے پڑھ کر اپنے اوپر پھونکے تو اس پر اشٹمی منتر کا اثر نہیں ہوسکتا تھا اور وہ غائب نہیں ہوسکتی تھی...... یہ منتر پڑھنے والے کے لئے زندہ انسان ہونا اور دھرتی یعنی زمین پر موجود ہونا ضروری تھا۔

نرتکی کانتا کے قریب ہی مرگنی بوٹیاں اُگی ہوئی تھیں، مگر وہ خاموش تھیں...... شاید کانتا کو اپنے قریب دیکھ کر وہ ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کررہی تھیں...... اس موت کے محل کی ملکہ ناگنی مورتی کی ایک داسی یعنی نوکرانی کانتا کی دوست اور ہم راز تھی...... اس کا نام اشونی تھا...... نرتکی کانتا اپنی دوست اشونی کو ملنا چاہتی تھی، مگر وہ محل کی ملکہ ناگنی کی موجودگی میں نہیں ملنا چاہتی تھی...... وہ چھپ کر یہ دیکھ رہی تھی کہ اگر ملکہ ناگنی کی داسی اشونی کسی کام سے باہر آئے تو وہ اسے اپنے پاس بلالے...... جب اسے انتظار کرتے کافی دیر ہوگئی اور داسی اشونی محل سے باہر نہ آئی تو کانتا دوسری طرف سے ہوکر منحوس محل کے پیچھے کی طرف جو ایک ویران جگہ تھی وہاں آکر جھاڑیوں کے پیچھے بیٹھ گئی...... یہاں سے وہ منحوس محل کے عقبی دروازے کو دیکھ رہی تھی...... منحوس محل کا عقبی دروازہ بند تھا۔

یہاں بھی کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب دروازے میں سے کوئی بھی باہر نہ نکلا تو کانتا اُٹھ کر دروازے کے پاس آگئی...... یہ منحوس محل کی خادماؤں کا دروازہ تھا...... یہاں سے خادمائیں آیا جایا کرتی تھیں...... کانتا آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی...... وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اسے دیکھے...... وہ ایک نیم روشن ویران راہداری تھی، اس راہداری کی دیواروں میں ان بدنصیب انسانوں کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں جن کو ناگنی ملکہ کی خاص چڑیلیں جنوبی ہند کے مندروں کے آس پاس رہنے والی غریب ہندو عورتوں اور مردوں کو اغوا کرکے اُوپر لے آئی تھیں اور جنہیں وحشی ملکہ ناگنی نے ذبح کرکے ہڑپ کرلیا تھا...... راہداری میں مردوں کی بو پھیلی ہوئی تھی۔

اس راہ داری کے اخیر میں داسی اشونی کی کوٹھڑی تھی۔

کانتا دبے پاؤں چلتی کوٹھڑی کے پاس آ کر رُک گئی...... کوٹھڑی کا دروازہ بند تھا۔ کانتا نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی...... اندر سے کسی عورت کی آواز آئی۔

"کون ہو؟"

"اشونی! میں ہوں کانتا۔"

ناگنی کی داسی اشونی نے دروازہ کھول دیا...... کانتا جلدی سے اندر چلی گئی اور اس نے دروازہ بند کر دیا...... داسی اشونی نے پوچھا۔

"کیا بات ہے کانتا...... تم اس وقت کیسے آ گئیں؟"

کانتا نے کہا۔

"میرے پاس بیٹھ جاؤ...... میں تمہارے پاس ایک بڑے ضروری کام سے آئی ہوں۔"

دونوں فرش پر بچھی ہوئی کالے ریچھ کی کھال پر بیٹھ گئیں...... تب کانتا کہنے لگی۔

"اشونی! تم میری سہیلی بھی ہو اور میری رازدار بھی ہو...... تم سے میں نے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی اور تم نے کبھی میری کوئی بات کسی دوسری چڑیل یا ملکہ ناگنی کو نہیں بتائی۔"

داسی اشونی نے کہا۔

"آخر بات کیا ہے کانتا۔"

داسی اشونی درمیانی عمر کی بدرُوح تھی اور انسانوں کی ہمدرد تھی...... اسے اس بات کا بڑا دُکھ تھا کہ ناگنی ملکہ ہفتے میں دو تین بار دھرتی پر سے کسی نہ کسی بے گناہ مرد یا عورت کو اغوا کروا کر اُوپر منگواتی ہے اور اسے ذبح کر کے کھا جاتی ہے اور اس کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں محل کی دیواروں پر سجا دیتی ہے، مگر کانتا کی طرح داسی اشونی بھی اس بربریت اور ظلم کے خلاف سوائے افسوس کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ خود

وحشی ملکہ ناگنی کی غلام اور قیدی تھی اور اس کی قید سے نہیں نکل سکتی تھی، کانتا نے کہا۔

"اشونی! مجھے معلوم ہے کہ ملکہ ناگنی انسانوں کی دُنیا سے ایک نوجوان کو اپنے ساتھ اغوا کر کے لے آئی ہے اور وہ اس سے بیاہ کرنا چاہتی ہے...... کیا یہ سچ ہے؟"

داسی اشونی نے کہا۔

"تم نے ٹھیک سنا ہے...... ملکہ ناگنی کو یہ نوجوان پسند آ گیا ہے...... اسی وجہ سے اس نے ابھی تک اسے کھایا نہیں، ورنہ اب تک اس نوجوان کی کھوپڑی اور ہڈیاں دیوار میں لگی ہوتیں۔"

کانتا نے پوچھا۔

"کیا تمہیں کچھ معلوم ہے کہ ناگنی نے اس نوجوان کو کہاں قید کر کے رکھا ہے؟"

داسی اشونی نے گھور کر کانتا کو دیکھا اور بولی۔

"تم اتنا کرید کرید کر کیوں پوچھ رہی ہو؟"

کانتا کہنے لگی۔

"اشونی! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں نے تم سے دل کی بات کبھی نہیں چھپائی...... ہمیشہ تم پر بھروسہ کیا ہے۔"

اشونی نے کہا۔

"میں نے بھی تمہارے بھروسے کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچائی۔"

کانتا نے کہا۔

"اسی لئے تو میں نے اپنے دل کی بات تمہیں بتا دی ہے، ورنہ میں جانتی ہوں کہ کسی دوسری نوکرانی کے آگے ایسی بات کہنے کا انجام کتنا عبرت ناک ہو سکتا ہے...... بات یہ ہے کہ اس نوجوان کا نام شہریار ہے...... اسے دھرتی کے بھتنے شنکر راؤ نے اپنی مورتی چرانے اور اسے بیچ دینے کے جرم میں یہ سزا دی کہ شہریار کو نرگنی ماتا کے حوالے کر دیا جس نے اسے روتی ہوئی مورتی ناگنی کے حوالے کر دیا، جو اسے یہاں لے

آئی ہے..... اگر ناگنی نے اس نوجوان سے بیاہ بھی کر لیا تب بھی وہ دھرتی پر اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے پاس کبھی واپس نہیں جا سکے گا..... دھرتی کے شکتال مندر کی ایک نرتکی جو میری سہیلی بھی ہے اس نوجوان کو واپس لے جانے کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈال کر یہاں آئی ہوئی ہے..... تم میری ہم راز ہو..... مجھے بتاؤ کیا کوئی ایسی ترکیب ہو سکتی ہے کہ اس بدقسمت نوجوان شہریار کو چڑیلوں اور بھوتوں کی اس دُنیا سے نکال کر واپس زمین پر پہنچا دیا جائے؟"

داسی اشونی سوچ میں پڑ گئی..... کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔

"کانتا! تم خود سمجھ سکتی ہو کہ یہ کام کس قدر مشکل بلکہ ناممکن ہے..... اگر ملکہ ناگنی کو ذرا سی بھی بھنک پڑ گئی کہ میں یا تم اس کے ہونے والے پتی کو فرار کروانے کی سازش کر رہی ہیں تو ہمارا جو حشر ہو گا وہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

کانتا کہنے لگی۔

"اسی مشکل کو حل کرنے کے لئے تو میں تیرے پاس آئی ہوں..... دھرتی کے شکتال مندر کی نرتکی کادمبری اس وقت میرے پاس ہی ہے..... میں نے اسے اپنی کوٹھڑی میں چھپا کر رکھا ہوا ہے۔"

داسی اشونی نے تعجب سے پوچھا۔

"کیا ابھی تک تری لوک کی سینگوں والی چڑیلوں میں سے کسی کو اس کے بارے میں علم نہیں ہوا؟"

نرتکی کانتا نے کہا۔

"کادمبری نے اشٹمی منتر پڑھ کر اپنے اُوپر پھونکا ہوا ہے جس کی وجہ سے" یہاں کسی کو نظر نہیں آ سکتی، لیکن یہاں بھی ایک سے ایک خطرناک جادوگرنیوں کی بدرُوحیں موجود ہیں..... کادمبری اگر کسی شکتی دان جادوگرنی بدرُوح کو نظر آ گئی تو پھر اس کے ساتھ میں بھی ماری جاؤں گی..... اس لئے چاہتی ہوں کہ جتنی جلدی ہو سکے

میں شہریار کو یہاں سے نکال کر اس کے ساتھ زمین پر روانہ کر دوں۔"

داسی اشونی کہنے لگی۔

"مجھے خود معلوم نہیں ہے کہ ناگنی ملکہ نے اس نوجوان شہریار کو کس جگہ قید میں ڈال کر رکھا ہوا ہے..... تم آج آدھی رات کو میرے پاس آنا..... میں اسی دوران پتہ لگانے کی کوشش کروں گی..... میں تمہیں محل کے پیچھے کالی چڑیل کی مڑھی کے پاس ملوں گی..... اب تم جاؤ۔"

نرتکی کانتا خاموشی سے کوٹھڑی سے نکلی اور کھوپڑیوں والی راہداری سے گزرتی منحوس محل کے عقبی دروازے میں سے نکل کر سیاہ درختوں والے جنگل میں آ گئی..... یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ ابھی تک اسے وہاں کسی چڑیل یا بدرُوح نے نہیں دیکھا تھا۔ واپس آ کر کانتا نے کادمبری کو ساری بات بتائی اور کہا۔

"اب میں آدھی رات کو اشونی سے ملنے جا رہی ہوں..... مجھے اُمید ہے کہ اس نے شہریار کا کچھ نہ کچھ سراغ ضرور لگا لیا ہو گا۔"

کادمبری نے فکر مند ہو کر کہا۔

"یہ تمہاری سہیلی اشونی کہیں ملکہ ناگنی سے تو اس کا ذکر نہیں کر دے گی؟"

کانتا کہنے لگی۔

"وہ میری ایک ہی سہیلی ہے یہاں..... اور میں اس پر بھروسہ کر سکتی ہوں..... اگر ایسی بات نہ ہوتی تو میں اس کے آگے شہریار کا کبھی ذکر نہ کرتی۔"

جب آدھی رات ہو گئی اور تری لوک کی منحوس فضاؤں پر موت سے بھی بدتر اور موت سے بھی زیادہ خوفناک اندھیرا چھا گیا تو نرتکی کانتا اپنی کوٹھڑی سے نکل کر ناگنی کے منحوس محل کی طرف چل پڑی..... پھر وہ موت کے منحوس محل کے پیچھے کالی چڑیل کی مڑھی کے شکستہ چبوترے کی اوٹ میں بیٹھ گئی اور داسی اشونی کا انتظار کرنے لگی۔

یہ کالی چڑیل کی مڑھی تھی جہاں ایک ڈھیری کی شکل میں کالی چڑیل کی ہڈیاں دفن تھیں...... کالی چڑیل تری لوک کی دُنیا کی سب سے زیادہ طاقتور چڑیل تھی...... کالی چڑیل نے طاقت کے گھمنڈ میں آکر تری لوک کی ملکہ ناگنی کو ہلاک کر کے ملکہ بننے کی کوشش کی لیکن اس کو ناگنی ملکہ کی خفیہ طاقت کا اندازہ نہیں تھا...... ملکہ ناگنی نے عین وقت پر اسے اپنے کالے جادُو میں جکڑ کر سولی پر چڑھا دیا اور ایک ماہ تک اس کی لاش منحوس محل کے دروازے پر لٹکتی رہی...... اس کے بعد اس کی کھوپڑی کو خود چبا کر کھا گئی اور اس کی باقی ہڈیاں ایک گڑھے میں دبا کر اس کے اندر سیاہ بچھو چھوڑ دیئے...... اب اس مڑھی میں بچھوؤں نے اپنا ٹھکانہ بنا رکھا تھا اور کالی چڑیل کی ہڈیوں کو ڈستے رہتے تھے...... یہ ملکہ ناگنی کا خوفناک انتقام تھا جو اس نے اپنی دشمن کالی چڑیل سے لیا تھا...... مڑھی کے پاس بیٹھے ہوئے کانتا کو کالی چڑیل کی المناک کہانی یاد آ رہی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد داسی اشونی آگئی...... وہ کانتا کو ساتھ لے کر وہاں سے ہٹ کر ایک اور بدرُوح کی مڑھی کے پاس آگئی...... اس نے کانتا کو اپنے پاس بٹھا لیا اور کہنے لگی۔

"میں نے شہریار کا کھوج لگا لیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟" کانتا نے بے تاب ہو کر پوچھا۔

اشونی بولی۔

"ملکہ ناگنی نے تمہاری سہیلی کادمبری کے دوست شہریار کو کالی پہاڑی کے ویران ناگ مندر میں پتھر کا سانپ بنا کر بند کیا ہوا ہے...... وہ ہر روز رات کو ناگ مندر جاتی ہے...... شہریار کو سانپ سے انسان بناتی ہے...... ساری رات اس کے پاس گزارتی ہے اور صبح ہونے سے پہلے اسے دوبارہ پتھر کا سانپ بنا کر واپس آ جاتی ہے۔"

کانتا کو اس ویران ناگ مندر کے بارے میں معلوم تھا کہ وہاں ایسے زہریلے سانپ اور ناگنیں رہتی ہیں جو اپنے پچھلے جنم میں مردار خور چڑیلیں اور بدرُوحیں تھیں اور مرنے کے بعد سانپ اور ناگنیں بن کر ویران مندر میں عذاب کی زندگی بسر کر رہی

ہیں...... یہ ناگ اور ناگنیں چونکہ پہلے بدرُوحیں اور چڑیلیں تھیں اس لئے ان میں ایسی شکتی موجود ہے کہ وہ دوسری بدرُوحوں اور چڑیلوں کو غیبی حالت میں بھی دیکھ سکتی ہیں اور اگر کوئی بدرُوح یا چڑیل وہاں غلطی سے چلی جائے تو پھر وہ کبھی واپس نہیں آتی اور اس کا کچھ سراغ نہیں ملتا کہ وہ کہاں غائب ہوگئی...... اس ویران مندر کے ناگ اور ناگنوں کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ نظر نہ آنے والی چڑیلوں اور بدرُوحوں کو بھی ڈس کر ہلاک کر دیتی ہیں اور پھر ان کی زہر آلود لاشوں کو کھا جاتی ہیں...... یہی وجہ تھی کہ اس ناگ مندر کے کھنڈر کی طرف کبھی کوئی چڑیل یا بدرُوح نہیں جاتی تھی...... یہ سارے بدرُوح ناگ اور ناگنیں منحوس محل کی ملکہ ناگنی کے غلام تھے...... اس کی تابعداری کرتے تھے اور صرف ملکہ ناگنی سے ڈرتے تھے...... کانتا کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس ناگ مندر کے ویران کھنڈر کے اِردگرد ملکہ ناگنی نے بڑے خطرناک کالے جادُو کا ایک دائرہ کھینچ رکھا ہے جس میں سے کوئی بدرُوح یا چڑیل اگر داخل ہونے کی کوشش کرے گی تو وہیں جل کر راکھ ہو جائے گی...... جب داسی اشونی نے کانتا کو بتایا کہ شہریار اس ناگ مندر کے ویران کھنڈر میں قید ہے اور دن کے وقت وہ پتھر کا سانپ بنا دیا جاتا ہے اور صرف رات کو ملکہ ناگنی آ کر اسے پھر سے انسان کے روپ میں بدل دیتی ہے تو اس نے اشونی سے کہا۔

"اشونی! یہ تو بڑی مشکل آن پڑی ہے...... اس ناگ مندر میں سے تو ہم میں سے کوئی بھی اندر جا کر شہریار کو نکال کر نہیں لا سکتا۔"

داسی اشونی بولی۔

"جو اصل حقیقت تھی وہ میں نے تمہیں بتا دی ہے...... میں خود نہیں جانتی کہ شہریار کو وہاں سے کیسے نکالا جا سکتا ہے، کیونکہ وہاں نہ تم جا سکتی ہو، نہ میں جا سکتی ہوں...... اگر ہم نے وہاں جانے کی کوشش کی تو ناگ مندر کے گرد پھیلا ہوا کالے جادُو کا حصار ہمیں اسی وقت جلا کر راکھ کر دے گا...... کم از کم میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتی۔"

اچانک کانتا کو اشٹمی منتر کا خیال آگیا...... اس نے کہا۔

"ایک بات ہو سکتی ہے...... کادمبری نے اشٹمی منتر پڑھ کر اپنے اُوپر پھونکا ہوا ہے...... وہ یہاں کسی بدرُوح چڑیل یہاں تک کہ ملکہ ناگنی کو بھی دکھائی نہیں دے سکتی...... ہو سکتا ہے اشٹمی منتر کی شکتی کی وجہ سے اس پر ناگنی کے جادُو کا بھی اثر نہ ہو اور وہ کالے جادُو کے دائرے میں سے گزر کر ناگ مندر میں داخل ہو جائے...... اگر وہ ناگ مندر میں داخل ہو گئی تو دن کے وقت پتھر بنے ہوئے شہریار کو وہاں سے اُٹھا کر لا سکتی ہے۔"

داسی اشونی نے کہا۔

"یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ کادمبری پر اشٹمی منتر کی وجہ سے ملکہ ناگنی کے کالے جادُو کا اثر نہیں ہو گا...... اگر اثر ہو گیا تو تمہاری سہیلی کادمبری زندہ نہیں بچے گی...... اس بات کا تمہیں خیال رکھنا پڑے گا۔"

کانتا کہنے لگی۔

"میں واپس جا کر کادمبری سے بات کرتی ہوں، اگر اس نے کہا کہ وہ یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہے اور اشٹمی منتر کی وجہ سے اس پر ملکہ ناگنی کا کالا جادُو بے اثر ہو جائے گا تو میں اسے دن کے وقت چھپ کر ناگ مندر کے کھنڈر کے پاس لے آؤں گی اور اسے کہوں گی کہ وہ کوشش کر کے دیکھ لے۔"

اشونی کہنے لگی۔

"ایک بار پھر سوچ لو...... اس میں تمہاری سہیلی کی جان بھی جا سکتی ہے۔"

کانتا بولی۔

"تو پھر میں اسے جا کر کہہ دیتی ہوں کہ شہریار کو یہاں سے نکال کر لے جانا ناممکن ہے اور وہ اپنی جان بچا کر واپس انسانوں کی دُنیا میں چلی جائے۔"

"ٹھیک ہے...... چلو واپس چلتے ہیں...... رات ڈھل رہی ہے ملکہ ناگنی اس وقت

شہریار کے پاس ناگ مندر میں ہو گی...... اس کے وہاں سے واپس آنے کا وقت ہونے والا ہے۔"

دونوں وہاں سے اُٹھ کر واپس چل دیں۔

بھوت پجاری کے مندر والی اپنی کوٹھڑی میں آکر کادمبری کو کانتا نے ساری بات بیان کر دی...... کادمبری بڑے غور سے سنتی رہی...... کانتا نے کہا۔

"کادمبری بہن! مجھے تم سے پوری ہمدردی ہے...... میں تمہارے لئے جو کچھ کر سکتی تھی میں نے کرنے کی کوشش کی ہے...... مجھے افسوس ہے کہ اب میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکوں گی...... میں تمہیں یہی مشورہ دوں گی کہ تم اپنی جان صحیح سلامت لے کر چڑیلوں، بھوتوں اور بدرُوحوں کی اس منحوس دُنیا سے واپس انسانوں کی دُنیا میں چلی جاؤ اور شہریار کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"کانتا بہن! میں شہریار کو اس حال میں چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔"

"پھر تم کیا کرو گی؟" کانتا نے پوچھا۔

کادمبری بولی۔

"میں شہریار کو ناگ مندر میں سے نکالنے کی کوشش ضرور کروں گی۔"

کانتا نے کہا۔

"یہ تمہاری زندگی کی آخری کوشش بھی ہو سکتی ہے...... ہو سکتا ہے تم پر ملکہ ناگنی کے طلسمی حصار کا اثر ہو جائے اور تم وہیں جل کر راکھ ہو جاؤ۔"

کادمبری نے کہا۔

"اگر ایسا ہو بھی گیا تو مجھے یہ افسوس تو نہیں ہو گا کہ میں نے زندگی میں اپنے پریمی شہریار کو موت کے منہ سے نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

کانتا بولی۔

"میں تمہیں یہ مشورہ نہیں دوں گی..... کیا تمہیں یقین ہے کہ اشٹی منتر کی وجہ سے تم پر ملکہ ناگنی کے جادُو کا اثر نہیں ہو گا؟"

کادمبری نے جواب دیا۔

"ہاں..... مجھے یقین ہے..... اشٹی منتر تینوں آکاش کا سب سے طاقتور منتر ہے..... یہ مجھے سوامی جی نے بھی بتا دیا تھا۔"

کانتا نے کہا۔

"اس کے باوجود میں تمہیں یہی کہوں گی کہ شہریار کا خیال دل سے نکال دو اور اسے اس کی قسمت کے حوالے کر کے یہاں سے واپس انسانوں کی دُنیا میں چلی جاؤ۔"

کادمبری نے پر عزم لہجے میں کہا۔

"کانتا! میں شہریار سے پریم کرتی ہوں..... میں اس کی پریم کی خاطر جان کی بازی لگانے کو تیار ہوں..... تم مجھے ناگ مندر لے چلو۔"

کانتا نے کادمبری کو سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ وہ اتنا بڑا خطرہ مول نہ لے، لیکن کادمبری کا پریم سچا تھا..... ویسے بھی اس نے ایک بار شہریار کو دھوکے سے سردار شنکر راؤ کے حوالے کر کے اسے موت کے منہ میں ڈال دیا تھا..... کادمبری اپنے اس گناہ کا ازالہ بھی کرنا چاہتی تھی..... جب اس نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور کانتا کو صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اگر وہ اس کو لے کر ناگ مندر نہ گئی تو وہ خود تلاش کر کے ناگ مندر پہنچ جائے گی اور شہریار کو موت کے منہ سے نکالنے کی کوشش ضرور کرے گی..... تو پھر کانتا مجبور ہو گئی، کہنے لگی۔

"اگر تم نے فیصلہ کر ہی لیا ہے تو میں تمہیں ناگ مندر لئے چلتی ہوں، لیکن میں تمہیں وہاں چھوڑ کر واپس آجاؤں گی..... وہاں نہیں ٹھہروں گی۔"

کادمبری نے کہا۔

"تم بے شک واپس آجانا، لیکن مجھے ناگ مندر تک ضرور لے چلو۔"

چنانچہ دوسرے دن ناگ مندر جانے کا طے ہو گیا۔

وہاں دن کے وقت جانا ضروری تھا، کیونکہ دن کے وقت ملکہ ناگنی نے شہریار کو پتھر کا سانپ بنا کر مندر کے ایک تہہ خانے میں بند کر دیا ہوتا ہے اور ملکہ ناگنی وہاں موجود نہیں ہوتی..... رات کو جانا اس لئے خطرناک تھا کہ رات کے وقت شہریار تو انسانی شکل میں ہوتا تھا مگر اس کے پاس ملکہ ناگنی خود بھی موجود ہوتی تھی۔

کانتا نے کہا۔

"اشونی نے مجھے بتایا ہے کہ ناگ مندر کے کھنڈر میں ایک تہہ خانہ ہے جس میں ایک سرنگ میں سے راستہ جاتا ہے..... میں نے وہ سرنگ والا خفیہ راستہ دیکھا ہوا ہے۔ میں تمہیں سب کچھ سمجھا دوں گی۔"

دوسرے روز اس بھوتوں، چڑیلوں کی دُنیا میں موسم ابر آلود تھا..... عجیب قسم کے نسواری رنگ کے بادلوں نے آسمان کو ڈھانپ رکھا تھا..... دن کے وقت پہلے بھی وہاں روشنی کم ہوتی تھی..... نسواری بادلوں کی وجہ سے روشنی اور زیادہ پھیکی ہو گئی تھی اور ایک دُھندسی فضا میں چھائی ہوئی تھی۔

نرتکی کانتا صورتِ حال کا جائزہ لینے بھوت دیوتا کے مندر کے باہر گئی ہوئی تھی۔ اس وقت چڑیلیں بھوت دیوتا یعنی بھوت پجاری کے حکم سے دوسرے آکاش کی دُنیا کی جاسوسی کرنے گئی ہوئی تھیں، کیونکہ اس آکاش کا بھوتوں کا قبیلہ بھوت پجاری کا دشمن تھا اور ان کے درمیان اکثر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں..... بھوت مندر کے آس پاس کانتا کو کوئی چڑیل وغیرہ نظر نہ آئی..... وہ کوٹھڑی میں کادمبری کے پاس آ گئی اور بولی۔

"میرے ساتھ آؤ..... بڑا اچھا موقع ہے۔"

کادمبری اس کے ساتھ باہر آ گئی۔

کانتا غیبی حالت میں نہیں تھی..... وہ دکھائی دے رہی تھی اور اپنے جسمانی وجود میں تھی..... کادمبری غائب تھی مگر کانتا اسے دیکھ سکتی تھی، جبکہ دوسری کوئی چڑیل یا

بدروح اسے اشٹمی منتر کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتی تھی...... اگر اس وقت کوئی چڑیل اسے دیکھتی تو اسے کانتا اکیلی جاتی دکھائی دیتی...... یہی کانتا چاہتی تھی...... کانتا نے ہاتھ میں چھوٹی سی ٹوکری پکڑ رکھی تھی، جیسے جنگل میں جڑی بوٹیاں اکٹھی کرنے جا رہی ہو...... ناگ مندر کی پہاڑی دُور سے نظر آئی تو کانتا نے کادمبری سے کہا۔

"ناگ مندر اس پہاڑی کے اندر ہے۔"

کادمبری نے پہاڑی کو دیکھا...... یہ سیاہ رنگ کی پہاڑی تھی اور اس کو دیکھ کر ہی دل پر خوف طاری ہو جاتا تھا...... اتنا سیاہ پہاڑ کادمبری نے پہلے نہیں دیکھا تھا...... کانتا نصف دائرے کا چکر کاٹ کر کادمبری کو سیاہ پہاڑی کے عقب میں لے آئی...... یہاں موت کی خاموشی چھائی ہوئی تھی...... بادلوں کی وجہ سے ہلکا ہلکا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کانتا ایک کھائی میں اتر گئی...... کادمبری اس کے پیچھے پیچھے تھی...... وہ بھی کھائی میں اتر گئی۔ کھائی میں کچھ دُور چلنے کے بعد کانتا ایک جگہ پہاڑی کی ڈھلان والی دیوار کے پاس بیٹھ گئی اور کادمبری کو ایک جھاڑی دکھاتے ہوئے دھیمی آواز میں بولی۔

"ناگ مندر کو جانے والی خفیہ سرنگ کا راستہ اس جھاڑی کے پیچھے سے جاتا ہے...... یہاں ملکہ ناگنی نے اپنا طلسمی دائرہ کھینچ رکھا ہے...... تمہیں بڑی احتیاط کے ساتھ دائرے میں سے گزرنا ہو گا...... میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گی کہ تمہیں کچھ نہ ہو اور تم خیریت سے دائرے میں سے نکل جاؤ...... جب تم سرنگ میں جاؤ گی تو تمہیں ایک جگہ سیڑھیاں نیچے جاتی دکھائی دیں گی...... سیڑھیاں اتر جانا...... سیڑھیاں جہاں ختم ہوں گی وہاں دیوار میں چھوٹا سا طاق بنا ہوا ہے...... طاق کے پٹ بند ہوں گے۔ یاد رہے سرنگ میں بھی بھوتوں کا پہرہ لگا ہو گا اور طاق کے باہر بھی دو بھوت پہرہ دے رہے ہوں گے...... اگر ان میں سے کسی نے تمہیں دیکھ لیا تو پھر تیری خیر نہیں ہے۔"

دوسری جانب چھوٹا سا تہہ خانہ ہے جہاں ایک استھان بنا ہوا ہے...... اس استھان پر ایک پٹاری رکھی ہوئی ہو گی...... شہریار اس پٹاری میں پتھر کے سانپ کی شکل میں موجود

ہو گا...... کیا تم اسے پہچان لو گی؟"

کادمبری نے کہا۔

"میں سانپ کے بت کے اندر شہریار کو دیکھ لوں گی، اس کی تم فکر نہ کرو...... میرے پاس اتنی شکتی ہے۔"

کانتا بولی۔

وہاں پہنچتے ہی تمہیں ہر کام تیزی سے کرنا ہو گا...... تم پٹاری میں سے پتھر کے سانپ کو نکال کر اپنے کپڑوں میں چھپا لو گی اور جس راستے سے گئی تھیں اسی راستے سے باہر نکل آؤ گی، اگر تمہارے ساتھ کوئی حادثہ نہ ہوا اور تم زندہ رہیں تو وہاں سے سیدھی کالے باغ میں جا کر سیاہ پتھروں کی بنی ہوئی بارہ دری کے کھنڈر میں چھپ جانا...... میں وہیں تمہیں ملوں گی، بلکہ تمہارا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

کادمبری نے سب کچھ سمجھ لیا تھا...... کانتا اسے اکیلی چھوڑ کر چلی گئی......

کادمبری جھاڑیوں کی طرف بڑھی...... یہ دو تین جھاڑیاں ساتھ ساتھ اگی ہوئی تھیں اور ایک ہی گنجان جھاڑی لگتی تھی...... کانتا نے بتایا تھا کہ ان جھاڑیوں کے قریب سے ہو کر ملکہ ناگنی کا کھینچا ہوا طلسمی دائرہ گزرتا ہے...... یہی وجہ تھی کہ کادمبری جھاڑیوں کے پاس جا کر رُک گئی...... وہ آگے قدم اُٹھاتے ہوئے ہچکچا رہی تھی...... ہلکا سا موت کا خوف اس پر طاری ہو گیا تھا، لیکن وہ شہریار کی جان بچانے کے لئے ہر خطرے میں کود پڑنے کا ارادہ کر چکی تھی...... اس نے ہاتھ باندھ کر اپنے بھگوان سے پرارتھنا کی اور کہا۔

"بھگوان! تو جانتا ہے کہ میں شہریار سے پریم کرتی ہوں اور اس کی جان بچانا چاہتی ہوں...... میری رکھشا کرنا۔"

یہ کہہ کر کادمبری جلدی سے جھاڑیوں کے پاس چلی گئی۔

وہ طلسمی دائرے میں سے گزر گئی تھی...... اسے ایک معمولی سا جھٹکا ضرور لگا تھا، مگر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا، مگر اس کا ایک نقصان ضرور ہوا تھا کہ جیسے ہی وہ

کالے جادو کے دائرے میں سے گزری تھی نیچے تہہ خانے میں پہرے پر موجود ایک سینگوں والی چڑیل کو ضرور خبر ہوگئی تھی کہ کوئی باہر کی مخلوق سرنگ میں داخل ہوئی ہے۔ کادمبری کو تو خیر کیا معلوم ہوتا...... یہ بات کانتا کے علم میں بھی نہیں تھی کہ دن کے وقت جب ملکہ ناگنی شہریار کو پتھر کا سانپ بنا کر چلی جاتی ہے تو پیچھے ایک سینگوں والی چڑیل کو پہرہ دینے کے لئے چھوڑ جاتی ہے...... کادمبری بے فکر ہوکر سرنگ میں داخل ہوگئی...... سرنگ ایک تاریک راہ داری کی طرح تھی جس کی دیواروں پر انسانی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں...... کچھ دُور چل کر کادمبری کو دیوار میں ایک زینہ نیچے جاتا دکھائی دیا...... وہ زینہ اتر گئی۔

جہاں زینہ ختم ہوتا تھا وہاں ناگ مندر کے اس خطرناک تہہ خانے کا طاق تھا جہاں شہریار ایک پتھر کے چبوترے پر پتھر کے سانپ کی شکل میں موجود تھا...... کادمبری تہہ خانے میں آگئی...... اس نے دیکھا کہ وسط میں سیاہ پتھروں کا چھوٹا سا چبوترہ تھا جس کے اُوپر پیتل کی بڑی تھالی میں پتھر کا ایک سانپ کنڈل مارے بیٹھا تھا...... کادمبری سانپ کے قریب ہوکر اسے دیکھنے لگی...... اس کو پتھر کے سانپ کے اندر بے ہوش پڑا شہریار صاف نظر آگیا...... اس کا دل خوشی سے جھوم اُٹھا...... آخر وہ شہریار کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی اور اب بڑی آسانی سے اسے اپنے ساتھ لے جاسکتی تھی...... پہرے پر موجود سینگوں والی چڑیل کو کادمبری دکھائی نہیں دی تھی مگر کادمبری کی موجودگی کو اس نے ضرور محسوس کرلیا تھا...... چڑیل پریشان ہوگئی تھی کہ ایسی کون سی مخلوق تہہ خانے میں آنے میں کامیاب ہوگئی ہے کہ جس پر ملکہ ناگنی کے طلسم کا بھی کچھ اثر نہیں ہوا اور جو اسے دکھائی بھی نہیں دے رہی۔

کادمبری بھی سینگوں والی چڑیل سے بے خبر تھی، کیونکہ ابھی تک چڑیل تہہ خانے کے ایک سیاہ ستون کے پیچھے چھپی ہوئی تھی، چونکہ کادمبری بے فکر ہوکر سانس لے رہی تھی اس لئے چڑیل اس کے سانس کی بو کی وجہ سے اس کی موجودگی کو برابر

محسوس کررہی تھی...... سینگوں والی چڑیل اب گھبرا گئی تھی...... اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ غیبی مخلوق وہاں کیا کرنے آئی ہے...... وہ اسی اُلجھن میں تھی کہ کادمبری نے ہاتھ آگے بڑھا کر پتھر کے سانپ کو پیتل کی تھالی میں سے اُٹھالیا...... سینگوں والی چڑیل نے جب دیکھا کہ ملکہ ناگنی کا ہونے والا پتی دیو یعنی پتھر کا سانپ پیتل کی تھالی میں نہیں ہے تو وہ اُچھل کر چبوترے کے پاس آگئی۔

اب کادمبری نے اسے دیکھ لیا تھا...... سینگوں والی چڑیل کو کادمبری تو نظر نہیں آرہی تھی، لیکن کادمبری کے ہاتھ میں پکڑا ہوا پتھر کا سانپ اسے باقاعدہ دکھائی دے رہا تھا...... چڑیل فوراً سمجھ گئی کہ یہ دوسرے آکاش کے دشمن قبیلے کی کوئی مخلوق ہے جو ملکہ ناگنی کے پتی دیو کو چرانے آئی ہے...... سینگوں والی چڑیل کادمبری کی طرف لپکی کہ اس کے ہاتھ سے پتھر کا سانپ چھین لے، مگر کادمبری نے چونکہ چڑیل کو دیکھ لیا تھا، اس لئے وہ غافل نہیں تھی جیسے ہی چڑیل نے کادمبری کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پتھر کے سانپ کی طرف ہاتھ بڑھائے کادمبری نے فوراً اسے اپنے لباس کے اندر چھپالیا۔ لباس میں چھپنے کے بعد پتھر کا سانپ چڑیل کی نظروں سے اُوجھل ہوگیا۔

چڑیل کا رنگ اُڑ گیا، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر پتھر کا سانپ چوری ہوگیا تو ملکہ ناگنی اس کو زندہ نہیں چھوڑے گی...... وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے تہہ خانے میں چاروں طرف دیکھنے لگی اور پھر بگولے کی طرح چکر لگانے لگی کہ شاید اس کا جسم کادمبری کے جسم سے ٹکرا جائے، لیکن کادمبری اس دوران تہہ خانے میں سے نکل چکی تھی...... اس کے تہہ خانے سے نکلتے ہی چڑیل نے محسوس کیا کہ غیبی مخلوق کے سانس کی بو غائب ہوگئی ہے...... اس کا مطلب تھا کہ دشمن مخلوق ملکہ ناگنی کے پتھر کا سانپ کو چرا کر لے گئی ہے...... سینگوں والی چڑیل کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ باہر کی طرف لپکی...... اس وقت کادمبری تہہ خانے کا زینہ چڑھ کر سرنگ میں سے گزر رہی تھی...... اس کے سانس کی بو کادمبری کے پیچھے پیچھے جارہی تھی...... چڑیل

اس بو کے پیچھے لگ گئی تھی اور چیختی چلاتی سرنگ میں زخمی پرندے کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی...... کبھی وہ کادمبری کے سر کے اُوپر آ جاتی...... کبھی اس کے آگے آ کر دونوں بازو پھیلا کر کھڑی ہو جاتی کہ شاید دشمن مخلوق یعنی کادمبری کا جسم اس کے جسم سے ٹکرائے اور وہ اسے وہیں دبوچ لے مگر کادمبری چڑیل کے جسم میں سے اس طرح گزر گئی جس طرح ایکس ریز کی شعاعیں انسان کے جسم میں سے گزر جاتی ہیں۔

کادمبری تیزی سے پرواز کرتی سرنگ میں سے نکل کر ناگ مندر کے کھنڈر سے باہر نکل آئی...... چڑیل بھی باہر آ گئی...... اس نے باہر آتے ہی بھیانک چیخ ماری...... یہ چیخ خطرے کی علامت تھی...... اس کی چیخ کی آواز سنتے ہی چھ سات سینگوں والی چڑیلیں وہاں آ گئیں...... پہریدار چڑیل نے ان چڑیلوں کو اپنی زبان میں چیخیں مارتے ہوئے بتا دیا کہ کوئی دشمن مخلوق ملکہ ناگنی کے پتھر کے سانپ چرا کر لے جا رہی ہے...... ساری کی ساری چڑیلوں نے کادمبری کے سامنے ایک دیوار سی کھڑی کر دی، مگر کادمبری اس میں سے گزر گئی...... کادمبری کے سانس کی بو ساری چڑیلوں کو محسوس ہو رہی تھی...... اس بو کی وجہ سے چڑیلوں نے معلوم کر لیا تھا کہ کادمبری کس جگہ پر ہے، چنانچہ ساری کی ساری خطرناک چڑیلوں نے اس جگہ اپنے طلسمی منتر پھونکنے شروع کر دیئے۔

کادمبری ان ساری چڑیلوں کو دیکھ رہی تھی...... وہ سمجھ گئی تھی کہ ان چڑیلوں نے اس کے سانس کی بو کی وجہ سے اس کے وجود کو محسوس کر لیا ہے کہ وہ کہاں پر ہو سکتی ہے، چنانچہ اسی جگہ پر حملے کر رہی تھیں...... ان کے طلسم کا کادمبری پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا، لیکن وہ ایک بات سے گھبرا رہی تھی کہ اگر ملکہ ناگنی کو خبر ہو گئی اور وہ وہاں پر آ گئی تو ہو سکتا ہے وہ اس کے شکتی دان کالے جادو کا مقابلہ نہ کر سکے اور وہ اسے ہلاک کر ڈالے...... اس خیال کے آتے ہی کادمبری نے زمین سے بیس پچیس فٹ بلند ہو کر ہوا میں اُڑنا شروع کر دیا...... اس کا رُخ کالے باغ کی طرف تھا جہاں کانتا نے اسے آنے کے لئے کہا تھا۔

ساری چڑیلیں بھی کادمبری کی بو کو سونگھتی ہوئی فضا میں بلند ہو گئیں اور کادمبری کے اِرد گرد دائرہ بنا کر ڈراؤنی چیخیں حلق سے نکالنے لگیں...... ان کی خوفناک چیخوں سے کادمبری بھی گھبرا گئی...... کادمبری نے پتھر کے سانپ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے لباس کے اندر چھپایا ہوا تھا، کیونکہ وہ یہ جان چکی تھی کہ ان چڑیلوں کو پتھر کا سانپ نظر آ جائے گا...... کالا باغ وہاں سے دُور تھا...... وہ چڑیلوں کے جھرمٹ میں گھری ہوئی سخت گھبراہٹ کے عالم میں سیاہ چٹانوں کے اُوپر سے گزری تو دو چڑیلیں کان کے پردے پھاڑ دینے والی چیخیں مارتی اس کے قریب سے گزر گئیں...... کادمبری پہلے ہی گھبرائی ہوئی تھی...... چیخوں کی دھماکہ خیز آواز سے اس کا سارا غیبی جسم لرز اُٹھا اور پتھر کا سانپ اس کے ہاتھوں سے پھسل کر نیچے گر پڑا۔

پتھر کا سانپ نیچے ایک چٹان سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گیا۔

پتھر کے سانپ کو نیچے گرتے چڑیلوں نے بھی دیکھ لیا تھا...... جیسے ہی پتھر کا سانپ نیچے گر کر دو ٹکڑے ہوئے تمام چڑیلیں اس کو پکڑنے کے لئے نیچے کو غوطہ لگا گئیں، لیکن ان سے پہلے کادمبری غوطہ لگا کر نیچے پہنچ چکی تھی...... اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر پتھر کے سانپ کے دونوں ٹکڑے اُٹھا کر اپنے لباس کے اندر چھپا لئے، جب چڑیلیں نیچے پہنچیں تو اس وقت تک سانپ کے دونوں ٹکڑے غائب ہو چکے تھے...... کادمبری کو معلوم تھا کہ اب نہ تو وہ چڑیلوں کو نظر آ رہی ہے اور نہ ہی چڑیلیں اس کے ہاتھوں میں چھپائے ہوئے پتھر کے سانپ کے ٹکڑوں کو دیکھ سکتی ہیں، چنانچہ وہ اب وہاں سے جتنی دُور نکل سکے نکل جانا چاہتی تھی۔

کادمبری فضا میں اور بلند ہو گئی اور اس نے کالے باغ کی طرف رُخ کر کے اُڑنا شروع کر دیا...... ایک بار اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا...... کافی دُور نکل جانے کی وجہ سے چڑیلوں کو کادمبری کے سانس کی بو بالکل محسوس نہیں ہو رہی تھی اور وہ فضا میں یونہی اس کی تلاش میں اُوپر نیچے غوطے لگا رہی تھیں...... کادمبری کالے باغ کے سیاہ فام

درختوں کے اُوپر آکر نیچے آگئی...... اس نے سارے باغ کو چھان مارا مگر کانتا اسے کہیں دکھائی نہ دی...... کانتا نے جس وقت ناگ مندر کی جانب سے آتی چڑیلوں کی بھیانک چیخوں کی آواز سنی تھی تو فوراً سمجھ گئی تھی کہ کادمبری کے ساتھ کوئی خطرناک بات ہوگئی ہے اور چڑیلوں کو اس کا پتہ چل گیا ہے...... پس وہ اسی وقت کالے باغ سے غائب ہو کر اپنی مندر والی کوٹھڑی میں آگئی تھی۔

اور پھر ایسا ہی ہوا...... ملکہ ناگنی کو جب پتہ چلا کہ کسی دشمن قبیلے کی کوئی غیبی مخلوق اس کے پتی دیو (خاوند شہریار) کے پتھریلے سانپ کو چرا کر لے گئی ہے تو وہ غصے سے تھر تھر کانپنے لگی...... اس کے حلق سے ایک ایسی چیخ کی آواز نکلی کہ درودیوار لرز گئے...... اس چیخ کی آواز کو جب کانتا نے سنا تو اس کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ ملکہ ناگنی کو پتھر سانپ کے چرائے جانے کا علم ہو گیا ہے...... ملکہ ناگنی نے غیض و غضب کے عالم میں سب سے پہلے اس چڑیل کی گردن اُڑا دی جس کو اس نے تہہ خانے میں پہرہ دینے کے لئے مقرر کیا تھا...... اس کے بعد ان چھ چڑیلوں کی گردنیں اُڑا دیں جو کادمبری کو پکڑنے اور اس سے پتھر کے سانپ یعنی شہریار کو واپس حاصل کرنے میں ناکام ہو گئی تھیں۔

ملکہ ناگنی نے اسی وقت بھوت پجاری اور چار چار سینگوں والی چڑیلوں کو اپنے موت کے محل میں بلا لیا...... ملکہ ناگنی کا ڈراونا چہرہ غصے کی وجہ سے اور زیادہ ڈراونا ہو رہا تھا...... اس کے سر کے بال سانپوں کی طرح پیچ و تاب کھا رہے تھے...... اس نے بھوت پجاری کو مخاطب کرتے ہوئے گرج کر کہا۔

”دشمن کی مخلوق یہاں آکر میری سب سے قیمتی سب سے رازدار شے چرا کر لے گئی اور تمہیں کچھ خبر نہ ہوئی؟“

بھوت پجاری نے اپنے مکروہ چہرے پر ٹکی ہوئی گول گول آنکھوں کے ڈھیلے گھماتے ہوئے کہا۔

”ناگنی! یہ ہمارے کسی طاقتور دشمن کا کام ہے جس کے پاس ہم سے زیادہ شکتی ہے، مگر تم شانت رہو...... بڑی قیمتی چیز رات ہونے سے پہلے پہلے تمہارے محل میں موجود ہو گی...... یہ میں نرگ دیوتا کے سامنے کہتا ہوں۔“

ملکہ ناگنی کی آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے...... وہ سخت بے چین اور اضطراب کے عالم میں اپنی جگہ پر کھڑی کانپ رہی تھی، کہنے لگی۔

”یہ بھوت دیوتا کی توہین ہے کہ اس کے مندر سے کوئی غیبی مخلوق قیمتی چیز چرا کر لے جائے...... ہم سب پر بھوت دیوتا کا سراپ نازل ہوگا...... اگر رات تک میری شے جو پتھر کے سانپ کی شکل میں ہے، میرے محل میں نہ پہنچائی گئی تو یاد رکھنا...... میں کسی بھوت، کسی چڑیل، کسی بدرُوح کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“

اتنا کہنے کے بعد ملکہ ناگنی غائب ہو گئی۔

اس وقت محل میں بھوت پجاری کے علاوہ دوسری چڑیلیں بھوت اور بدرُوحیں موجود تھیں اور سب خوف کے مارے سہمی ہوئی تھیں...... نرتکی کانتا بھی بھوت پجاری کے قدموں کے پاس سر جھکائے بیٹھی تھی اور سوچ رہی تھی کہ کادمبری کا اب کیا بنے گا...... یہ ٹھیک ہے کہ شہریار کے پتھر کے سانپ کو نکال لے جانے میں کامیاب ہو گئی ہے، مگر ان چڑیلوں اور خاص طور پر بھوت پجاری اور ناگنی کو اس چوری کا پتہ چل جانے کے بعد کادمبری اور شہریار دونوں کی زندگیاں خطرے میں گھر چکی ہیں اور کادمبری کا اب پکڑا جانا یقینی تھا۔

بھوت پجاری اپنی کھڑکھڑاتی آواز میں چڑیلوں اور بھوتوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ملکہ ناگنی نے جو کچھ کہا وہ تم نے سن لیا ہے...... ہمیں رات ہونے سے پہلے پہلے پتھر کا سانپ چرانے والی غیبی مخلوق کو نہ صرف پکڑنا ہے بلکہ اس کے قبضے سے پتھر کے سانپ کے ٹکڑوں کو برآمد کر کے انہیں ملکہ ناگنی کے چرنوں میں پیش بھی کرنا

ہے..... اگر ہم ایسا نہ کر سکے تو تم سب اس کے ہولناک انجام کو اچھی طرح سے جانتے ہو..... جاؤ اور اس غیبی مخلوق کو تلاش کرو..... وہ ہماری دُنیا میں ہی کسی جگہ چھپی ہوئی ہو گی..... جاؤ..... جاؤ۔"

بھوت پجاری کے حکم پر ساری چڑیلیں اور بھوت اور بدرُوحیں کادمبری کی تلاش میں ناگنی کے محل سے غائب ہو گئیں..... اب وہاں صرف بھوت پجاری اور کانتا ہی رہ گئے تھے..... بھوت پجاری خود بھی سخت پریشان تھا، کہنے لگا۔

"کانتا! کانتا! تو کیا سوچتی ہے..... مجھے بتا کہ تمہارا کیا خیال ہے..... یہ کام کس کا ہو سکتا ہے؟"

کانتا نے کہا۔

"پجاری مہاراج! یہ ہمارے دشمن قبیلے کی کوئی شکتی شالی بدرُوح کے سوا اور کسی کا کام نہیں ہے..... آپ خود جانتے ہیں کہ ان کے پاس ہم سے زیادہ شکتی ہے۔"

بھوت پجاری بولا۔

"پرنتو (لیکن) ہمارے دشمنوں کو پتھر کے سانپ کی کیا ضرورت تھی..... انہیں اگر یہاں سے کوئی شے لے جانی تھی تو ہماری ملکہ ناگنی کو کیوں نہیں لے گئے..... تمہیں کیوں نہیں لے گئے؟"

کانتا نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔

"پجاری مہاراج! یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے، ہماری ملکہ ناگنی کے پاس بھوت دیوتا کی شکتی ہے..... ہو سکتا ہے دشمن بدرُوح اس کی شکتی کا مقابلہ نہ کر سکتی ہو۔"

بھوت پجاری نے اپنے گول گول مکروہ ڈیلوں سے بہتے ہوئے پانی کو ہاتھ سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے ایک چڑیل نے بتایا تھا کہ اس نے کل تمہاری کوٹھڑی میں کسی غیبی مخلوق کی موجودگی کو محسوس کیا تھا..... اس نے اس مخلوق کے سانس کی بو سے اندازہ لگا لیا تھا

کہ یہ کوئی دھرتی کا منش (انسان) ہے..... اس بارے میں تم کیا کہتی ہو؟"

یہ سن کر ایک بار تو کانتا کے پاؤں تلے کی زمین کھسک گئی، مگر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور ہاتھ جوڑ کر بولی۔

"مہاراج! ہو سکتا ہے دشمن کی غیبی بدرُوح پتھر کے سانپ کو تلاش کرتی میری کوٹھڑی میں بھی آ گئی ہو۔"

بھوت پجاری اپنا اُلجھے ہوئے جھاڑ نما بالوں والے سر کو ہلانے لگا۔ بولا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو..... پرنتو (لیکن) یہ بتاؤ کہ تم کل رات کو کالی چڑیل کی مڑھی پر کیا کرنے گئی تھیں؟ میری ایک جاسوس چڑیل نے تمہیں اس طرف جاتے دیکھا تھا۔"

خوف کے مارے کانتا کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی..... اسے یوں لگ رہا تھا جیسے بھوت پجاری کو اس پر شک ہو گیا ہے کہ ناگنی کے پتی دیو (خاوند) پتھر کے سانپ کی چوری میں اس کا بھی ہاتھ ہے..... کانتا نے اپنے ہوش و حواس کو قابو میں رکھا..... سر جھکا کر بولی۔

"مہاراج! میں کبھی اس طرف نہیں گئی..... کل رات بیٹھے بیٹھے جی گھبرانے لگا تو دو چار قدم ٹہلنے کے لئے اُدھر چلی گئی تھی۔"

بھوت پجاری نے گھور کر کانتا کی طرف دیکھا اور بولا۔

"تمہیں معلوم نہیں ملکہ ناگنی نے تم لوگوں کو اس طرف جانے سے منع کر رکھا ہے؟ خبردار آئندہ اس طرف مت جانا۔"

کانتا نے بلا ٹلتے دیکھی تو سر جھکا دیا..... بولی۔

"مہاراج! یہ غلطی اب نہیں ہو گی..... شما کر دیجئے۔"

بھوت پجاری نے کہا۔

"اب جاؤ اور اس غیبی دشمن کو تلاش کرو جو ہمارے ملک کے ناگ مندر سے پتھر کا سانپ چرا کر لے گیا ہے..... تم دکھن کی طرف جا کر تلاش کرو۔"

"جو حکم مہاراج!"

اور کانتا ماتھا ٹیک کر وہاں سے نکل آئی...... باہر آتے ہی وہ دکھن کی طرف چل دی...... وہ خود پریشان تھی کہ کادمبری شہریار کو پتھر کے سانپ کی شکل میں ناگ مندر سے نکال لانے کے بعد کہاں چلی گئی ہوگی...... یہ وہ جانتی تھی کہ کادمبری بھوتوں، چڑیلوں کی اس منحوس دُنیا سے کوشش کے باوجود باہر نہیں نکل سکے گی...... اسے ایک ہی ڈر تھا کہ اگر وہ ملکہ ناگنی کے ہاتھ آگئی تو کہیں اس کے آگے اس کے کالے جادُو کے اثر میں آکر یہ نہ کہہ دے کہ اس کام میں کانتا نے اس کی مدد کی تھی۔

وہ ہر حال میں کادمبری کو تلاش کرنا چاہتی تھی تاکہ اگر وہ مل جائے تو اسے وہاں سے فرار ہونے کا خفیہ راستہ بتا کر اپنی جان محفوظ کر سکے...... دکھن کی طرف دُور دُور تک اس نے کادمبری کو تلاش کیا...... اس کی تلاش اور دوسری چڑیلوں اور بھوتوں کی تلاش میں سب سے بڑا فرق یہ تھا کہ کانتا کادمبری کو دیکھ سکتی تھی، جبکہ دوسری چڑیلیں اور بھوت اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

کانتا نے بھوتوں کی منحوس دُنیا میں چاروں طرف کادمبری کو ڈھونڈھا مگر وہ اسے کہیں دکھائی نہ دی...... یہاں تک کہ رات ہوگئی...... کانتا مایوس ہو کر اپنی بھوت مندر والی کوٹھڑی میں واپس آگئی...... اسے ہر گھڑی یہی دھڑکا لگا تھا کہ اگر کسی طرح دوسری چڑیلوں اور بدرُوحوں نے کادمبری کو پکڑ لیا تو کہیں وہ گھبرا کر اس کا نام زبان پر نہ لے آئے...... کانتا اپنی کوٹھڑی میں اکیلی بستر پر لیٹی یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی...... پہلے وہ رات کو دو تین گھنٹے سو جایا کرتی تھی...... اب اسے خوف کے مارے بالکل نیند نہیں آرہی تھی...... کوٹھڑی کے طاق میں چراغ جل رہا تھا...... کانتا آنکھیں بند کئے لیٹی تھی...... رات کافی گزر گئی تھی کہ اچانک کانتا کو محسوس ہوا کہ کوٹھڑی میں کوئی چل رہا ہے...... پھر اسے ایک خاص قسم کی انسانی سانس کی بو محسوس ہوئی، اس نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔

اس نے دیکھا کہ کادمبری اس کے سامنے کھڑی تھی۔

کادمبری کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے...... وہ گھبرائی ہوئی تھی اور اس کے دونوں ہاتھ اس کے لباس کے اندر تھے...... کانتا جلدی سے اُٹھ بیٹھی...... اس نے سرگوشی میں کہا۔

"کادمبری تم؟"

کادمبری کچھ بولنے لگی تو کانتا نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اُٹھ کر طاق میں جلتا ہوا دیا بجھا دیا...... کوٹھڑی میں اندھیرا ہوگیا...... اندھیرے میں بھی کانتا کو کادمبری نظر آرہی تھی، اس نے کادمبری کو بازو سے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور بستر سے اتر کر دروازے پر گئی...... دروازہ کھول کر باہر دیکھا...... پھر دروازہ بند کر کے کادمبری کے پاس آکر سرگوشی میں بولی۔

"تمہیں یہاں آتے کسی نے دیکھا تو نہیں۔"

کادمبری نے سرگوشی میں جواب دیا۔

"میرا خیال کسی نے نہیں دیکھا۔"

"ہے بھگوان۔" کانتا نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ کادمبری! تمہاری وجہ سے میں اپنے جیون کی سب سے بڑی مصیبت میں پھنس گئی ہوں...... لگتا ہے کہ بھوت پجاری کو مجھ پر شک ہوگیا ہے کہ میں اس سازش میں تمہارے ساتھ تھی۔"

کادمبری نے کہا۔

"کانتا! میں خود چاہتی ہوں کہ جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے بھاگ جاؤں۔"

کانتا نے پوچھا۔

"تم نے پتھر کا سانپ کہاں چھپایا ہے؟"

کادمبری نے ہاتھ اپنے لباس کے اندر سے نکال کر اسے دکھایا اور بولی۔

"وہ میرے پاس ہی ہے یہ دیکھو۔"

کانتا نے پتھر کے سانپ کے دو ٹکڑے دیکھے اور حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ کیسے ٹوٹ گیا؟"

کادمبری نے اسے سب کچھ بتا دیا کہ کس طرح وہ پتھر کا سانپ لے کر تہہ خانے سے نکلنے لگی تھی کہ ایک چڑیل نے اس پر حملہ کر دیا۔

"وہ پہلے سے وہاں موجود تھی کانتا۔" کادمبری نے کہا...... کانتا کہنے لگی۔

"بس یہی مجھ سے بھول ہو گئی...... میں تمہیں یہ بتانا بھول گئی تھی کہ تہہ خانے میں شہریار کے سانپ کی مورتی کی حفاظت کے لئے وہاں کوئی چڑیل موجود ہو سکتی ہے۔"

کادمبری نے اس کے بعد دوسری چڑیلوں کے حملہ کرنے اور اپنے ہاتھ سے پتھر کے سانپ کے گر کر ٹوٹ جانے کی ساری داستان بیان کر دی...... پھر اس نے کانتا سے پوچھا۔

"کانتا بہن! شہریار والا پتھر کا سانپ دو ٹکڑے ہو گیا ہے...... اب مجھے شہریار ان ٹکڑوں میں نظر بھی نہیں آتا...... پہلے جب یہ ثابت تھا تو میں نے اس کے اندر بے ہوش شہریار کو دیکھ لیا تھا، مگر اب دونوں ٹکڑوں میں سے کسی میں بھی شہریار دکھائی نہیں دے رہا...... کہیں شہریار کو کچھ ہو تو نہیں گیا کانتا؟"

کانتا بولی۔

"یہ مجھے معلوم نہیں ہے...... تم سب سے پہلے یہاں سے اپنی جان بچا کر بھاگنے کی فکر کرو...... یہاں کی ساری چڑیلیں بھوت اور ڈائنیں تمہاری تلاش میں نکل چکی ہیں اور تمہیں جگہ جگہ تلاش کر رہی ہیں...... اگر انہوں نے تمہیں پکڑ لیا اور وہ تمہیں کسی نہ کسی طریقے سے ضرور پکڑ لیں گی تو تمہارے ساتھ مجھ پر بھی مصیبت آ جائے گی۔"

کادمبری نے کہا۔

"میں تو خود یہاں سے بھاگ جانا چاہتی ہوں، لیکن مجھے انسانوں کی دھرتی پر واپس جانے کا راستہ معلوم نہیں ہے، جس راستے سے میں یہاں آئی تھی اسے بھی

بھول گئی ہوں۔"

کانتا کہنے لگی۔

"ذرا ٹھہرو۔"

کادمبری خاموش ہو گئی...... کانتا ایک بار اُٹھ کر دروازے کی طرف گئی...... دروازہ کھول کر باہر جھانک کر دیکھا...... دروازہ بند کیا اور کادمبری کے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"تمہارا یہاں میرے پاس زیادہ دیر بیٹھنا ہم دونوں کے لئے خطرے کا باعث بن سکتا ہے...... تم اسی وقت یہاں سے نکل کر کالے باغ میں چلی جاؤ اور میرا انتظار کرو...... میں تمہارے پاس آ جاؤں گی۔"

کادمبری نے کہا۔

"میں تو تمہاری تلاش میں کالے باغ میں بھی گئی تھی...... مگر تم کہیں دکھائی نہ دیں۔"

کانتا نے سرگوشی میں کہا۔

"بھگوان کے لئے خاموش رہو اور یہاں سے نکل کر کالے باغ میں پہنچو اور بڑی احتیاط سے جانا...... کسی چڑیل نے تمہیں دیکھ لیا تو ہم دونوں کا انجام بڑا عبرت ناک ہو گا۔"

"تم فکر نہ کرو کانتا بہن۔"

یہ کہہ کا کادمبری نے سانپ کے دونوں ٹکڑوں کو اپنے کپڑوں کے اندر چھپایا اور کانتا کی کوٹھڑی سے نکل گئی...... بھوت مندر کی تاریک راہداری رات کے وقت خالی اور سنسان پڑی تھی...... بھوت مندر سے باہر آتے ہی کادمبری اُوپر کو اُٹھ گئی اور کافی اونچائی پر جا کر کالے باغ کی طرف رُخ کر لیا۔

وہ کالے باغ میں ایک محفوظ جگہ دیکھ کر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد کانتا بھی وہاں پہنچ گئی...... وہ اس کے پاس اندھیرے میں بیٹھ

گئی اور کہنے لگی۔

"میں تمہارے پاس زیادہ دیر نہیں بیٹھ سکتی...... میری بات دھیان سے سنو...... جب میں چلی جاؤں تو تم یہاں سے پچھم کی طرف چل دینا...... بارہ کوس کے بعد تمہیں دو سیاہ پہاڑ نظر آئیں گے...... ان کے درمیان ایک تنگ راستہ بنا ہوا ہے...... تم اس تنگ راستے میں سے گزرو گی...... ان پہاڑوں کے اوپر سے اُڑ کر دوسری طرف جانے کی غلطی نہ کرنا...... اگر ایسا کیا تو ان پہاڑوں کے اُوپر سے نکلنے والی لہریں تمہیں اپنی طرف کھینچ لیں گی اور تم ان سے چمٹ کر رہ جاؤ گی...... تمہیں ہر حال میں ان پہاڑوں کے درمیان سے ہو کر جانا ہوگا، جہاں پہاڑوں کا درمیانی راستہ ختم ہوگا وہاں تمہیں ایک گہرا کنواں ملے گا...... تم اس کنوئیں میں اتر جانا...... جیسے ہی تم کنوئیں میں اترو گی تمہیں بڑی ڈراؤنی آوازیں آئیں گی، مگر گھبرانا نہیں...... کنوئیں کی تہہ میں پہنچ کر دیوار کو ٹٹولنا...... ایک جگہ سے پتھر اُکھڑا ہوا ہوگا...... اسے باہر کھینچ لینا...... اس کے اندر چوڑا سوراخ ہوگا...... اس میں داخل ہو جانا...... اس میں ایک تنگ و تاریک زینہ نیچے زمین کے اندر جاتا ہے...... اس زینے پر نیچے اترنا شروع کر دینا...... اس کے بعد تم اپنے آپ انسانوں کی دھرتی پر پہنچ جاؤ گی۔"

کادمبری نے پوچھا۔

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ شہریار کے سانپ کے ٹکڑے کیسے جڑیں گے؟ اور کیا جڑنے کے بعد شہریار واپس آجائے گا؟"

کانتا نے کہا۔

"یہ میں کچھ نہیں بتا سکتی...... اس کا جواب تمہیں کیلاش پربت کے سوامی گندھرو ہی بتا سکتے ہیں...... اب دیر نہ کرو...... میں جاتی ہوں...... زندگی رہی تو شاید کبھی دھرتی پر ہماری ملاقات ہو۔"

کانتا وہاں سے غائب ہو گئی۔

کادمبری نے پچھم کا رخ کر لیا...... وہ ہوا میں اُڑتی جا رہی تھی...... جب بارہ کوس کا سفر اس نے طے کر لیا تو اسے سامنے دو دیو قامت پہاڑ دکھائی دیئے...... وہ نیچے زمین پر آگئی، کیونکہ کانتا نے اسے ان پہاڑوں کے اُوپر سے گزرنے کے لئے منع کیا تھا...... دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ و تاریک راستہ بنا ہوا تھا...... کادمبری وہاں سے گزرنے لگی...... وہ پھونک پھونک کر قدم اُٹھا رہی تھی...... ابھی تک اسے کوئی چڑیل یا بدروح نظر نہیں آئی تھی...... پہاڑوں کے درمیان والا راستہ ختم ہوا تو کادمبری کو اندھیرے میں ایک جگہ گول چبوترہ بنا ہوا نظر پڑا...... قریب گئی تو وہ ایک گہرا کنواں تھا...... کادمبری نے جھک کر دیکھا...... کنوئیں میں تاریکی چھائی ہوئی تھی...... کادمبری کنوئیں میں اُتر گئی۔

جیسے ہی وہ کنوئیں میں داخل ہوئی اسے اپنے چاروں طرف چیخ و پکار کی دہشت ناک آوازیں آنے لگیں...... پہلی بار تو وہ ڈر کر کنوئیں کی دیوار کے ساتھ لگ گئی۔ پھر اس نے ہمت کی اور کنوئیں میں اترنے لگی...... جیسے جیسے وہ کنوئیں میں اُتر رہی تھی، چیخ و پکار کی آوازیں زیادہ بلند اور زیادہ ڈراؤنی ہوتی جا رہی تھیں...... پھر اسے شہریار کی آواز سنائی دی۔

"کادمبری! تم کہاں جا رہی ہو...... میں تو یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں...... میرے پاس آؤ کادمبری میں تم سے پریم کرتا ہوں۔"

کادمبری سمجھ گئی کہ یہ کنوئیں کا کوئی چھلاوہ یا بدرُوح ہے جو شہریار کی آواز بدل کر اسے اپنی طرف بلا رہی ہے...... اس نے دیکھا کہ پتھر کے سانپ کے دونوں ٹکڑے اس کے پاس ہی تھے...... کادمبری نے اس طرف کوئی دھیان نہ دیا اور تیزی سے کنوئیں میں اترتی چلی گئی...... کنوئیں کی گہرائی بہت زیادہ تھی...... شاید وہ ایک میل تک کنوئیں میں اتر گئی ہوگی...... آخر وہ کنوئیں کی تہہ میں پہنچ گئی...... ڈراؤنی آوازیں اسی طرح سے اس کے چاروں طرف چیخ و پکار مچا رہی تھیں...... کادمبری کنوئیں کی دیوار کو ٹٹولنے لگی...... ایک جگہ سے چوکور پتھر ذرا سا باہر نکلا ہوا تھا...... کادمبری نے تھوڑی

سی کوشش کے بعد پتھر کو باہر نکال دیا...... اس کے سامنے دیوار میں اب ایک چوکور سوراخ نظر آرہا تھا۔

کادمبری جلدی سے سوراخ میں داخل ہوگئی۔

آگے ایک زینہ نیچے زمین میں اترتا تھا...... کادمبری زینے کی سیڑھیاں اترنے لگی...... وہ اترتی چلی گئی...... سیڑھیاں ختم ہونے میں نہ آئی تھیں...... آخر ایک جگہ اسے ہلکی ہلکی نیلی روشنی نظر آئی...... آہستہ آہستہ روشنی پھیلنے لگی...... جب سیڑھیاں ختم ہوگئیں تو کادمبری نے دیکھا کہ وہ کھلے غار میں ہے...... ہلکی نیلی روشنی غار کے آگے اس کے دہانے میں سے آرہی تھی...... یہاں پہلی بار اسے تازہ ہوا کا احساس ہوا...... اس ہوا میں زمین کی ہلکی ہلکی خوشبو تھی...... کادمبری کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا...... وہ سمجھ گئی کہ وہ انسانوں کی دھرتی پر پہنچ چکی ہے...... اس احساس کے ساتھ ہی اس میں ایک نئی توانائی آگئی اور اس نے تیزی سے چلنا شروع کر دیا...... غار کا دہانہ صاف صاف نظر آنے لگا، جس میں سے نیلی روشنی آرہی تھی...... یہ چاند کی روشنی لگ رہی تھی۔

کادمبری غار کے دہانے سے باہر نکلی تو اس نے دیکھا کہ وہ کھلے آسمان کے نیچے کھڑی ہے...... آسمان پر چاند چمک رہا ہے...... چاروں طرف چاندنی پھیلی ہوئی ہے...... اس کے قریب ہی کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ نظر آرہے تھے...... ابھی تک اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ زمین پر آنے کے بعد کس جگہ پر ہے اور کون سا علاقہ ہے...... اتنا اسے یقین تھا کہ وہ ملک ہندوستان میں ہی ہے...... اس نے قریب جاکر درختوں کے جھنڈوں کو دیکھا...... ان میں ناریل کا درخت کوئی نہیں تھا...... اس کا مطلب تھا کہ وہ جنوبی یا وسطی ہند میں نہیں تھی...... وہ جنوبی یا وسطی ہندوستان سے دُور ہی رہنا چاہتی تھی، کیونکہ اس کے دشمن سردار شنکر راؤ مدھیہ پردیش میں تھا جو وسطی ہند میں واقع تھا...... ناریل کے درخت ہندوستان کے جنوب میں زیادہ ہوتے ہیں......

وہ ایک طرف کو روانہ ہوگئی۔

رات سرد تھی...... یہ بھی اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ ہندوستان کے شمال میں ہے، کیونکہ ہندوستان کے ملک میں سردی شمال میں پڑتی ہے...... جنوب میں نہیں پڑتی...... کافی سفر طے کرنے کے بعد اسے پہاڑوں کا ایک سلسلہ نظر آنے لگا...... چاندنی رات میں کچھ پہاڑیوں کی چوٹیوں پر چمکتی ہوئی برف بھی نظر آرہی تھی...... کادمبری کا حوصلہ بڑھ گیا...... یہ کوہ ہمالیہ کا پہاڑی سلسلہ تھا...... اس کا مطلب تھا کہ وہ کیلاش پربت کے قریب آگئی تھی...... اس نے اپنی رفتار تیز کر دی اور پہاڑوں کے اُوپر سے گزرتی ہوئی برف پوش پہاڑیوں کے دامن میں آگئی...... اس علاقے کو اس نے پہچان لیا تھا...... یہاں سے دس ہزار فٹ کی بلندی پر شمال کی جانب کیلاش پربت تھا جہاں سوامی گندھرو کی گپھاہ تھی...... کادمبری کو اسی کے پاس جانا تھا...... شہریار کے پتھر کے سانپ کے دونوں ٹکڑے کادمبری کے پاس محفوظ تھے۔

اُوپر شمال میں دس ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچنے کے بعد وہ کیلاش پربت کی برف پوش چوٹیوں کے درمیان میں سے گزرتی ہوئی سوامی گندھرو کے غار والی گپھاہ میں آگئی...... اس وقت سوامی جی رات کے وقت گیان دھیان میں مشغول تھے......

کادمبری ایک طرف ہوکر سر جھکا کر بیٹھ گئی...... کافی دیر کے بعد سوامی جی نے آنکھیں کھول کر کادمبری کو دیکھا اور بولے۔

"کیسے آنا ہوا کادمبری؟ تم جس سفر پر نکلی تھیں کیا اس میں کامیاب ہوکر آئی ہو؟"

کادمبری نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا اور بولی۔

"سوامی جی! آپ تو سب حال جانتے ہیں...... میں آدھی کامیاب اور آدھی ناکامیاب ہوکر آئی ہوں۔"

"کانتا نے تمہاری مدد نہیں کی؟" سوامی جی نے پوچھا۔

کادمبری نے کہا۔

"اس نے میرے لئے بہت کچھ کیا تھا مہاراج، بلکہ اگر وہ نہ ہوتی تو میں شاید اس

سفر سے کبھی زندہ واپس نہ آسکتی؟"

"پھر کیا ہوا ہے؟" سوامی نے پوچھا۔

کادمبری نے سوامی گندھرو کو وہ سب حالات بتادیے جو اس کے ساتھ آکاش کے تری لوک کی بھوتوں اور چڑیلوں کی دنیا میں گزرے تھے...... سوامی جی کہنے لگے۔

"کہاں ہیں سانپ کے ٹکڑے؟"

کادمبری نے پتھر کے سانپ کے دونوں ٹکڑے سوامی جی کو پیش کر دیئے...... انہوں نے دونوں ٹکڑوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور انہیں غور سے دیکھنے لگے...... کادمبری نے کہا۔

"سوامی مہاراج! جب پتھر کا سانپ ثابت حالت میں تھا کہ مجھے اس میں سے شہریار کی صورت نظر آتی تھی...... دو ٹکڑے ہونے کے بعد ان میں سے شہریار کی صورت بھی غائب ہو گئی ہے۔"

سوامی جی نے کہا۔

" کادمبری! یہ اچھا نہیں ہوا...... لگتا ہے کہ دیوتا ابھی تمہارا اور زیادہ امتحان لینا چاہتے ہیں۔"

کادمبری نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"مہاراج! میں سمجھی نہیں...... شہریار زندہ تو ہے ناں؟"

سوامی جی نے کہا۔

"شہریار زندہ ہے، مگر وہ بڑی مشکل میں ہے۔"

کادمبری پریشان ہو گئی...... اس نے پوچھا۔

"مہاراج! وہ کہاں ہے؟ کس حالت میں ہے؟"

سوامی گندھرو نے آنکھیں بند کر لیں...... کچھ دیر تک آنکھیں بند رکھیں...... پھر آنکھیں کھول کر کادمبری پر نگاہ ڈالی اور کہا۔

"ابھی یہ معلوم کرنے کا وقت نہیں ہے کہ شہریار کہاں ہے اور کس حال میں ہے، سب سے پہلے شہریار کے پتھر کے سانپ کے ٹکڑوں کو جوڑنا ہو گا...... ان ٹکڑوں کا جڑنا بہت ضروری ہے۔"

"مگر یہ کیسے جڑیں گے سوامی مہاراج؟" کادمبری نے پوچھا۔

سوامی گندھرو کہنے لگے۔

"کیلاش پربت میں یہاں سے اوپر تین پہاڑیاں ہیں جن کو تین بہنوں والی پہاڑیاں کہتے ہیں...... ان کے درمیان وادی میں شوجی کا مندر ہے...... اس مندر میں ایک تالاب ہے...... پتھر کے سانپ کے دونوں ٹکڑوں کو تم ایک کپڑے میں باندھ کر اس تالاب میں ڈال دینا...... سات دن تک پتھر کے سانپ کے یہ دونوں ٹکڑے تالاب میں ڈوبے رہیں گے...... آٹھویں دن آدھی رات کو تم انہیں تالاب سے نکالو گی تو دونوں ٹکڑے جڑے ہوئے ہوں گے...... تم ان جڑے ہوئے ٹکڑوں کو میرے پاس لے کر آنا...... پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ شہریار تمہیں کہاں ملے گا اور کس حال میں ملے گا۔"

کادمبری نے کہا۔

"سوامی مہاراج! کیا یہ سات دن میں شوجی کے مندر میں ہی رہوں گی؟"

"ہاں...... سوامی جی نے کہا۔" یہ سات دن تمہیں شوجی کے مندر میں رہ کر پوجا پاٹھ کرتے ہوئے گزرنے ہوں گے۔"

"ایسا ہی ہو گا مہاراج!"

کادمبری نے سوامی جی سے شہریار کے پتھر کے سانپ کے دونوں ٹکڑے لے کر ایک رومال میں باندھے اور تین بہنوں والی پہاڑیوں کی طرف چل دی۔

تین بہنوں والی پہاڑیوں کے دامن میں ایک مندر تھا۔

اس مندر میں ایک تالاب تھا...... کادمبری نے شہریار کے سانپ کے ٹکڑے پوٹلی میں باندھ کر اپنی ساڑھی میں چھپائے ہوئے تھے...... یہ سرد برفانی پہاڑی علاقہ تھا...... مندر کا دروازہ بند تھا...... آس پاس کوئی انسان نہیں تھا...... کادمبری تالاب کے کنارے آکر بیٹھ گئی...... پھر اس نے پوٹلی میں سے پتھر کے سانپ کے دونوں ٹکڑے نکالے اور انہیں آہستہ سے تالاب میں ڈال دیا...... دونوں ٹکڑے تالاب کی تہہ میں جاکر بیٹھ گئے...... کادمبری وہاں سے مندر میں چلی گئی...... اس نے مندر کے بوڑھے پجاری سے کہا کہ اس نے ایک منت مانی تھی جس کے لئے وہ مندر میں رہ کر سات دن بھگوان شو کی پوجا کرنا چاہتی ہے...... پجاری نے اسے ایک کوٹھڑی دے دی۔

دوسری طرف کندلی جادوگرنی نرگنی مورتی کے غار میں مردوں کو زندہ کرنے کا اپنا چلہ کر رہی تھی...... جب اس کا چلہ پورا ہو گیا تو نرگنی ماتا کی مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی۔

"ماتا دیوی! میں نے اپنا چلہ پورا کر لیا ہے...... اب میں اپنے استھان پر جاتی ہوں...... مجھے اپنا آشیرواد دو۔"

نرگنی مورتی بولی۔

"کندلی! تو نے چلہ تو پورا کر لیا ہے اور مردوں کو زندہ کرنے کی طاقت بھی حاصل کر لی ہے، لیکن ایک بات یاد رکھنا...... تو صرف غیر مسلموں کے مردوں کو زندہ کر سکے گی...... کسی ایک خدا کو ماننے والے مسلمانوں کی میت کو دوبارہ زندہ کرنے کی غلطی مت کرنا...... تم اسے زندہ نہیں کر سکو گی، لیکن الٹا خود کسی عذاب میں پھنس جاؤ گی۔"

کندلی جادوگرنی کہنے لگی۔

"ماتا دیوی! میں جانتی ہوں کہ ایک خدا کو ماننے والے مسلمان پر میرا جادو نہیں چلتا...... میں ان سے دُور ہی رہتی ہوں، میں ایسی غلطی نہیں کروں گی۔"

نرگنی ماتا کہنے لگی۔

"میں تمہیں ایک اور بات بتانا چاہتی ہوں جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔" تمہیں موت کی نیند سلانے والا شہریار تری لوک میں ناگنی مورتی کی قید سے فرار ہو کر ہندوستان کی دھرتی پر پہنچ چکا۔

یہ سنا تھا کہ کندلی جادوگر کا رنگ اُڑ گیا...... کہنے لگی۔

"ماتا! یہ کیسے ہوا؟"

نرگنی ماتا نے کہا۔

"کیسے ہوا؟ یہ مجھے معلوم نہیں، لیکن ایسا ہو گیا ہے...... شہریار آکاش سے فرار ہو کر یہاں آ چکا ہے...... اب تیری جان خطرے میں ہے...... اس کا ہیولا کسی بھی جگہ، کسی بھی وقت نمودار ہو کر تمہیں دوبارہ موت کے منہ میں دھکیل سکتا ہے...... تمہیں اس سے خبردار رہنا ہو گا۔"

کندلی جادوگرنی نے مردہ آواز میں کہا۔

"میں چوکنی رہوں گی۔"

جادوگرنی کندلی نے یہ کہہ تو دیا تھا مگر اندر سے وہ سخت خوف زدہ ہو گئی تھی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ شہریار کے دل میں ایمانی شمع روشن ہے...... ایک تو اس پر کسی

طلسم اور آسیب کا اثر نہیں ہو سکتا...... دوسرے اس کے ہاتھ میں اس کی موت ہے اور وہ کسی وقت اچانک نمودار ہو کر کندلی کے سینے میں ہاتھ ڈال کر اس کے دل کی دھڑکن ساکت کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے...... وہ سوچنے لگی کہ شہریار کو کیسے راستے سے ہمیشہ کے لئے ہٹایا جا سکتا ہے...... اس دفعہ وہ اسے کسی ایسی جگہ پھینک دینا چاہتی تھی جہاں سے وہ اپنی زندگی میں کبھی باہر نہ نکل سکے۔

اس نے ہاتھ باندھ کر نرگنی دیوی سے التجا کی۔

"دیوی! مجھے کوئی ایسا طریقہ بتاؤ کہ میں اپنے دشمن شہریار سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کر سکوں۔"

نرگنی مورتی نے کہا۔

"اگر شہریار کے سینے میں اس کی ایمانی طاقت سوئی ہوئی ہوتی تو سب کچھ ہو سکتا ہے، لیکن ایسی بات نہیں ہے...... اس کی ایمانی طاقت بیدار ہے...... تمہارے کالے جادو کا اس پر تھوڑی دیر کے لئے تو اثر ہو سکتا ہے، لیکن تمہارا کوئی جادو، کوئی ٹونہ شہریار کو ہلاک نہیں کر سکتا۔"

"پھر میں کیا کروں ماتا؟" کندلی نے مایوسی کے لہجے میں پوچھا۔ "شہریار تو موت کی تلوار بن کر ہمیشہ میرے سر پر لٹکتا رہے گا۔"

نرگنی مورتی چپ ہو گئی...... پھر کہنے لگی۔

"یہاں سے پچھم کی طرف دریائے کرشنا کے کنارے ایک شمشان گھاٹ ہے جہاں لاوارث مردے چتا پر جلائے جاتے ہیں...... اس شمشان گھاٹ کے قریب ہی ناناوتی کی حویلی ہے...... یہ حویلی دو سو سال پرانی ہے اور وہاں کوئی نہیں رہتا اور اب وہ حویلی کھنڈر بن گئی ہے...... لوگ ڈر کے مارے اس کے قریب نہیں جاتے، کیونکہ اس حویلی میں ایک ڈائن رہتی ہے...... تم اس حویلی میں جا کر ڈائن سے ملو اور اسے کہو کہ تمہیں نرگنی ماتا نے بھیجا ہے...... اس وقت صرف وہی تمہاری مدد کر سکتی ہے۔"

کندلی جادوگرنی نے نرگنی ماتا کے چرنوں کو چھوا اور لاوارث مردوں کے شمشان گھاٹ کی طرف چل پڑی...... شام ہو رہی تھی، جب وہ دریائے کرشنا کے کنارے لاوارث ہندو مردوں کے شمشان گھاٹ میں پہنچی...... شمشان گھاٹ کے قریب ہی ایک چھوٹے سے ٹیلے کے دامن میں اسے ایک پرانی عمارت دکھائی دی...... یہی ناناوتی کی حویلی تھی...... شام کے سرمئی دھندلکے میں حویلی کا کھنڈر دیکھ کر ہی لگتا تھا کہ اس میں بدروحوں کا بسیرا ہے...... کندلی جادوگرنی قریب چلی گئی...... شکستہ حویلی بالکل کھنڈر بن چکی تھی...... ڈیوڑھی کا دروازہ غائب تھا...... ڈیوڑھی میں اندھیرا چھایا ہوا تھا...... اگر کوئی دوسری عورت ہوتی تو خوفزدہ ہو کر بھاگ جاتی، مگر کندلی خود ایک بدروح تھی اور جادوگرنی تھی...... وہ ڈیوڑھی میں داخل ہو گئی...... ڈیوڑھی کی تاریکی نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا...... ڈیوڑھی سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے دالان میں آ گئی۔

دالان میں جگہ جگہ ٹوٹی پھوٹی اینٹوں اور ملبے کے ڈھیر پڑے تھے...... سامنے کی طرف چھوٹا سا برآمدہ تھا...... برآمدے میں شروع رات کا دھندلا اندھیرا چھا رہا تھا...... جادوگرنی کو برآمدے میں ایک سایہ نظر آیا جو ایک کوٹھڑی میں سے نکل کر دوسری کوٹھڑی میں چلا گیا...... جادوگرنی برآمدے میں آ کر اس کوٹھڑی کے بند دروازے پر رک گئی جس میں سایہ داخل ہوا تھا...... اس نے ذرا اونچی آواز میں کہا۔

"مجھے نرگنی دیوی نے تمہارے پاس بھیجا ہے...... میں کندلی جادوگرنی ہوں۔"

ایک لمحے کے لئے سناٹا چھا گیا...... پھر ایک ڈراؤنی آواز آئی۔

"میں ناناوتی حویلی کی ڈائن ہوں...... میرا نام کالی ڈائن ہے...... اندر آ جاؤ۔"

یہ آواز بند کوٹھڑی میں سے آئی تھی...... اس کے ساتھ ہی کوٹھڑی کا دروازہ اپنے آپ کھل گیا...... جادوگرنی کندلی کوٹھڑی کے اندر چلی گئی...... اس نے دیکھا کہ کوٹھڑی میں چھت کے ساتھ ایک جھولا لٹک رہا تھا...... جھولے پر ایک کالی کلوٹی چڑیل بیٹھی آہستہ آہستہ جھولا جھول رہی تھی...... اس کا رنگ سیاہ تھا...... آنکھیں لال

انگارہ تھیں...... سر کے بال نیچے تک لٹک رہے تھے...... انگلیوں کے ناخن چھریوں کی طرح باہر کو نکلے ہوئے تھے...... اس کے پاؤں اُلٹے تھے...... جادوگرنی کندلی نے ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کیا تو کالی ڈائن بولی۔

"اگر تمہیں نرگنی ماتا نے نہ بھیجا ہوتا تو میں تمہیں اسی وقت کھا جاتی، مگر اب میں ایسا نہیں کر سکتی...... بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟"

جادوگرنی کندلی نے مختصر لفظوں میں اسے اپنی بپتا سنا دی...... اس کی کہانی سن کر کالی ڈائن بولی۔

"یہ کام بڑا مشکل ہے، مگر میں نرگنی ماتا کا حکم نہیں ٹال سکتی...... تمہارے دشمن کا نام کیا ہے؟"

کندلی جادوگرنی نے کہا۔

"اس کا نام شہریار ہے۔"

کالی ڈائن نے اپنی لال انگارہ آنکھیں بند کر لیں...... اس کے منہ سے عجیب ڈراؤنی آواز نکلنے لگی...... تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور بولی۔

"کندلی! تمہارا دشمن اس وقت کیلاش پربت کے شو مندر کے تالاب میں ہے...... وہ پتھر کے سانپ کی شکل میں ہے...... اس کے دو ٹکڑے ہو چکے ہیں، اگر تم ان ٹکڑوں کو میرے پاس لا سکتی ہو تو تمہارا کام ہو جائے گا۔"

کندلی جادوگرنی بولی۔

"میں ضرور ان ٹکڑوں کو لے کر آؤں گی...... میں ابھی وہاں جاتی ہوں۔"

کندلی جادوگرنی نے کالی ڈائن کو ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور وہاں سے نکل گئی...... کالی ڈائن حلق سے ڈراؤنی آوازیں نکالتے ہوئے آہستہ آہستہ جھولا جھولنے لگی...... کندلی جادوگرنی راتوں رات کوہ ہمالیہ کی آغوش میں کیلاش پربت پہنچ گئی۔ تین بہنوں والی پہاڑیوں کے دامن میں جو شو مندر تھا وہ کندلی نے دیکھا ہوا تھا...... اس وقت رات کا

پچھلا پہر تھا اور پہاڑیوں میں اور مندر پر اندھیرا چھایا ہوا تھا...... کادمبری اپنی کوٹھڑی میں پوجا پاٹھ کر رہی تھی، اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ کندلی جادوگرنی وہاں پہنچ چکی ہے۔

جادوگرنی تالاب کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی...... وہ اپنے جادو کی طاقت سے تالاب میں اتر گئی...... اس نے سانپ کے دونوں ٹکڑوں کو باہر نکالا اور اسے اپنی ساڑھی کے پلو میں باندھ کر ناناوتی کی حویلی کی طرف اُڑ گئی...... حویلی کی کوٹھڑی میں آ کر اس نے پتھر کے سانپ کے دونوں ٹکڑے کالی ڈائن کے سامنے رکھ دیئے...... کالی ڈائن نے ان ٹکڑوں کو غور سے دیکھا...... پھر انہیں اپنے نوکیلے ناخنوں والا ہاتھ لگا کر چھوا اور جلدی سے ہاتھ پیچھے کر لیا، کہنے لگی۔

"اس کے اندر تمہارا دشمن بے ہوشی کی حالت میں موجود ہے، مگر اس کے سینے میں ایمان کی طاقت ابھی زندہ ہے۔"

جادوگرنی نے کہا۔

"کالی دیوی! بھگوان کے لئے مجھے میرے اس دشمن سے کسی طرح چھٹکارا دلاؤ...... جب تک یہ زندہ ہے میں چین سے نہیں رہ سکتی۔"

کالی ڈائن بولی۔

"یہ ایک خدا کو ماننے والا مسلمان ہے اور اس کی ایمانی طاقت نے ابھی تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑا، میں اسے جان سے نہیں مار سکتی...... یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

"پھر میرا کیا ہو گا دیوی؟" جادوگرنی نے عاجزی کے ساتھ کہا۔

کالی ڈائن بولی۔

"میں نرگنی کا حکم نہیں ٹال سکتی...... اس کے حکم کی مجھے پالنا کرنی ہی ہو گی...... جب تک اس کے اندر کی ایمانی طاقت اس سے الگ نہیں کی جاتی میرے اور تمہارے کسی جادو ٹونے کا اس پر اثر نہیں ہو گا...... جادوگرنی کندلی نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"دیوی! اس کی ایمانی طاقت کو کیسے الگ کیا جا سکتا ہے؟"

کالی ڈائن نے کہا۔

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو...... شیطان میرا دوست ہے...... وہ ہر وقت ایمان کی راہ پر چلنے والوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے...... میں اپنے دوست شیطان سے مدد لوں گی...... تم یہاں سے اب چلی جاؤ...... اس کو میرے پاس چھوڑ دو...... دو دن کے بعد یہاں آنا...... میں تمہارا دشمن شہریار اس حالت میں تمہارے حوالے کر دوں گی کہ اس کی ایمانی طاقت نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہوگا اور وہ تمہارے قبضے میں ہوگا، لیکن ایک بات یاد رکھنا...... شیطان کسی بھی مسلمان کو کچھ دیر کے لئے ضرور گمراہ کر سکتا ہے۔ اس پر ہمیشہ کے لئے غلبہ نہیں پا سکتا...... ایک مسلمان خواہ وہ کیسا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو کسی نہ کسی وقت شیطان کو شکست دے کر سیدھی راہ پر واپس آ جاتا ہے، اس طرح تمہارا دشمن شہریار اگر شیطان کے غلبے سے نکل کر سیدھی راہ پر آ گیا تو پھر تمہارے سارے جادو ٹونے اس پر بے اثر ہو جائیں گے اور وہ تمہیں ہلاک کر سکے گا۔"

کندلی جادوگرنی نے کہا۔

"دیوی! اس وقت میں اپنی جان بچانے کا کوئی اور طریقہ سوچ لوں گی، لیکن اس وقت میں اپنی جان بچانا چاہتی ہوں۔"

کالی ڈائن کہنے لگی۔

"میں کوشش کروں گی کہ اس نوجوان پر شیطان کا غلبہ زیادہ سے زیادہ دیر تک رہے...... شیطان کے پاس آدمی کو گمراہ کرنے کے بڑے ذریعے ہیں...... اب تم جاؤ اور دو دن بعد میرے پاس آنا۔"

کندلی جادوگرنی چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد کالی ڈائن آہستہ جھولا جھلاتی ہوئی شہریار کے پتھریلے سانپ کے ٹکڑوں کو غور سے تکتی رہی...... اس ڈائن کو اپنی آسیبی بلکہ شیطانی طاقت کی مدد سے سانپ کے اندر شہریار صاف نظر آ رہا تھا...... اس وقت شہریار ایک جنگل میں

بے ہوش پڑا تھا...... کالی ڈائن نے دیکھا کہ شہریار ایک خوبصورت نوجوان ہے...... شیطان کی مدد سے وہ اس پر غلبہ حاصل کر سکتی، لیکن اس کے لئے شیطان سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔

اسی وقت کالی ڈائن نے سانپ کے ٹکڑوں کو ساتھ لیا اور غائب ہو کر شیطان کے غار میں چلی گئی...... کالا جادو، ٹونا اور بدروحیں اور چڑیلیں یہ سارا شیطانی کھیل ہوتا ہے اور یہ چڑیلیں شیطان کی دوست ہوتی ہیں...... شیطان اپنے غار میں بیٹھا تھا...... کالی ڈائن نے جاتے ہی اس کے آگے سر جھکا دیا۔

شیطان نے پوچھا۔

"کالی ڈائن! کہو کیسے آئی؟"

کالی ڈائن نے اسے ساری بات بتا دی...... شیطان نے شہریار کے پتھر کے سانپ کے ٹکڑوں کو غور کر دیکھا اور بولا۔

"یہ ایک خوبصورت انسان ہے اور اس کی چڑھتی جوانی ہے...... میں اسے آسانی سے شکار کر لوں گا، لیکن اس کے لئے تمہیں بھی میری مدد کرنی ہوگی۔"

کالی ڈائن کہنے لگی۔

"میں نرگنی دیوی کے حکم کی پابند ہوں...... میں اس کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہوں...... مجھے بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

شیطان کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ آ گئی...... کہنے لگا۔

"تم جانتی ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے اور تم کیا کر سکتی ہو...... مجھ سے کیوں پوچھتی ہو۔"

اس پر اپنا وہ خفیہ ہتھیار استعمال کرو جس کے آگے صرف ایک پاکباز، نیک اور طاقتور کردار والا مسلمان ہی ثابت قدم رہتا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ نوجوان سچا مسلمان ضرور ہے...... اس کے دل میں خدا کا خوف بھی ہے، لیکن یہ لالچی انسان

ہے۔۔۔۔۔اسی لالچ میں آکر اس نے شنکر راؤ بھتے کی سونے کی مورتی چرائی تھی جس کے بعد یہ اس مصیبت میں پھنس گیا۔۔۔۔۔اس کو سیدھی راہ سے گمراہ کیا جا سکتا ہے۔"

کالی ڈائن نے شیطان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کے آگے سر جھکایا اور بولا۔

"میں سب کچھ سمجھ گئی ہوں۔۔۔۔۔میں اس پر وہ خفیہ ہتھیار استعمال کروں گی جو ہر گناہ گار اور بدکردار عورت کا سب سے طاقتور ہتھیار ہوتا ہے۔۔۔۔۔اگر تم میرے ساتھ رہے تو میں اس نوجوان کو اپنے قابو میں کر لوں گی۔"

شیطان بولا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں، لیکن ایک بات میں پھر کہوں گا۔۔۔۔۔میں شیطان ہوں۔۔۔۔۔میرے پاس بڑی طاقت ہے، مگر میری طاقت کا وار خدا کے نیک پارسا اور بلند کردار بندوں پر نہیں چلتا اور میری ہزار کوشش کے باوجود خدا کے نیک بندوں کا ایمان نہیں ڈگمگاتا۔۔۔۔۔اگر یہ نوجوان سیدھی راہ پر ثابت قدم رہا تو میرے اور تمہارے سارے حربے ناکام ہو جائیں گے۔۔۔۔۔اس نوجوان کو سیدھی راہ سے بھٹکانے کے لئے تمہیں اپنے ہر ہتھیار کا وار کرنا ہوگا۔"

کالی ڈائن بولی۔

"میں ایسا ہی کروں گی۔"

کالی ڈائن شہریار کے پتھر کے دونوں ٹکڑوں کو لے کر اپنی حویلی میں واپس آگئی۔۔۔۔۔کالی ڈائن ایک ڈائن تھی اور اب شیطان بھی اپنی بدی کی ساری طاقت کے ساتھ اس کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔۔۔۔۔بدی اور برائی کے میدان میں وہ بے دھڑک من مانی کر سکتی تھی اور پھر اسے نرگنی دیوی کا حکم بھی تھا کہ جادوگرنی کندلی کی مدد کرو اور وہ جس مشکل میں پھنسی ہوئی ہے اس میں سے اسے نکالو۔۔۔۔۔نرگنی دیوی اس علاقے کی ڈائنوں کی سب سے بڑی دیوی تھی۔۔۔۔۔کالی ڈائن اس کے حکم کو ٹال کر اس کی دشمنی مول نہیں لے سکتی تھی۔۔۔۔۔ان سب کے علاوہ یہ کالی ڈائن کی بدی کی طاقت کے لئے

ایک چیلنج بھی تھا اور اس نے اس چیلنج کو قبول کیا تھا اور وہ اس میں ہارنا اپنی اور اپنی ڈائنوں کی دُنیا کی توہین سمجھتی تھی۔

کالی ڈائن کے پاس صرف دو دن تھے۔۔۔۔۔اس نے اپنی بدی کی طاقتوں کے غرور اور گھمنڈ میں جادوگرنی کندلی کو دو دنوں میں یہ کام پورا کرنے کے لئے کہہ دیا تھا۔

کالی ڈائن نے شہریار کے دونوں ٹکڑوں کو اپنی کوٹھڑی میں زمین کے اندر دبا دیا اور خود کالیکا دیوی کی پہاڑیوں میں سب سے بڑی ڈائن کے مندر میں آگئی۔۔۔۔۔یہ مندر پہاڑیوں کے اندر بنا ہوا تھا۔۔۔۔۔اس مندر میں ایک تالاب تھا جس کے اندر ایک ڈائن مگر مچھنی کے رُوپ میں رہتی تھی۔۔۔۔۔کالی ڈائن مندر میں جا کر اس تالاب میں اتر گئی۔۔۔۔۔جیسے ہی وہ تالاب میں اُتری تالاب کا پانی نسواری رنگ کا ہو گیا اور اس میں سے بلبلے اُٹھنے لگے۔۔۔۔۔ڈائن مگر مچھنی فوراً تالاب کی سطح پر آگئی۔۔۔۔۔اس نے کالی ڈائن کو دیکھا تو کالی ڈائن نے ہاتھ باندھ کر اسے پرنام کیا اور بولی۔

"ڈائن دیوی! تم خوب جانتی ہو کہ میں کس لئے تمہارے پاس آئی ہوں۔"

ڈائن مگر مچھنی نے کہا۔

"میں سب جانتی ہوں کہ تم کیوں آئی ہو۔"

کالی ڈائن نے سر جھکا دیا۔۔۔۔۔بولی۔

"ڈائن دیوی! مجھے دُنیا کی تمام بدکار عورتوں سے بھی زیادہ بدکار بنا دے اور میرے اندر برائی کی ایسی طاقت بھر دے کہ پاکباز سے پاکباز اور بڑے سے بڑے آکاش کا دیوتا بھی میری زلفوں کا غلام ہو جائے اور میرے اشاروں پر چلے۔"

ڈائن مگر مچھنی کے منہ سے چنگاریوں کی ایک پھوار نکل کر کالی ڈائن کے جسم پر گری۔۔۔۔۔کالی ڈائن نے چنگاریوں کی پھوار کو اپنے جسم پر ملنا شروع کر دیا، جیسے نہا رہی ہو۔۔۔۔۔جب چنگاریاں اس کے سارے جسم میں جذب ہو گئیں تو ڈائن مگر مچھنی نے کہا۔

"کالی ڈائن! میں نے تیرے جسم میں اپنی چنگاریاں بھر دی ہیں۔۔۔۔۔اب تو آکاش

کے سب سے پوتر دیوتا کے جذبات میں بھی آگ لگا کر اس کی سو سال کی تپسیا اور ریاضت کو جلا کر راکھ کر سکتی ہے۔“

کالی ڈائن یہی چاہتی تھی..... اس نے ڈائن مگر مچھنی کو پرنام کیا اور تالاب سے نکل کر غائب ہو گئی..... وہاں سے وہ واپس اپنی حویلی میں آ گئی..... اس نے زمین میں دبائے ہوئے شہریار کے سانپ کے ٹکڑوں کو نکال کر ایک تھالی میں رکھ دیا..... پھر اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا کر حلق سے ایک ایسی چیخ کی آواز نکالی کہ حویلی کی دیواریں لرز اُٹھیں..... اس کے ساتھ ہی وہاں کوٹھڑی کے اندر ہی ایک عالی شان خواب گاہ کا منظر پیدا ہو گیا..... یہ خواب گاہ کسی مہارانی کی خواب گاہ سے بھی زیادہ شاندار اور شان و شوکت والی خواب گاہ تھی..... فرش ریشمی قالینوں سے ڈھکا ہوا تھا..... دیواروں پر سرخ کم خواب کے پردے لٹک رہے تھے..... ایک بہت بڑا طلائی پلنگ بچھا تھا جس پر ریشمی تکیے لگے تھے..... چھت کے ساتھ سونے کا فانوس لٹک رہا تھا جس کے اندر سرخ یاقوت اور سبز زمرد اس طرح روشن تھے جیسے ان کے اندر شمعیں جل رہی ہوں۔

کالی ڈائن نے شہریار کے سانپ کے دونوں ٹکڑوں کو چاندی کی ایک میز پر رکھ دیا..... خود اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی اور آنکھیں بند کر کے کالے جادو کا منتر پڑھ پڑھ کر اس پر پھونکنے لگی..... کچھ ہی دیر کے بعد پتھر کے سانپ کے دونوں ٹکڑوں میں سے سفید سفید دھوئیں کی لہریں نکلنے لگیں..... کالی ڈائن نے دونوں ٹکڑوں کو تھالی میں سے اُٹھا کر پلنگ پر بچھے ہوئے ریشمی بستر پر رکھ دیا اور کالے جادو کے منتر پڑھ کر پھونکنے لگی..... ایک دم دونوں ٹکڑوں میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ایک دوسرے کی طرف کھسکنے لگے..... پھر ایک دوسرے کے ساتھ لگ کر جڑ گئے۔

کالی ڈائن نے پتھر کے سانپ کو ہلا جلا کر دیکھا..... پتھر کے سانپ کے دونوں ٹکڑے آپس میں جڑ گئے تھے اور وہ پھر سے پتھر کا پورا سانپ بن گیا تھا..... کالی ڈائن نے

سانپ کے سر کو جھک کر دیکھا..... اس نے دیکھا کہ شہریار اسی طرح جنگل میں بے ہوش پڑا تھا..... کالی ڈائن پلنگ پر بیٹھے بیٹھے دھوئیں کی ایک لکیر میں بدل گئی..... پھر دھوئیں کی یہ لکیر سانپ کے سر میں جذب ہو گئی اور کالی ڈائن اسی جنگل میں پہنچ گئی جہاں شہریار بے ہوش پڑا تھا..... کالی ڈائن اس وقت ڈائن کی شکل میں نہیں تھی بلکہ اس نے مہارانیوں والا زرق برق قیمتی لباس پہن رکھا تھا اور گھوڑے پر سوار تھی..... وہ گھوڑے کو چلاتی جنگل میں اس جگہ پر آ گئی جہاں جھاڑیوں میں شہریار بے ہوش پڑا تھا۔

کالی ڈائن کی شکل اب ڈائنوں جیسی ڈراؤنی نہیں رہی تھی، بلکہ وہ ایک نازک اندام گورے رنگ کی حسین و جمیل مہارانی تھی جس کے سر پر ہیرے جواہرات کا تاج تھا اور بازوؤں پر جڑاؤ بازو بند اور گلے میں قیمتی موتیوں اور ہیروں کے ہار تھے..... شہریار جھاڑیوں میں بے ہوش پڑا تھا..... کالی ڈائن جو اب حسین و جمیل مہارانی کے روپ میں تھی، گھوڑے سے اتر کر شہریار کے پاس آئی..... اس نے اس کا بے ہوش سر اپنے زانوں پر رکھا اور ایک ہاتھ باہر کو نکالا..... دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں ایک چاندی کا پیالہ آ گیا جو تازہ اور میٹھے پانی سے بھرا ہوا تھا..... کالی ڈائن نے شہریار کے چہرے پر پانی کے دو تین چھینٹے مارے تو اسے ہوش آ گیا..... اس نے آنکھیں کھولتے ہی پوچھا۔

”میں کہاں ہوں؟“

کالی ڈائن مہارانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اے خوبصورت نوجوان! میں مہارانی لیلاوتی ہوں اور تم میری ریاست مگدھ میں ہو..... تم کون ہو اور یہاں کیسے بے ہوش ہو گئے؟“

شہریار اس وقت اپنی اصلی انسانی شکل میں تھا اور اس پر سے منحوس شنکر راؤ، جادوگرنی کنڈلی اور سب سے آخر میں روتی ہوئی مورتی ناگنی دیوی کے کالے جادو کا اثر بالکل ختم ہو چکا تھا..... اس کی یادداشت بھی واپس آ چکی تھی..... اسے سب کچھ یاد آ گیا تھا کہ کیسے وہ جہلم کی پہاڑیوں میں اپنے دوست حیدر کے پاس مندر دیکھنے گیا تھا اور پھر

کس طرح وہاں کے ایک قدیم آسیبی مندر میں رات کو چلا گیا جہاں اس نے کریہہ المنظر شنکر راؤ کی بھوتوں کی منڈلی میں کادمبری رقاصہ کو رقص کرتے دیکھا تھا اور پھر کس طرح اس نے اسی مندر سے شنکر راؤ کی سونے کی مورتی چرا کر بیچ ڈالی تھی اور پھر کس طرح اس کریہہ المنظر بھتنے نے شہریار کو اپنے کالے جادو میں جکڑ کر اسے ایک ایسی مصیبت میں مبتلا کر دیا تھا جس میں وہ ابھی تک پھنسا ہوا تھا، لیکن جب شہریار نے اپنے سامنے ایک حسین عورت کو جو انسان ہی لگتی تھی دیکھا اور یہ بھی محسوس کیا کہ اس کی یادداشت واپس آ چکی ہے اور وہ انسانوں کی زمین پر ہے تو اسے یقین سا ہونے لگا کہ اس کی مصیبت کے دن ختم ہو گئے ہیں...... وہ مہارانی لیلاوتی کو اپنے منحوس ماضی کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا...... وہ جانتا تھا کہ مہارانی کو یقین نہیں آئے گا، چنانچہ اس نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں اپنے دوست کے ساتھ جنگل کی سیر کرنے آیا تھا...... اچانک ایک جگہ شیر سامنے آ گیا...... ہم دونوں گھبرا کر بھاگے تو میرا دوست دوسری طرف اور میں اس طرف نکل آیا اور یہاں ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔"

ڈائن مہارانی نے کہا۔

"تم پر اس حادثے کا بہت زیادہ اثر ہے...... میرے ساتھ میرے محل میں چل کر کچھ دیر آرام کرو...... اس کے بعد بے شک اپنے گھر چلے جانا۔"

کالی ڈائن مہارانی نے کچھ ایسے پیار بھرے لہجے میں یہ بات کہی اور پھر اپنا نازک ہاتھ شہریار کی طرف بڑھایا کہ شہریار انکار نہ کر سکا...... وہ اُٹھ کھڑا ہوا، یہ تو شہریار کو معلوم ہو گیا تھا کہ ابھی تک ہندوستان میں ہی ہے، لیکن اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ کون سا علاقہ ہے تاکہ وہ یہ طے کر سکے کہ وہاں سے وہ اپنے وطن پاکستان کس طرف سے جا سکتا ہے...... اب وہ بہت جلد اس منحوس جگہ سے نکل کر اپنے پاک وطن پاکستان چلے جانا چاہتا تھا...... اس نے کالی ڈائن مہارانی سے پوچھا۔

"یہ مدھیہ پردیش کا علاقہ ہی ہے ناں؟"

کالی ڈائن بولی۔

"نہیں...... یہ راجستھان کا علاقہ ہے...... میں اس علاقے کی ایک چھوٹی سی ریاست کی مہارانی ہوں، تم فکر مت کرو...... میرے محل میں چل کر آرام کرو...... پھر تم جہاں جانا چاہو گے میرے آدمی تمہیں وہاں پہنچا دیں گے۔"

وہ دونوں پیدل چل رہے تھے...... گھوڑے کی باگ مہارانی کے ہاتھ میں تھی اور گھوڑا بھی قدم قدم ان کے ساتھ چل رہا تھا...... کالی ڈائن نے شہریار پر اپنے گناہ آلود جال پھینکنے شروع کر دیئے تھے...... چلتے چلتے اس نے دو تین بار شہریار کی طرف بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھا تھا...... پھر وہ رُک گئی اور بولی۔

"میرا محل یہاں سے دُور ہے...... ہم پیدل وہاں تک پہنچتے پہنچتے تھک جائیں گے، اگر تم بھی میرے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔"

شہریار نے جلدی سے کہا۔

"نہیں نہیں مہارانی جی! آپ گھوڑے پر بیٹھ جائیں...... میں پیدل ہی چلوں گا۔"

کالی ڈائن مہارانی نے شہریار کا ہاتھ پکڑ کر بڑی محبت سے دباتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں گھوڑے پر بیٹھوں اور تم پیدل چلو...... تم ہمارے مہمان ہو...... تم بھی میرے ساتھ گھوڑے پر بیٹھو گے، آؤ۔"

انسانی شکل میں آتے ہی نوجوان شہریار کے تمام کمزور اور طاقتور دونوں قسم کے جذبات بیدار ہو گئے تھے...... نوجوان اور حسین و نازک اندام مہارانی لیلاوتی کو اپنے سامنے دیکھنے اور اس سے باتیں کرنے کے بعد اس کے جذبات میں پہلے ہی ہلچل مچ رہی تھی...... جب اس عورت نے اپنے ساتھ گھوڑے پر بیٹھنے کی دعوت دی تو وہ محض دکھانے کو تھوڑا سا انکار کرنے کے بعد اس کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ گیا...... وہ مہارانی لیلاوتی کے پیچھے بیٹھا تھا اور اس حسین و نازک عورت کا جسم اس کے جسم سے بار بار چھو

رہا تھا...... ایک نیک اور پاکباز و پارسا انسان کے لئے یہی ایک امتحان کی گھڑی ہوتی ہے۔ جن کی نیت نیک، نگاہیں پاک ہوتی ہیں اور جو اللہ کے دکھائے ہوئے راستے پر ثابت قدم ہوتے ہیں وہ اس امتحان سے سرخرو ہو کر گزر جاتے ہیں، لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس امتحان میں پورے نہیں اترتے اور شیطان ان پر غالب آ جاتا ہے۔ اس وقت شہریار کی بھی یہی حالت تھی۔

شیطان نے اسے گناہ آلود نظر دکھا دکھا کر اس کو سیدھی راہ سے گمراہ کرنے کی سر توڑ کوشش شروع کر دی تھی...... کالی ڈائن مہارانی لیلاوتی کی شکل میں شہریار کو اپنی حویلی والے کھنڈر میں لے گئی...... کالی ڈائن مہارانی نے شہریار کی آنکھوں پر ایسا جادو پھونک دیا تھا کہ شہریار کو حویلی کا کھنڈر ایک عالی شان محل نظر آیا...... مہارانی اسے لے کر خواب گاہ میں آ گئی...... میز پر طرح طرح کے پھل اور مشروبات رکھے ہوئے تھے...... یہ سب کالی ڈائن کے کالے جادو کی شعبدہ بازی تھی...... اصل میں ان کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔

شہریار اتنے خوبصورت اور عالی شان ماحول کو دیکھ کر اپنی قسمت پر رشک کرنے لگا...... اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ ناگنی دیوی کی قید اور اس کے طلسم سے آزاد ہو کر اتنے حسین ماحول اور اتنی خوبصورت مہارانی کی خواب گاہ میں پہنچ جائے گا...... کالی ڈائن مہارانی نے شہریار کو اپنے پاس بٹھا لیا اور اسے اپنے ہاتھ سے مشروب پلایا اور لذیذ و شیریں پھل کھلائے...... شہریار کی ذہنی کیفیت ہی بدل گئی تھی...... وہ اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھ رہا تھا...... یہ تو اس کے تصور میں ہی نہیں تھا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے وہ سب چھلاوا، شعبدہ بازی، کالے جادو کی بازی گری اور نگاہوں کا دھوکا ہے...... وہ تو اسے ایک زندہ حقیقت سمجھ بیٹھا تھا۔

کالی ڈائن جیسے جیسے شہریار کے قریب ہو رہی تھی شہریار کے جذبات میں ہیجان پیدا ہو رہا تھا...... اس کے قدم ڈگمگانے لگے تھے...... کالی ڈائن تو ایک سوچے سمجھے

منصوبے کے تحت یہ سارا کچھ کر رہی تھی...... اسے ہچکچانے یا جھجکنے کی کیا ضرورت تھی...... وہ تو عورت کی عشوہ طرازیوں کے سارے خطرناک سے خطرناک حربے استعمال کر رہی تھی...... شہریار نے مہارانی سے پوچھا۔

”مہارانی جی! آپ اس محل میں اکیلی رہتی ہیں کیا؟“

کالی ڈائن مہارانی نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

”کبھی میرا پریمی بھی میرے ساتھ رہا کرتا تھا، مگر اس نے مجھ سے بے وفائی کی اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا...... اب میں اکیلی اپنی جوانی کے دن گزار رہی ہوں۔“

شہریار نے کہا۔

”آپ کا محبوب یعنی پریمی بڑا بد قسمت تھا کہ وہ اتنی خوبصورت محبوبہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔“

کالی ڈائن نے جب دیکھا کہ شہریار خود بخود شیطان کے جال میں پھنسنے کے لئے بڑھ رہا ہے تو کالی ڈائن نے شہریار کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور محبت بھرے لہجے میں کہا۔

”اگر تم اس کی جگہ ہوتے تو شاید تم بھی وہی کچھ کرتے۔“

شہریار نے شہ پا کر مہارانی کا ہاتھ بڑی محبت سے دبایا اور بولا۔

”مہارانی جی! اگر اس کی جگہ میں ہوتا تو ساری عمر آپ کے چرنوں میں آپ سے محبت کرتے ہوئے بسر کر دیتا۔“

شہریار کے جذبات اس کے قابو میں نہیں رہے تھے...... شیطان دور کھڑا شہریار کی طرف دیکھ رہا تھا...... شیطان نے محسوس کیا کہ شہریار نے اس کے کام کو آسان بنا دیا ہے اور خود ہی اس کے جال میں آ گیا ہے...... اس کا خیال تھا کہ شہریار بھی دوسرے نیک اور پاکباز نوجوانوں کی طرح اپنے کردار کی طاقت اور ایمان کی قوت سے اس کا مقابلہ کرے گا اور اسے یعنی شیطان کو شکست دے دے گا...... جیسا کہ نیک اور پاکباز انسان شیطان کے بہکاوے میں نہ آتے ہوئے اس کے بدی کے خیالات کے آگے

ڈٹ جاتے ہیں اور شیطان کو عبرتناک شکست دے دیتے ہیں، لیکن یہاں ایسی بات نہیں تھی...... شہریار کے ضمیر نے اور اس کے اندر کی نیکی نے ایک دو بار مزاحمت ضرور کی تھی لیکن شہریار زیادہ دیر تک شیطانی جذبوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور اس کے قدم ڈگمگانے لگے اور اس کی ایمان کی طاقت کمزور پڑتی چلی گئی۔

کالی ڈائن اور شیطان یہی چاہتے تھے...... جیسے جیسے شہریار پر گناہ کے جذبات غالب آتے جا رہے تھے اس کے اندر کی نیکی اور اس کی قوت ایمانی شہریار سے الگ ہوتی جا رہی تھی اور جب کالی ڈائن مہارانی نے شہریار کے خرمن پارسائی پر آخری وار کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا تو شہریار کی رہی سہی ہمت اور پاکبازی بھی اس کا ساتھ چھوڑ گئی، کیونکہ جہاں گناہ ہو گا وہاں نیکی نہیں ٹھہر سکتی...... نیکی ہمیشہ ایسے انسانوں کے دل میں اپنی جگہ بناتی ہے جن کے سینے نورِ ایمان سے روشن ہوتے ہیں، جن کی نگاہیں اور دل پاک ہوتے ہیں...... جن کو ہر وقت خدا کا خیال ہوتا ہے...... خدا کا خوف ہوتا ہے اور جو گناہ کے انجام سے ہر لمحہ اپنے آپ کو بچاتے رہتے ہیں۔

لیکن شہریار بنیادی طور پر ایک لالچی اور عیش پسند نوجوان تھا...... اس کے اسی گناہ آلود جذبے نے اسے سونے کی مورتی چرانے اور اسے بیچنے پر مجبور کیا تھا، چنانچہ وہ مہارانی لیلاوتی کے آگے نہ ٹھہر سکا اور اس نے شیطان کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور گناہ کی دلدل اسے زمین کے اندر لے گئی...... یہ کالی ڈائن اور شیطان کی فتح تھی، شہریار گناہ کے نشے میں بدمست ہو کر پلنگ پر بے سدھ پڑا سو رہا تھا اور کالی ڈائن مہارانی پلنگ کے پاس کھڑی تھی...... شیطان بھی وہاں موجود تھا...... کالی ڈائن ابھی تک مہارانی لیلاوتی کے رُوپ میں تھی...... اس نے مسکرا کر شیطان کی طرف دیکھا اور بولی۔

"اس نوجوان شہریار نے جو گناہ کیا ہے اس گناہ نے اس کے ضمیر کو اس کی ایمان کی طاقت کو گہری نیند سلا دیا ہے۔"

شیطان کہنے لگا۔

"میں تو چاہتا تھا کہ یہ دوسرے نیک اور پاکباز مسلمانوں کی طرح میرے بدی کے حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا اور مجھے شکست فاش دیتا، لیکن افسوس کہ اس نے مجھے مایوس کیا اور بڑی جلدی میرے آگے ہتھیار ڈال دیئے...... ایسے لوگ تو میرے بڑے آسان شکار ہوتے ہیں...... میں نے تمہارے ساتھ اپنی دوستی کا فرض ادا کر دیا ہے...... اب تم جو چاہو اس کے ساتھ سلوک کرو...... میں جاتا ہوں۔"

اور شیطان غائب ہو گیا۔

اور شیطان کے غائب ہونے کے فوراً بعد کالی ڈائن اپنے اصلی ڈراؤنے رُوپ میں واپس آ گئی...... اب وہ مہارانی لیلاوتی نہیں تھی بلکہ مکروہ اور دہشت ناک شکل صورت والی کالی ڈائن بن چکی تھی، جس کی گول آنکھیں سرخ انگاروں ایسی تھیں، جس کا کراہت آمیز جسم سیاہ تھا اور جس کے ہاتھوں کے ناخن چھریوں کی طرح باہر کو نکلے ہوئے تھے...... کالی ڈائن نے ایک دم سے اپنے دونوں بازو کھول دیئے اور حلق سے ایک ڈراؤنی آواز نکالی...... اس آواز کے ساتھ ہی خواب گاہ کا عالی شان ماحول غائب ہو گیا اور اب وہاں وہی نیم تاریک منحوس آسیبی کوٹھڑی تھی جہاں شہریار شاندار پلنگ کے آرام دہ بستر کی بجائے فرش پر بے سدھ پڑا تھا...... کالی ڈائن نے کالا جادو پڑھ کر سوئے ہوئے شہریار پر پھونکا۔

اس کالے جادو کے اثر سے شہریار کے ذہن سے اس کی ماضی کی یادداشت غائب ہو گئی، مگر وہ اسی طرح بدمستی کی حالت میں گہری نیند سویا...... کالی ڈائن نے اسی وقت بازو بلند کر کے خوفناک آواز میں کہا۔

"دیوی نرگنی ماتا! میں نے تیرا حکم پورا کر دیا ہے...... مجھے اپنا آشیرباد دے۔"

اس کے کانوں میں اجنتا کے غار والی نرگنی ماتا کی مورتی کی آواز آئی۔

"میں تم سے خوش ہوں اور تمہیں اپنا آشیرواد دیتی ہوں۔"

کالی ڈائن نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور جادوگرنی کنڈلی کو اپنی آنکھوں کے اندر

حاضر کر کے کہا۔

"کندلی! جو کام دو دن میں ہونا تھا...... وہ ایک ہی رات میں ہو گیا ہے...... میرے پاس آکر اپنے دشمن کو اپنے قبضے میں کر...... تمہارا دشمن میری کوٹھڑی میں بے ہوش پڑا ہے اور اس کے اندر کی ساری طاقتیں بھی اس کے ساتھ ہی بے ہوش ہو چکی ہیں۔"

کندلی جادوگرنی نے یہ سنا تو فوراً کالی ڈائن کی کوٹھڑی میں پہنچ گئی۔ کالی ڈائن اسی طرح چھت سے لٹکتے ہوئے جھولے پر بیٹھی آہستہ آہستہ اسے جھلا رہی تھی...... کندلی جادوگرنی نے دیکھا کہ شہریار فرش پر بے سدھ پڑا ہے...... کالی ڈائن نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں نے تیرا شکار مار کر تیرے آگے ڈال دیا ہے اور میں نے نرگنی ماتا کا حکم پورا کر دیا ہے...... اب تو اسے یہاں سے لے جا...... اب تیرا اور تیرے دشمن شہریار کا یہاں کوئی کام نہیں ہے۔"

کندلی جادوگرنی نے کالی ڈائن کے آگے اپنا سر جھکا دیا اور بولی۔

"دیوی! میں تیرا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

کندلی جادوگرنی نے ایک طلسمی منتر پڑھ کر گہری نیند سوئے ہوئے شہریار پر پھونکا اور وہ انسان سے دوبارہ پتھر کا سانپ بن گیا...... جادوگرنی کندلی نے کالی ڈائن سے کہا۔

"میں اسے پتھر کا سانپ بنا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گی تاکہ اس کے بھاگنے کا خطرہ نہ رہے۔"

جادوگرنی کندلی نے پتھر کے سانپ یعنی شہریار کو اُٹھا کر ایک تھیلے میں ڈالا اور وہاں سے غائب ہو گئی...... غائب ہونے کے فوراً بعد وہ اپنے پرانے استھان میں آگئی جو بھارت کے شہر گوالیار کی حدود سے باہر خطرناک جنگل کے ایک غار میں تھا، جس زمانے میں یعنی مرنے سے پہلے جادوگرنی کندلی جب اپنے مندر کی پجارن تھی تو اسی غار میں آکر جادو ٹونہ کیا کرتی تھی اور اسی غار میں اس نے مردوں کو زندہ کرنے کے

لئے کالا جادو حاصل کرنے کے لئے ادھورا چلہ کیا تھا...... اب اسے چلہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی...... اس نے چلہ پورا اور مکمل کر لیا تھا اور اس کے پاس مردوں کو زندہ کرنے کی شکتی آگئی تھی، لیکن یہ شکتی صرف بت پرست غیر مسلمانوں کے مردوں پر ہی کام کر سکتی تھی، کسی مسلمان کی میت کے پاس جانے کا کندلی جادوگرنی بھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

جادوگرنی نے شہریار کے پتھر کے سانپ کو تھیلے میں سے نکالا اور غار کی کوٹھڑی کے کونے میں ایک گڑھا کھود کر شہریار کے پتھر کے سانپ کو دفن کر دیا...... وہ اپنے دشمن سے بے فکر ہو گئی تھی...... اب وہ مردوں کو زندہ کرنے والی اپنی شکتی کو آزمانا چاہتی تھی...... جادوگرنی کندلی نے اسی وقت ایک فقیرنی کا بھیس بدلا اور شہر کی جانب چل دی۔ شہر میں وہ فقیرنی بن کر گلی کوچوں میں گھومنے لگی...... وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کہیں کسی بت پرست ہندو عورت یا مرد کی موت ہوئی ہو تو وہ اس پر اپنا مردوں کو زندہ کرنے والا جادو آزما کر دیکھے...... اتفاق ایسا ہوا کہ اس روز شہر کے اندر کوئی ہندو مرد یا عورت نہیں مری تھی...... جادوگرنی کندلی اپنا نیا جادو ہر حالت میں آزما کر دیکھنا چاہتی تھی...... وہ شہر سے نکلی اور شہر کے جنوب میں دریا پار جو جنگل تھا وہاں آکر ادھر اُدھر پھرنے لگی۔

پھرتے پھراتے جادوگرنی نے جنگل میں ایک جگہ ایک لاش پڑی ہوئی دیکھی...... وہ اس کے قریب گئی تو دیکھا کہ وہ ایک مرد کی لاش تھی...... اس نے لاش کا جائزہ لیا...... یہ لاش ایک ہندو کی تھی اور اس کے سینے میں زخم کا گہرا نشان تھا جہاں خون نکل نکل کر جم گیا تھا...... جادوگرنی کندلی کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ یہ لاش کس کی ہے اور یہ اپنی موت مری ہے یا اسے کسی نے قتل کیا ہے...... وہ لاش کے پاس بیٹھ گئی اور اس نے مردوں کو زندہ کرنے والا منتر پڑھنا شروع کر دیا...... منتر پڑھ پڑھ کر وہ لاش پر پھونکتی جاتی تھی...... دس بارہ مرتبہ منتر پھونکنے کے بعد لاش میں حرکت پیدا

ہوئی، جادوگرنی کندلی نے یہ دیکھا تو اس کا حوصلہ بڑھ گیا...... وہ زیادہ تیزی کے ساتھ منتر پڑھنے لگی...... تھوڑی ہی دیر بعد لاش اُٹھ کر بیٹھ گئی...... جیسے لاش اُٹھ کر بیٹھی اس کے سینے سے خون جاری ہو گیا اور چونکہ اس شخص کو قتل کیا گیا تھا اس لئے اس کے سینے پر چھرے کے زخم کا درد بھی واپس آ گیا...... مردہ زندہ ہوتے ہی درد سے تڑپنے لگا...... اس نے جادوگرنی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم کون ہو؟ کیا میں نرگ (دوزخ) میں ہوں؟"

جادوگرنی نے کہا۔

"نہیں تم دھرتی پر ہی ہو۔"

مردہ بولا...... "پھر میں زندہ کیسے ہو گیا...... میں تو مر گیا تھا۔"

جادوگرنی نے کہا۔

"تمہیں میں نے اپنے کالے جادو سے زندہ کیا ہے۔"

مردہ درد کی شدت سے تڑپ رہا تھا...... اس کے سینے میں جو زخم کا گہرا گھاؤ تھا اس میں سے خون اُبل اُبل کر باہر آ رہا تھا...... اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"بھگوان کے لئے مجھے پھر سے مار ڈالو...... میں یہ درد برداشت نہیں کر سکتا۔"

جادوگرنی کندلی جانتی تھی کہ مردے کا زخم اتنا گہرا ہے کہ وہ زندہ ہو کر بھی زیادہ دیر زندہ نہیں رہے گا...... اس نے اپنے جادو کو آزمانا تھا...... وہ اس نے آزما لیا تھا اور ایک مرے ہوئے آدمی کو زندہ کر دیا تھا...... اس نے زندہ مردے سے کہا۔

"آنکھیں بند کر کے لیٹ جاؤ...... میں تمہیں پھر سے مردہ بنانے لگی ہوں۔"

وہ آدمی فوراً سیدھا لیٹ گیا...... جادوگرنی کندلی نے کالے جادو کا منتر اُلٹا پڑھنا شروع کر دیا...... زندہ ہونے والا مردہ درد کی شدت سے ابھی تک تڑپ رہا تھا، مگر وہ بالکل سیدھا لیٹے رہنے کی بھی کوشش کر رہا تھا...... جب جادوگرنی نے اُلٹا منتر ختم کیا تو زندہ ہونے والا مردہ ساکت ہو گیا...... وہ پھر سے مر چکا تھا۔

جادوگرنی کندلی نے اپنے چلے کی فتح کی خوشی میں ایک قہقہہ لگایا اور نرگنی دیوی کی مورتی کو یہ خوش خبری سنانے آندھیرا پردیش کے اجنتا کے غار کی طرف جانے کے لئے غائب ہو گئی۔

اس کی عدم موجودگی میں جادوگرنی کندلی کے گھنے جنگل والے استھان کے غار میں اس کی کوٹھڑی خالی پڑی تھی...... اس کوٹھڑی کے کونے میں شہریار پتھر کے سانپ کی شکل میں زمین میں دفن تھا...... تقدیر کا کھیل دیکھئے کہ اس جنگل سے پالی نام کی ایک سپیرن کا گزر ہوا...... پالی سپیرن جنگل میں سانپ پکڑنے کے لئے آئی تھی...... پالی سپیرن ایک نوجوان سپیرن تھی...... اس کا باپ بہت زبردست سپیرا تھا اور اس نے سالہا سال کی ریاضت سے سانپوں کے دیوتا کی دوستی حاصل کر لی تھی۔ ناگ دیوتا نے بوڑھے سپیرے کو وہ منتر سکھا دیا تھا جس کو پھونک کر وہ سانپوں کی زبان میں ان سے باتیں کر سکتا تھا اور سانپوں کی زبان سمجھ بھی لیتا تھا...... مرنے سے پہلے اس بوڑھے سپیرے نے یہ سارے منتر اپنی اکلوتی سپیرن بیٹی پالی کو بتا دیئے تھے...... یہی وہ سپیرن پالی تھی جو اس وقت گوالیار شہر سے کچھ فاصلے پر گھنے جنگل میں سانپوں کی تلاش میں پھر رہی تھی۔ پالی سپیرن شہر میں سانپوں کا تماشہ دکھا کر اپنا پیٹ پالتی تھی۔ اسے یہی ایک کام آتا تھا۔

اگرچہ پالی سپیرن کے پاس اس کے باپ کا دیا ہوا سانپوں کا بڑا زبردست علم تھا مگر یہ منتر اس کے کبھی کام نہیں آئے تھے، کیونکہ اس کے سپیرے باپ نے مرتے وقت پالی سے وچن لیا تھا اور کہا تھا۔

"بیٹی! میں سانپوں کی دُنیا کا جو علم اور جو منتر تمہیں سونپ رہا ہوں ان کو کبھی اپنی روزی روٹی کمانے کے لئے استعمال نہ کرنا...... ایسا کرو گی تو یہ سارا علم اور یہ سارے منتر ناگ دیوتا تم سے واپس لے لے گا۔"

چنانچہ پالی سپیرن نے باپ کو دیئے ہوئے وچن کی پالنا کر دی تھی اور اس نے

سانپوں کے جادوئی منتروں کا لوگوں کے سامنے کبھی مظاہرہ نہیں کیا تھا، حالانکہ وہ ایسا کر کے بہت دولت کما سکتی تھی...... وہ پٹاری میں سانپ رکھ کر روزانہ شہر اور گاؤں گاؤں پھرتی اور بچوں اور بڑوں کو سانپوں کا تماشہ دکھاتی اور جو تھوڑے بہت پیسے ملتے اس میں گزارہ کرتی...... اس کے دو سانپ مر گئے تھے...... ان کی جگہ پوری کرنے کی خاطر وہ دو نئے سانپ پکڑنے جنگل میں آئی تھی...... چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی، وہ جھاڑیوں میں چھڑی ڈال کر اِدھر اُدھر ہوئی کہ شاید وہاں سے کوئی سانپ باہر نکل آئے اور وہ اسے پکڑ کر پٹاری میں رکھ لے...... اس طرح پھرتے پھراتے اچانک ایک جگہ سے اسے ایک عجیب سی بو محسوس ہوئی...... پالی سپیرن وہیں رُک گئی۔

اس بو میں سانپ کی بو بھی تھی اور انسان کی بو بھی تھی...... پالی سپیرن نے جس طرف سے بو آ رہی تھی اس طرف منہ کر کے لمبا سانس اندر کو کھینچا...... اب اسے صاف طور پر بو محسوس ہوئی...... اس بو میں سانپ کے ساتھ کسی انسان کی بو آ رہی تھی...... پالی سپیرن کو یاد آ گیا...... اس کے سپیرے باپ نے ایک بار کہا تھا۔

"بیٹی! اگر کوئی سانپ دھرتی پر ایک سو برس تک زندہ رہے تو اس میں اتنی شکتی (طاقت) پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جب چاہے سانپ سے انسان کا رُوپ دھار سکتا ہے اور جب چاہے انسان سے دوبارہ سانپ بن سکتا ہے، مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے، لیکن اگر کبھی تمہیں ایسا سانپ مل جائے جس میں انسان سے سانپ اور سانپ سے انسان بننے کی شکتی ہو تو اس کی سب سے بڑی نشانی یہ ہو گی کہ ایسے انسان کے جسم سے ہر وقت سانپ کی بو آتی رہے گی اور جب وہ سانپ بن جائے گا تو اس کے جسم سے سانپ کی بو کے ساتھ انسان کی بو بھی آ رہی ہو گی۔ یہ سانپ اگر کسی سپیرے کا دوست بن جائے تو وہ سپیرا اس کی مدد سے لکھ پتی کروڑ پتی بن سکتا ہے، کیونکہ ایسا سانپ زمین کے اندر دفن خفیہ خزانوں کو دیکھ لیتا ہے۔"

پالی سپیرن کو باپ کی ساری باتیں یاد آ گئیں...... وہ سوچنے لگی کہ اگر یہ کوئی ایسا ہی

سانپ یا ایسا ہی سانپ انسان ہے تو وہ اسے پکڑنے کی کوشش کرے گی اور پھر اس کی مدد سے زمین میں دبے ہوئے خزانے حاصل کر کے دولت مند بن جائے گی۔

یہ سوچ کر پالی سپیرن جس طرف سے بو آ رہی تھی اس طرف چلنے لگی...... یہ بو اسے گھنے درختوں کے درمیان ایک چھوٹے سے ٹیلے کے پاس لے آئی...... سانپ اور انسان کی ملی جلی بو اسی ٹیلے کے اندر سے آ رہی تھی...... یہ وہ ٹیلہ تھا جس کے اندر ایک غار میں جادوگرنی کندلی کی وہ کوٹھڑی تھی، جہاں زمین میں شہریار پتھر کے سانپ کی شکل میں دفن تھا...... انسان اور سانپ کی ملی جلی بو شہریار کے پتھر کے سانپ میں سے نکل رہی تھی...... اس میں سانپ کی بو کے ساتھ شہریار کے جسم کی بو بھی شامل تھی جو پتھر کے سانپ کے اندر بے ہوشی کی حالت میں موجود تھا...... یہ یاد رہے کہ شہریار کی یادداشت جادوگرنی کندلی نے غائب کر دی تھی۔

پالی سپیرن نے تھوڑی سی تلاش کے بعد ٹیلے کے اندر جانے والا ایک خفیہ راستہ تلاش کر لیا...... انسان اور سانپ کی بو اسی جگہ سے باہر نکل رہی تھی...... یہ ایک غار کا منہ تھا...... سپیرن اس میں داخل ہو گئی...... غار میں تھوڑی دُور چلنے کے بعد وہ جادوگرنی کندلی کی کوٹھڑی میں پہنچ گئی۔ بو اس کوٹھڑی سے آ رہی تھی...... سپیرن پالی نے اِدھر اُدھر دیکھا...... اسے کسی جگہ کوئی سانپ یا انسان دکھائی نہ دیا...... وہ سانپ انسان کی بو لیتی کونے میں ایک جگہ بیٹھ گئی...... انسان اور سانپ کی ملی جلی بو اس جگہ زمین سے آ رہی تھی...... پالی سپیرن سمجھ گئی کہ یہ شکتی والا سانپ اس وقت انسان کے رُوپ میں نہیں بلکہ سانپ کے رُوپ میں زمین کے اندر موجود ہے...... اس نے فرش کی مٹی ہٹانی شروع کر دی۔

فرش کچا تھا اور جادوگرنی کندلی نے کچھ ہی دیر پہلے زمین کھود کر شہریار کے پتھریلے سانپ کو وہاں دفن کیا تھا...... پالی سپیرن نے گڑھا دوبارہ کھود لیا...... اس کے ہاتھ کسی پتھر کی شے سے ٹکرائے...... اس نے اسے باہر نکال لیا اور یہ دیکھ کر حیران

ہوئی کہ وہ ایک پتھر کا سانپ تھا جو ایک بالشت کے برابر تھا...... پالی سپیرن نے اسے ناک کے پاس لے جاکر سونگھا...... اس کے اندر سے انسان کی بڑی صاف بو آ رہی تھی۔ سپیرن خوشی سے باغ باغ ہو گئی۔

اسے یقین ہو گیا کہ یہ وہی سانپ ہے جو سو سال تک زندہ رہنے کے بعد شکتی وان ہو گیا ہے اور انسان سے سانپ اور سانپ سے انسان بن سکتا ہے...... وہ حیران تھی کہ اسے پتھر کے بت میں کس نے تبدیل کر دیا ہے، مگر یہ ان باتوں کے سوچنے کا وقت نہیں تھا...... اس نے پتھر کے سانپ کو جلدی سے اپنی پٹاری میں ڈالا اور تیز تیز قدموں سے چلتی غار سے باہر نکلی اور اپنے گاؤں کی طرف چل دی جہاں سپیروں کی چھوٹی سی بستی تھی اور جہاں پالی سپیرن کا جھونپڑا تھا۔

پالی سپیرن شہریار کے سانپ کو لے کر سپیروں کی بستی میں واقع اپنے جھونپڑے کی طرف جا رہی تھی اور دوسری طرف جادوگرنی کندلی نرگنی مورتی کی دیوی سے ملکر اپنے جنگل والے خفیہ ٹھکانے کی طرف واپس روانہ ہو چکی تھی۔ جیسے ہی وہ اپنی کوٹھڑی میں پہنچی یہ دیکھ کر اس کے ہوش اُڑ گئے کہ کونے میں فرش کی مٹی کھدی ہوئی تھی اور شہریار کا پتھر کا سانپ غائب تھا...... وہ دیوانوں کی طرح اسے تلاش کرنے لگی...... اس نے کوٹھڑی کے چاروں کونوں میں فرش کھود ڈالا کہ شاید اس نے وہاں پتھر کے سانپ کو دفن کیا ہوا ہو، مگر پتھر کا سانپ اسے کہیں نہ ملا۔

کندلی جادوگرنی گھبرا کر کوٹھڑی کے غار سے نکل کر جنگل میں آ گئی...... جنگل میں بھی اس نے شہریار کے سانپ کو جگہ جگہ تلاش کیا، لیکن اسے کہیں بھی اپنا گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا...... وہ اسی پریشانی کی حالت میں سیدھی کالی ڈائن کے ٹھکانے پر جا پہنچی...... کالی ڈائن آسیب زدہ کوٹھڑی کے اندر جھولے پر بیٹھی جھولا جھول رہی تھی......

جادوگرنی کندلی نے رندھی ہوئی آواز میں بتایا کہ شہریار والا سانپ غائب ہو گیا ہے۔

"تم نے اسے کہاں رکھا تھا؟" کالی ڈائن نے جھولے کو روکتے ہوئے پوچھا۔

کندلی نے کہا۔

"میں نے اسے کوٹھڑی میں زمین کھود کر دفن کیا تھا اور خود نرگنی دیوی کا شکریہ ادا کرنے چلی گئی تھی...... واپس آ کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا...... دیوی! میری مدد کرو اور مجھے بتاؤ کہ میرے دشمن کو کون چرا کر لے گیا ہے۔

کالی ڈائن نے غراتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری نوکرانی نہیں ہوں کہ تمہارے دشمن کو تلاش کرتی پھروں...... میں نے دیوی نرگنی کے حکم کی پالنا کرتے ہوئے تمہارا دشمن تمہارے حوالے کر دیا تھا...... تمہیں اس کی حفاظت کرنی چاہئے تھی...... اب میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی...... جاؤ، اسے خود ہی تلاش کرو۔"

اتنا کہہ کر کالی ڈائن جھولے کو آہستہ آہستہ جھلانے لگی...... کندلی جادوگرنی کالی ڈائن کی غراہٹ سے خوفزدہ ہو گئی تھی...... وہ سمجھ گئی کہ اب وہ اس کی مدد نہیں کرے گی اور اگر اس نے زیادہ اصرار کیا تو کالی ڈائن اس پر حملہ کر دے گی...... وہ چپکے سے وہاں سے واپس چل دی، لیکن وہ سخت پریشان اور گھبرائی ہوئی تھی...... اس کا وہ دشمن جو کسی بھی وقت کسی بھی جگہ ایک ہیولا بن کر اچانک اس پر جھپٹ کر اس کو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا، اس کے ہاتھ سے ایک بار پھر نکل گیا تھا...... اگرچہ مردوں کو زندہ کرنے والا جادوئی نسخہ کندلی جادوگرنی کے ہاتھ آ گیا تھا، مگر اس کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ یہ نسخہ اس کے کام نہیں آ سکتا تھا...... اگر شہریار کا ہیولا اس کے سینے میں ہاتھ ڈال کر اس کے دل کی دھڑکن کو ساکت کر کے اسے مار ڈالے اور وہ مر جائے تو وہ جادوئی نسخے کا منتر پڑھ کر اپنے اوپر نہیں پھونک سکتی تھی اور اپنے آپ کو زندہ نہیں کر سکتی تھی، کیونکہ اس کے لئے شرط تھی کہ مردے پر منتر پڑھنے والا خود زندہ ہو...... خود نہ مر چکا ہو، کیونکہ مردہ منتر نہیں پڑھ سکتا تھا...... کندلی جادوگرنی کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور جس عذاب میں وہ پھنس گئی تھی اس کا حل کہاں سے

تلاش کرے...... صرف نرگنی مورتی کی دیوی ہی رہ گئی تھی جو اسے اس مصیبت میں اس کی کچھ مدد کر سکتی تھی۔

چنانچہ وہ فوراً اجنتا غار میں نرگنی کے چرنوں میں جا پہنچی اور اسے ساری بات بیان کی۔ نرگنی مورتی نے سن کر کہا۔

"کندلی! یہ کشٹ تمہارے بھاگیہ (قسمت) میں لکھا ہوا تھا...... یہ تمہیں بھوگنا (اٹھانا) ہی پڑے گا، کیونکہ اب میرے لئے بھی یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ شہریار والا سانپ کون لے گیا ہے۔"

کندلی جادوگرنی شدید مایوسی کے عالم میں اپنی گردن دائیں بائیں ہلانے لگی۔ بولی۔

"نرگنی ماتا! تیرے سوا اس وقت میری مدد کرنے والا دوسرا کوئی نہیں، مجھے کوئی راستہ بتاؤ کہ میں کیا کروں۔"

نرگنی دیوی تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہنے لگی۔

"مجھے موقع دو کہ میں تمہارے دشمن کا کھوج لگانے کی کوشش کر سکوں...... ابھی تم ایسا کرو کہ اپنے آپ کو کسی ایسی جگہ چھپا لو جہاں شہریار تمہیں تلاش نہ کر سکے، کیونکہ اگر وہ اپنی ایمان کی طاقت کی وجہ سے تمہاری قید سے آزاد ہوا ہے تو وہ ضرور تمہیں ختم کرنے آئے گا۔"

کندلی جادوگرنی نے کہا۔

"دیوی ماتا! تم ہی مجھے کوئی ایسی جگہ بتاؤ کہ جہاں شہریار کا ہیولا مجھ تک نہ پہنچ سکے، کیونکہ ہیولا بن جانے کے بعد اس کے اندر بڑی طاقت پیدا ہو گئی ہے اور وہ کہیں بھی مجھے تلاش کر سکتا ہے۔"

نرگنی مورتی نے کہا۔

"تم ایسا کرو کہ ایلورا کے پرانے غاروں میں سے کسی غار میں اپنے آپ کو پتھر کی

مورتی بنا کر دیوار میں دوسری مورتیوں کے ساتھ کھڑی ہو جاؤ...... شہریار کا ہیولا تمہاری کھوج میں اگر وہاں پہنچ بھی گیا اور اس نے تمہیں پہچان بھی لیا تو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، کیونکہ تم پتھر کی مورتی بن چکی ہو گی اور وہ پتھر کی مورتی کے سینے میں ہاتھ ڈال کر تمہیں ہلاک نہیں کر سکے گا۔"

کندلی کو یہ تجویز پسند آئی......اس نے کہا۔

"دیوی ماتا! میں ایسا ہی کروں گی، مگر میں کب تک وہاں مورتی بنی رہوں گی۔"

نرگنی دیوی بولی۔

"میں اتنے میں اپنی بدروحوں کو شہریار کے ہیولے کی تلاش میں روانہ کر دوں گی، جیسے ہی انہوں نے اسے اپنے قبضے میں کیا میں تمہیں ایلورا غار میں خبر بھجوا دوں گی...... تم اسی وقت پتھر کی مورتی سے اپنی اصلی شکل میں واپس آ جانا اور سیدھی میرے پاس چلی آنا...... میں تمہارا دشمن جس کو میں نے پتھر کی مورتی بنا دیا ہو گا تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

کندلی جادوگرنی کو کچھ تسلی ہو گئی...... کہنے لگی۔

"دیوی ماتا! میں تمہاری ابھاری (شکر گزار) ہوں کہ تم نے مجھے اندھیرے میں راستہ دکھا دیا...... میں ابھی ایلورا کے غاروں میں جاتی ہوں اور اس کے سب سے گہرے اور تاریک غار میں دوسری مورتیوں کے ساتھ پتھر کی مورتی بن کر کھڑی ہو جاتی ہوں۔"

جادوگرنی نے نرگنی دیوی کو سر جھکا کر پرنام کیا اور وہاں سے سیدھی ایلورا کے غاروں میں آ گئی...... ایلورا کے غار بھارت کے شہر بمبئی کے سمندر میں کچھ فاصلے پر ہیں...... ان غاروں میں بھی اجنتا کے غاروں کی طرح ڈھائی ہزار سال پرانی مورتیاں دیواروں کو کھود کر بنائی گئی ہیں۔ ان غاروں میں دیواروں پر رنگین دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بھی بنی ہوئی ہیں...... کندلی جادوگرنی ایلورا کے سب سے گہرے اور سب سے

تاریک غار میں آکر ایک جگہ دیوار پر دوسری مورتیوں کے ساتھ اپنے کالے جادو کی طاقت سے پتھر کی مورتی بن کر کھڑی ہو گئی۔

یہ کادمبری کی سات دن کی پوجا کا آخری دن تھا۔

ہم کادمبری کو کیلاش پربت کے شومندر میں چھوڑ کر آئے تھے جہاں اس نے شہریار کے پتھریلے سانپ کے دونوں ٹکڑوں کو رومال میں باندھ کر مندر کے تالاب میں ڈال دیا تھا..... سوامی گندھرو نے اسے کہا تھا۔

''شہریار کے دونوں ٹکڑوں کو شوجی کے مندر کے تالاب میں ڈال کر سات دن تک مندر میں پوجا پاٹھ کرو..... پھر آٹھویں روز صبح صبح اسے تالاب میں سے نکال لینا۔ شہریار کے دونوں ٹکڑے آپس میں جڑ گئے ہوں گے..... پھر تم ان ٹکڑوں کو میرے پاس لے آنا..... میں اپنی خاص شکتی سے اسے واپس اس کی اصلی انسانی شکل میں واپس لے آؤں گا۔''

شوجی کے مندر میں پوجا پاٹھ کرتے کادمبری کو چھ دن پورے ہو گئے تھے اور ساتواں دن گزر رہا تھا..... ساتویں دن کی رات کو بھی کادمبری مندر کی کوٹھڑی میں بیٹھی پوجا پاٹھ میں مصروف رہی..... جب رات کا پچھلا پہر گزر گیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر سحر کی نیلی روشنی نمودار ہونے لگی تو سوامی جی کے حکم کے مطابق کادمبری مندر کے تالاب پر آگئی..... سخت سردی پڑ رہی تھی..... ہر طرف دھند پھیلی ہوئی تھی..... اس وقت تالاب کے آس پاس کوئی نہیں تھا..... کادمبری اس وقت زندہ عورت کے رُوپ میں تھی، اس نے فوراً ایک بدرُوح کا رُوپ دھارا اور شہریار کے پتھریلے سانپ کو نکالنے کے لئے تالاب میں اتر گئی۔ اس نے سانپ کے دونوں ٹکڑے تالاب کے کونے میں ڈالے تھے..... وہ اس طرف تالاب میں اتری تھی، نیچے گئی تو یہ دیکھ کر اس کا دل دھک سے رہ گیا کہ وہاں سانپ کے ٹکڑوں والا نہ تو رومال کا ٹکڑا تھا اور نہ ہی سانپ کے جڑے ہوئے ٹکڑے تھے..... اس نے پریشانی میں سارے تالاب

کو کھنگال ڈالا مگر سانپ وہاں پر ہوتا تو اسے ملتا۔

کادمبری گھبرا کر تالاب سے باہر نکل آئی اور وہاں سے سیدھی سوامی گندھرو جی کے غار میں پہنچ گئی..... سوامی گندھرو حسب معمول صبح صبح گیان دھیان میں مصروف تھے..... کادمبری ان کے چرنوں میں بیٹھ گئی..... وہ سخت اضطراب کی حالت میں تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ شہریار والا پتھریلا سانپ کون لے گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد سوامی جی نے آنکھیں کھول کر کادمبری کو دیکھا تو وہ ہاتھ باندھ کر بولی۔

''سوامی مہاراج! مندر کے تالاب میں شہریار کے سانپ کی مورتی غائب ہو گئی ہے۔''

سوامی گندھرو ایک لمحے کے لئے خاموش نظروں سے کادمبری کو تکتے رہے..... پھر بولے۔

'' کادمبری! تیرا دشمن تجھ سے زیادہ شکتی وان (طاقتور) ہے..... وہی شہریار کی ناگ مورتی کو نکال کر لے گیا ہے۔''

کادمبری نے کہا۔

''مہاراج! یہ کام سوائے کندلی جادوگرنی کے دوسرا کوئی نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کو شہریار سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔''

سوامی گندھرو بولے۔

''ہاں..... تم ٹھیک کہتی ہو، یہ اسی کا کام ہے۔''

کادمبری نے کہا۔

''سوامی مہاراج! میں شہریار کو اب کہاں تلاش کروں؟ جادوگرنی تو بھگوان جانے اسے کہاں کی کہاں لے گئی ہو گی..... ہو سکتا ہے اس نے شہریار کے سانپ کی مورتی کو توڑ پھوڑ کر اس کے ٹکڑے میدانوں اور پہاڑوں میں بکھیر دیئے ہوں..... اگر ایسا ہو گیا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گی، کیونکہ صرف میری وجہ سے شہریار پر

یہ آفت نازل ہوئی ہے، اگر میں اسے دھوکے سے سردار شنکر راؤ کے حوالے نہ کرتی تو آج اس کی یہ حالت نہ ہوتی۔"

سوامی گندھرو کہنے لگی۔

"میں تمہیں یہ تو نہیں بتا سکتا کہ شہریار کہاں ہے اور کس حالت میں ہے، لیکن تمہیں جادوگرنی کندلی کے خفیہ ٹھکانے کا پتہ ضرور بتا سکتا ہوں...... تم وہاں جا کر شہریار کا کھوج لگانے کی کوشش کرو، کیونکہ میرا دل کہتا ہے کہ وہی اس کے سانپ کی مورتی کو جس کے ٹکڑے آپس میں جڑ چکے ہوں گے تالاب میں سے نکال کر لے گئی ہے۔"

کادمبری نے کہا۔

"میں اسی وقت کندلی جادوگرنی کے ٹھکانے پر جاتی ہوں...... آپ مجھے بتا دیجئے کہ یہ منحوس جادوگرنی کہاں رہتی ہے۔"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"مدھیہ پردیش میں دریائے کرشنا کے کنارے شہر گوالیار سے دو کوس کی دُوری پر ایک گھنا سیاہ جنگل ہے جہاں دن کے وقت بھی اندھیرا چھایا رہتا ہے...... اس جنگل میں ایک جگہ ایک ٹیلہ ہے...... اس ٹیلے کے اندر کندلی جادوگرنی کا خفیہ ٹھکانہ ہے۔"

کادمبری سوامی گندھرو کے چرن (قدم) چھو کر سیاہ جنگل کے سفر پر روانہ ہو گئی...... دن کافی نکل آیا تھا، جب وہ دریائے کرشنا کے اوپر سے گزر رہی تھی...... دریا کے دوسرے کنارے پر ایک گھنا جنگل اسے نظر پڑا...... وہ اس میں داخل ہو گئی...... جنگل اس قدر گھنا اور تاریک تھا کہ دن کی روشنی وہاں نہیں پہنچ رہی تھی اور اندھیرا سا چھایا ہوا تھا...... کادمبری بدرُوح کے رُوپ میں تھی...... اسے سب کچھ نظر آ رہا تھا...... تلاش کرتے کرتے جنگل کے وسط میں وہ ایک چھوٹے سے ٹیلے کے پاس آ کر رُک گئی...... وہ سوچنے لگی یہی وہ ٹیلہ ہو سکتا ہے جس کے کسی غار میں جادوگرنی کندلی کا خفیہ ٹھکانہ ہے۔

کادمبری سوامی گندھرو کے چرن (قدم) چھو کر سیاہ جنگل کے سفر پر روانہ ہو گئی، دن کافی نکل آیا تھا جب وہ دریائے کرشنا کے اُوپر سے گزر رہی تھی...... دریا کے دوسرے کنارے پر ایک گھنا جنگل اسے نظر پڑا...... وہ اس میں داخل ہو گئی۔ جنگل اس قدر گھنا اور تاریک تھا کہ دن کی روشنی وہاں نہیں پہنچ رہی تھی اور اندھیرا سا چھایا ہوا تھا...... کادمبری بدرُوح کے رُوپ میں تھی...... اسے سب کچھ نظر آ رہا تھا...... تلاش کرتے کرتے جنگل کے وسط میں وہ ایک چھوٹے سے ٹیلے کے پاس رُک گئی...... وہ سوچنے لگی یہی وہ ٹیلہ ہو سکتا ہے جس کے کسی غار میں جادوگرنی کندلی کا خفیہ ٹھکانہ ہے۔

تھوڑی سی تلاش کے بعد اسے ٹیلے کے اندر جانے کا خفیہ راستہ مل گیا...... وہ اس راستے میں سے ہو کر ٹیلے کے غار میں آ گئی...... غار میں گھپ اندھیرا تھا...... چند قدم چلنے کے بعد اسے دائیں جانب ایک کوٹھڑی دکھائی دی جس کا دروازہ بند تھا...... وہ بند دروازے میں سے گزر کر کوٹھڑی میں داخل ہو گئی...... اس نے دیکھا کہ کوٹھڑی کا فرش جگہ جگہ سے کھدا ہوا تھا اور مٹی کی ڈھیریاں لگی ہوئی تھیں...... یہ فرش کندلی جادوگرنی نے شہریار کو تلاش کرتے ہوئے کھود ڈالا تھا...... کادمبری دروازے کے پاس کھڑی بڑے غور سے مٹی کی ڈھیریوں اور کھدے ہوئے چھوٹے چھوٹے گڑھوں کو دیکھ رہی تھی...... دیوار پر لگی ہوئی بندروں اور انسانوں کی کھوپڑیوں کو دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی کہ یہی کندلی جادوگرنی کی کوٹھڑی ہے، مگر وہ وہاں نہیں تھی۔

کادمبری نے شہریار کے پتھریلے سانپ کو بھی ہر طرف تلاش کیا، مگر وہ بھی اسے کسی جگہ نہ ملا...... اس کا مطلب یہ ہے کہ کندلی جادوگرنی شہریار کے جڑے ہوئے پتھر کے سانپ کو لے کر کسی دوسری جگہ چلی گئی ہے...... کادمبری نے اپنے آپ سے کہا اور ایک طرف بیٹھ کر سوچنے لگی کہ کندلی جادوگرنی شہریار کو کہاں لے گئی ہو گی؟ اسے صرف ایک ہی ڈر تھا کہ کہیں کندلی نے شہریار سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل کرنے کے واسطے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے انہیں میدانوں اور پہاڑوں

میں نہ بکھیر دیا ہو...... اگر اس نے ایسا کر دیا ہے تو پھر کادمبری کے واسطے بھی شہریار کو تلاش کرنا ناممکن تھا...... دوسری طرف اس کو یہ فکر بھی لگی ہوئی تھی کہ وہ اپنے پرانے اور خطرناک دشمن کریہہ المنظر بھتنے شنکر راؤ کے علاقے میں تھی...... اگر اس کی چھوڑی ہوئی بدروحوں نے اسے دیکھ لیا تو وہ اسے اسی وقت اپنے قابو میں کر لیں گی اور اسے شنکر راؤ کے پاس لے جائیں گے...... اس طرح کادمبری کو اپنی جان کی بھی فکر تھی...... کافی دیر سوچنے کے بعد اس نے آخر سوامی گندھرو کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ اسی لمحے کوٹھڑی سے نکلی اور جنگل میں سے ہوتی ہوئی دریا کے کنارے پہنچ کر غائب ہو کر کیلاش پربت آ گئی...... وہاں سے وہ سیدھی سوامی جی کی غار والی گپھاہ میں پہنچ کر سوامی جی کے آگے سر جھکا کر بولی۔

"سوامی مہاراج! مجھے کندلی جادوگرنی کا ٹھکانہ مل گیا تھا، میں نے وہاں اسے ہر جگہ تلاش کیا، مگر نہ وہ کہیں نظر آئی اور نہ ہی مجھے شہریار کی سانپ کی مورتی ہی ملی ہے۔ میں واپس آپ کے چرنوں میں آ گئی ہوں، کیونکہ جس جنگل میں کندلی جادوگرنی کا خفیہ ٹھکانہ ہے وہ علاقہ سردار بھتنے شنکر راؤ کا علاقہ ہے اور اس کی بدروحیں ضرور وہاں مجھے تلاش کرتی ہوں گی...... اس لئے وہاں سے واپس آپ کے پاس آ گئی ہوں...... آپ مجھے بتائیں کہ میں شہریار کو کہاں تلاش کروں؟"

سوامی گندھرو کہنے لگے۔

"کادمبری! تم ابھی کچھ دن شو مندر میں ہی رہو...... یہاں تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا، تم میری رکھشا میں ہوگی...... میں اپنے ایک گندھرو کو کندلی جادوگرنی کا کھوج لگانے کے لئے آج ہی روانہ کر دیتا ہوں، جب تک وہ واپس نہ آئے تم یہاں سے کہیں نہ جانا۔"

کادمبری نے کہا۔

"مہاراج! میں آپ کے حکم پر عمل کروں گی۔"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"جاؤ تم شوجی کے مندر میں چلی جاؤ۔"

کادمبری اسی وقت سوامی گندھرو کی گپھاہ سے نکل کر شوجی کے مندر میں تالاب کے پاس اسی کوٹھڑی میں آ گئی جہاں اس نے سات دن پوجا پاٹھ میں گزارے تھے...... کادمبری کو کیلاش پربت کے شوجی کے مندر میں چھوڑ کر ہم پالی سپیرن کی طرف آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ جب شہریار کے جڑے ہوئے پتھر کے سانپ کو لے کر اپنی سپیروں کی بستی میں گئی تو اس نے کیا کیا۔

پالی سپیرن نے اپنی جھونپڑی میں آ کر شہریار کے پتھر کے سانپ کی پٹاری دوسری پٹاریوں کے ساتھ کونے میں رکھ دی اور خود باہر آ گئی...... بستی کی سپیرنوں اور سپیروں نے اس کو دیکھا تو اس سے پوچھنے لگے کہ اس نے جنگل میں کوئی سانپ پکڑا یا نہیں؟ پالی نے کہا۔

"آج میری قسمت میں کوئی سانپ پکڑنا نہیں تھا، میں نے سارا جنگل چھان مارا مگر کوئی سانپ نہیں ملا۔"

وہ کچھ دیر دوسری سپیرنوں کے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہی...... اس نے کسی کو نہیں بتایا کہ آج اس کی قسمت کھل گئی ہے اور اس کے ہاتھ وہ شکتی وان سانپ لگا ہے جس کی خواہش ساری عمر سپیرے کرتے رہتے ہیں، مگر وہ کسی کو نہیں ملتا...... یعنی وہ سانپ کو جو سانپ سے انسان کا روپ بھی دھار سکتا تھا اور انسان سے دوبارہ سانپ کے روپ میں آ سکتا تھا۔

❁ ❁ ❁

سپیرن پالی کے پاس سانپوں کا علم بہت تھا جو اسے اس کے باپ نے سکھایا تھا۔ وہ تھوڑی بہت سانپوں کی زبان بھی بول اور سمجھ لیتی تھی، مگر اس کے پاس اتنی جادوئی طاقت نہیں تھی کہ وہ پتھر کے سانپ کے اندر بے ہوش پڑے شہریار کو دیکھ سکتی، مگر وہ اسے زندہ سانپ یا انسان کے رُوپ میں دیکھنے کو بے تاب تھی...... اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کرے...... اس نے آج تک کبھی ایسا سانپ نہیں دیکھا تھا کہ جس میں سے سانپ کے علاوہ انسان کی بھی بو آتی ہو اور وہ شکتی وان سانپ ہو...... اور پالی یہ معمہ جلد سے جلد حل کرنا چاہتی تھی۔

اتنا اسے یقین تھا کہ اس پتھر کے سانپ کے اندر انسان موجود ہے...... اچانک اسے ایک ترکیب سوجھی...... وہ پتھر کے سانپ کی پٹاری لے کر بستی سے دُور نکل گئی، ایک ویران جگہ پر آ کر اس نے سوکھی گھاس جمع کر کے انہیں آگ لگائی اور پتھر کے سانپ کو اس کے قریب کر دیا...... پتھر کا سانپ گرم ہونے لگا۔ اس کے اندر بے سدھ پڑے شہریار کے ہیولے کو گرمی پہنچی تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور اپنی انسانی آواز میں پوچھا۔

"مجھے آگ میں کون جلا رہا ہے؟ مجھے یہاں سے باہر نکالو۔"

سپیرن پالی نے پتھر کے سانپ کے اندر سے آتی انسان کی آواز سنی تو بولی۔

"مہاراج! کیا تم شکتی وان سانپ ہو؟"

اس کے ساتھ ہی سپیرن نے پتھر کے سانپ کو آگ سے پرے ہٹا دیا...... شہریار کی آواز آئی۔

"میں نہیں جانتا...... مہارانی لیلاوتی کہاں ہے؟"

سپیرن بولی۔

"مہاراج! یہاں تو کوئی مہارانی لیلاوتی نہیں ہے۔"

"تم کون ہو؟" شہریار نے پوچھا۔

شیطان اور کالی ڈائن نے مل کر شہریار کی ماضی کی یادداشت غائب کر دی تھی...... اب اسے اپنا پچھلا ماضی بالکل یاد نہیں تھا...... سپیرن نے کہا۔

"مہاراج! میں تمہاری والی سپیرن پالی ہوں...... آپ کو کسی نے زمین میں دبا دیا ہوا تھا...... میں وہاں سے آپ کو نکال کر لائی ہوں۔"

شہریار کی آواز آئی۔

"مجھے اس اندھیرے کنوئیں سے باہر نکالو۔"

سپیرن بولی۔

"مہاراج! میں کیسے نکالوں؟ آپ خود کیوں نہیں باہر آ جاتے...... آپ تو شکتی وان سانپ ہیں۔"

شہریار نے کہا۔

"کنوئیں کا منہ بھاری پتھر سے بند ہے...... میں باہر نہیں نکل سکتا...... میرا دم گھٹ رہا ہے...... مہارانی لیلاوتی سے کہہ کہ وہ مجھے باہر نکالے۔"

سپیرن پالی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اتنے زبردست شکتی وان سانپ کو کس نے پتھر بنا کر اس کے اندر بند کر دیا ہے...... وہ کہنے لگی۔

"مہاراج! آپ مت گھبرائیں...... میں کوئی اپائے (علاج) کرتی ہوں۔"

پالی نے پتھر کے سانپ کو پٹاری میں بند کیا اور اپنی جھونپڑی میں واپس آگئی۔ اس نے پٹاری ایک کونے میں رکھ کر اُوپر پرانے کپڑے ڈال دیئے اور سوچنے لگی کہ اسے کیا کرنا چاہئے کہ کسی طرح یہ شکتی وان سانپ زندہ سانپ کی شکل اختیار کر سکے اور سپیرن اس سے زمین میں دفن شدہ خفیہ خزانوں کا راز معلوم کر کے دولت مند بن جائے......

اسے اچانک اپنے تایا بچن سپیرے کا خیال آگیا...... بچن سپیرے کے پاس سانپوں کا اتنا علم تو نہیں تھا جتنا پالی سپیرن اور اس کے باپ کے پاس تھا، مگر وہ اس کو اپنا ہم راز بنا کر اس سے مشورہ ضرور لے سکتی تھی۔ پالی کو اپنے تایا بچن پر بڑا بھروسہ تھا...... وہ بھی پالی سپیرن کو اپنی بیٹی کی طرح پیار کرتا تھا۔

بچن سپیرا دریا پار ایک جھونپڑی میں رہتا تھا...... پالی سپیرن پٹاری کندھے پر ڈال کر اپنے تایا بچن سپیرے کے پاس جا پہنچی...... اس نے پٹاری کھول کر پتھر کا سانپ نکال کر بچن کے آگے رکھ دیا اور بولی۔

”تایا! اس کو سونگھ کر دیکھو...... تمہیں اس میں کوئی انوکھی شے محسوس ہوتی ہے کہ نہیں؟“

بچن سپیرے نے پتھر کے سانپ کو اپنے ناک کے قریب لا کر سونگھا تو اس کی آنکھیں ایک دم روشن ہو گئیں...... کہنے لگا۔

”بیٹی! اس میں سے تو انسان کی بو آرہی ہے، ہو نہ ہو یہ شکتی وان سانپ ہے۔“

”مگر تایا اس کو پتھر کا سانپ کس نے بنا دیا؟“ پالی نے پوچھا۔

بچن بولا۔

”یہ مجھے معلوم نہیں۔“

”تایا! کیا یہ پھر سے زندہ نہیں ہو سکتا؟“ پالی نے پوچھا۔

بچن سر کھجاتے ہوئے بولا۔

”بیٹی! تم اسے میرے پاس چھوڑ جاؤ...... میں آدھی رات کو اس پر ناگ منتر

پھونکوں گا۔ ہو سکتا ہے یہ زندہ ہو جائے۔“

پالی سپیرن نے بچن سپیرے کو نہیں بتایا تھا کہ اس نے پتھر کے سانپ کے اندر چھپے ہوئے انسان سے باتیں کی ہیں...... وہ یہ راز کسی کو نہیں بتانا چاہتی تھی...... دوسری طرف بچن سپیرے نے بھی پالی سپیرن کے آگے جھوٹ بولا تھا کہ وہ آدھی رات کو پتھر کے سانپ پر ناگ منتر پھونکے گا...... اصل میں بچن سپیرا بے حد لالچی اور خود غرض انسان تھا...... اس کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ شکتی وان سانپ ہے اور اس کی بدولت وہ زمین میں دبے ہوئے راجوں مہاراجوں کے خفیہ خزانوں کی دولت حاصل کر سکتا ہے...... اس نے اپنے دماغ میں ایک منصوبہ سوچ لیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے، چنانچہ جب پالی سپیرن اس کے پاس پتھر کے سانپ کی پٹاری چھوڑ کر چلی گئی تو بچن سپیرے نے پٹاری تھیلے میں ڈال کر تھیلا کندھے سے لٹکایا اور جھونپڑی سے نکل کر ایک طرف روانہ ہو گیا۔

بچن سپیرے نے ایک بوڑھے مدراسی سپیرے سے سن رکھا تھا کہ اگر شکتی وان سانپ پتھر کی مورتی کے رُوپ میں ہاتھ آجائے تو اسے ترچنا پلی کے کالے ناگ کی گپھا میں تین دن تین راتیں رکھنے سے وہ زندہ سانپ کی شکل اختیار کر لے گا اور پھر وہ زمین میں دبے ہوئے خزانوں کے راز بتا دے گا...... بچن سپیرے کو بوڑھے مدراسی سپیرے کی یہ بات یاد تھی، چنانچہ وہ پتھر کے سانپ کو لے کر ریل گاڑی میں بیٹھ گیا...... ریل گاڑی نے اسے دوسرے روز ترچنا پلی پہنچا دیا...... بچن سپیرے کو معلوم تھا کہ کالے ناگ کی گپھا ترچنا پلی ریلوے سٹیشن سے دو کوس دُور ایک ٹیلے کے اندر ہے۔

اس گپھا میں کسی زمانے میں ایک بہت بڑا کالا ناگ رہا کرتا تھا...... ہندو لوگ اس کی پوجا کرنے آیا کرتے تھے...... وہ کسی کو کچھ نہیں کہتا تھا...... لوگ اس کے آگے دودھ کے کٹورے رکھتے اور وہ دودھ پی لیتا تھا...... کچھ عرصے کے بعد یہ کالا ناگ مر گیا۔ لوگوں نے بھی گپھا میں آنا چھوڑ دیا اور گپھا ویران ہو گئی...... لوگوں میں یہ

بات مشہور ہوگئی کہ کالے ناگ کی گپھاہ میں ایک چڑیل نے بسیرا کرلیا ہے...... اس کے بعد تو لوگ ڈر کے مارے گپھاہ کے قریب سے بھی نہیں گزرتے تھے...... بچن سپیرے کے سر پر دولت مند بننے کا بھوت سوار تھا...... وہ چڑیل کے آسیب کی پروا کئے بغیر کالے ناگ کی گپھاہ میں پہنچ گیا۔

ویران گپھاہ پر آسیب زدہ ویرانی چھائی ہوئی تھی...... چھت اور دیواروں پر جالے لٹک رہے تھے...... اسے دو ایک جگہ انسانی ہڈیاں بھی پڑی ہوئی ملیں...... اسے ایک لمحے کے لئے چڑیل کے آسیب کا خوف ضرور محسوس ہوا، لیکن وہ جس کام کے لئے وہاں آیا تھا اسے ضرور پورا کرنا چاہتا تھا...... اس کے ہاتھ دُنیا کے خزانوں کی کنجی آگئی تھی...... وہ دولت کے لالچ میں اندھا ہو چکا تھا...... وہ لٹکتے ہوئے جالوں کو ادھر اُدھر ہٹاتا گپھاہ کے اندر اس استھان کے پاس آگیا جہاں کسی زمانے میں کالا ناگ کنڈل مار کر بیٹھا رہتا تھا اور ہندو عورتیں اور مرد اس کے آگے دودھ کے کٹورے رکھا کرتے تھے...... یہ استھان خالی پڑا تھا اور اس پر ایک انچ موٹی مٹی کی تہہ جم چکی تھی...... استھان کے پیچھے ایک چھوٹا سا گڑھا تھا...... بچن سپیرے نے شہریار کے پتھریلے سانپ کو اس گڑھے میں رکھ کر اسے دو ٹوٹی ہوئی اینٹوں سے ڈھک دیا...... اب اسے دو دن اور دو راتیں انتظار کرنا تھا۔

بچن سپیرا کالے ناگ کی گپھاہ سے نکل کر ترچنا پلی شہر کے ایک مندر کی دھرم شالہ میں آگیا...... یہاں اس نے دو راتیں اور دو دن گزارنے تھے...... تیسرے دن اسے گپھاہ میں جاکر شکتی وان سانپ کو زندہ حالت میں وہاں سے نکال کر لے آنا تھا اور پھر اس سے ترچنا پلی کے آس پاس راجاؤں کے دفن شدہ خزانوں کا راز معلوم کرنا تھا۔
بچن سپیرا شام کے وقت پتھر کے سانپ کو گڑھے میں چھپا کر گیا تھا، اس کے جانے کے بعد ویران آسیب زدہ گپھاہ میں سناٹا چھایا رہا...... رات ہونے تک یہ سناٹا اور زیادہ دہشت زدہ ہوگیا...... پتھر کے سانپ کے اندر شہریار ہوش میں آچکا تھا...... جب

پالی سپیرن اسے بچن سپیرے کے پاس چھوڑ کر چلی گئی تھی تو شہریار سمجھ گیا تھا کہ یہ سپیرے اس کی مدد سے زمین میں دبے ہوئے قدیم راجا مہاراجوں کے خفیہ خزانوں کا کھوج لگانا چاہتے ہیں، مگر شہریار کو خود بھی ایسے خزانوں کا علم نہیں تھا...... وہ تو خود ایک عجیب و غریب مصیبت میں مبتلا تھا...... جب بچن سپیرا اسے پٹاری میں بند کر کے کالے ناگ کی گپھاہ کی طرف لے جارہا تھا تو شہریار نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس کی آواز بچن سپیرے نے نہیں سنی تھی...... اس کی آواز وہاں صرف پالی سپیرن ہی سن سکتی تھی...... جب بچن سپیرا شہریار کو پتھر کے سانپ کی شکل میں گڑھے میں بند کر کے چلا گیا تو شہریار صبر شکر کر کے رہ گیا...... اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ آگے اس کے ساتھ کیا گزرنے والی ہے...... شہریار کو کچھ یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ کون ہے...... کہاں سے آیا ہے اور اس حالت میں کیسے پہنچ گیا ہے۔

اسے نہ کریہہ المنظر بھتنا سردار شنکر راؤ یاد تھا، نہ اپنا دوست بونا گندھرو یاد تھا۔ نہ کادمبری یاد تھی اور نہ نرگنی دیوی کا تہہ خانہ یاد تھا، جہاں بدرُوحوں کی رانی نرگنی رات کے وقت اس کے پاس آتی تھی اور صبح ہوتے ہی اسے پتھر کا سانپ بنا کر چلی جاتی تھی...... اسے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ وہاں سے کادمبری اسے نکال کر زمین پر لائی تھی...... اس کو کنڈلی جادوگرنی بھی یاد نہیں رہی تھی جو اس کی جان کی دشمن بنی ہوئی تھی اور اس کو کسی نہ کسی طرح ایسی ترکیب سے ختم کرنا چاہتی تھی کہ وہ ہلاک بھی نہ ہو اور زندہ بھی نہ رہے...... اس کی ماضی کی یادداشت اس کے ذہن سے غائب ہو چکی تھی...... اسے صرف اتنا یاد تھا کہ اس کو کسی نے بے ہوش کر کے جنگل میں پھینک دیا تھا جہاں سے حسین و جمیل مہارانی لیلاوتی اسے اُٹھا کر اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھا کر اپنے شاندار محل میں لے گئی تھی جہاں اس نے عیش و آرام کے ساتھ ایک رات گزاری تھی۔

اب اسے پورا احساس تھا کہ وہ کسی جگہ بے سدھ پڑا تھا...... پھر اس کے اِرد گرد

جیسے آگ کے شعلے اُٹھنے لگے تھے اور اس نے گھبرا کر کہا تھا کہ میں کہاں ہوں جس کے جواب میں کسی لڑکی کی آواز آئی تھی...... مہاراج! میں پالی سپیرن ہوں اور پھر یہ سپیرن اسے لے کر کسی مرد سپیرے کے پاس آ گئی تھی اور وہ سپیرا اسے کسی جگہ لے آیا تھا جہاں اس نے اسے زمین کے اندر ایک گڑھے میں بند کر دیا تھا۔

شہریار اب اپنے پورے ہوش و حواس میں تھا، مگر وہ یہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ اسے کس نے بے ہوش کر کے مہارانی لیلاوتی کے محل سے باہر کسی ویران جگہ پر پھینک دیا تھا...... پالی کی باتوں سے اسے اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ وہ پتھر کے سانپ کے رُوپ میں ہے، لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اسے کس نے پتھر کے سانپ میں بند کر دیا ہے...... وہ اپنے آپ کو ایک تاریک کنواں نما سرنگ میں بند پا رہا تھا جس کا منہ بہت وزنی پتھر سے بند تھا...... وہ سوچ رہا تھا کہ کیا مہارانی لیلاوتی نے ایسا کیا ہے؟ لیکن اسے یقین نہیں آتا تھا کہ مہارانی لیلاوتی اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے گی۔

وہ تو اس سے پیار کرتی تھی...... دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے

شہریار ان ہی پریشان خیالوں میں اُلجھا ہوا تھا کہ اسے ایک دھمک سی سنائی دی...... یہ دھمک پہلے دُور سے آئی تھی پھر آہستہ آہستہ قریب آتی گئی...... یہ دھمک ایسی تھی جیسے کوئی ہاتھی چلا آ رہا ہو...... دھمک اس کے قریب آ کر رُک گئی...... اس کے خیال میں یہ دھمک کی آوازیں اس کنواں نما تاریک سرنگ کے باہر سے آ رہی تھیں...... ایک دو سیکنڈ ہی گزرے تھے کہ شہریار کے ہیولے کو خرخراہٹ کی آواز آنے لگی...... یہ ایسی آواز تھی جیسے کسی کا کسی نے نرخرہ کاٹ دیا ہو...... یہ بڑی کربناک آواز تھی...... پھر یہ آواز بھی غائب ہو گئی...... شہریار کان لگا کر سن رہا تھا، اتنے میں ایک ایسی ہولناک چیخ بلند ہوئی کہ شہریار کا ہیولا بھی کانپ اُٹھا...... اس کے ساتھ ہی اسے اینٹیں اِدھر اُدھر گرنے کی آوازیں آنے لگیں...... پھر جیسے کسی نے دبوچ کر اندھے کنواں نما تاریک غار سے باہر نکال لیا...... وہ ابھی تک اپنے آپ کو اندھیرے میں ہی محسوس کر رہا تھا،

لیکن اسے اب باہر کی چیزیں نظر آنے لگی تھیں...... اس نے دیکھا کہ ایک دہشت ناک ڈراؤنا چہرہ اس پر جھکا ہوا ہے اور اسے اپنی شعلوں کی طرح لال لال آنکھوں سے گھور رہا ہے...... اس ڈراؤنے چہرے کے بال بکھرے ہوئے تھے...... وہ سیاہ فام چہرہ تھا اور کسی انتہائی خونخوار چڑیل کا ڈراؤنا چہرہ تھا۔

یہ کالے ناگ کے گپھاہ کی چڑیل تھی جس نے گپھاہ میں آتے ہی محسوس کر لیا تھا کہ وہاں کوئی دوسری بدرُوح موجود ہے اور اس نے شہریار کے پتھر کے سانپ کو گڑھے میں سے نکال لیا تھا...... چڑیل کو شہریار کا ہیولا پتھر کے سانپ کے اندر صاف نظر آ رہا تھا۔ خونخوار چڑیل نے پتھر کے سانپ کے اندر ہاتھ ڈال کر شہریار کے ہیولے کو پکڑنے کی کوشش کی مگر اس کا ہاتھ پتھر کے سانپ سے ٹکرا کر باہر ہی رہ گیا۔ خونخوار چڑیل نے جھنجلا کر ایک فلک شگاف چیخ ماری اور پتھر کے سانپ کو دونوں ہاتھوں میں دبوچ کر غائب ہو گئی۔

وہاں سے غائب ہو کر خونخوار چڑیل اپنی ایک سہیلی چھپکلی چڑیل کے غار میں نکل آئی...... غار کی ہولناک تاریکی میں ایک عجیب و غریب چڑیل دیوار کے ساتھ چھپکلی کی طرح چمٹی ہوئی تھی...... اس کا دھڑ سیاہ فام عورت کا تھا اور سر چھپکلی کا تھا...... اس کے سارے جسم پر کانٹوں کی طرح کے سیاہ بال اُگے ہوئے تھے...... یہ چھپکلی چڑیل تھی جو دیوار کے ساتھ چھپکلی کی طرح چمٹی ایک سانپ کا نشانہ باندھے بالکل ساکت تھی۔ یہ سانپ اس سے دو فٹ کے فاصلے پر دیوار پر آہستہ آہستہ رینگتا اس کی طرف آ رہا تھا۔ خونخوار چڑیل اسے اسی حالت میں دیکھ کر جہاں نمودار ہوئی تھی وہیں ساکت ہو کر کھڑی ہو گئی...... چھپکلی چڑیل اپنی چھپکلی ایسی لال لال گول گول آنکھوں سے سانپ کو تک رہی تھی اور ذرا سی بھی حرکت نہیں کر رہی تھی...... جیسے ہی سانپ اس کے نشانے کی زد میں آیا چھپکلی چڑیل اُچھل کر آگے بڑھی اور سانپ کو اپنے منہ میں دبوچ کر کھانا شروع کر دیا...... جب وہ سارے سانپ کو نگل چکی تو اس نے چھپکلی والی گردن گھما کر

خونخوار چڑیل کی طرف دیکھا اور چڑیلوں کی زبان میں بولی۔

"تم کیوں آئی ہو؟"

خونخوار چڑیل اسی زبان میں بولی۔

"میں چھپکلی چڑیل کے لئے ایک خاص چیز لائی ہوں...... یہ دیکھو۔"

چھپکلی چڑیل اتنا سن کر دیوار پر سے رینگتی ہوئی اتری اور خونخوار چڑیل کے سامنے کھڑی ہو گئی...... خونخوار چڑیل نے پتھر کا سانپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اسے دیکھو۔"

چھپکلی چڑیل نے پتھر کے سانپ کو اپنے لمبے نوکیلے ناخنوں والے سیاہ ہاتھ میں پکڑا اور اسے دیکھنے لگی۔

"یہ تو پتھر کا سانپ ہے...... اسے میں نہیں کھا سکتی۔"

خونخوار چڑیل بولی۔

"اس کے اندر جھانک کر دیکھو۔"

چھپکلی چڑیل پتھر کے سانپ کو اپنی چھوٹی چھوٹی چھپکلی والی سرخ آنکھوں کے قریب لے آئی...... اس نے دیکھا کہ سانپ کے اندر ایک زندہ انسان ہیولے کی شکل میں موجود تھا اور وہ بھی اس کی طرف سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا...... شہریار نے چھپکلی چڑیل کے ساتھ کھڑی خونخوار چڑیل کو بھی دیکھ لیا تھا، مگر وہ ان کی گفتگو نہیں سمجھ سکا تھا، کیونکہ دونوں چڑیلیں چڑیلوں کی عجیب و غریب خرخراتی چھوٹی چھوٹی پھنکاروں کی زبان میں باتیں کر رہی تھیں...... شہریار چھپکلی چڑیل کو دیکھ کر سہم گیا تھا۔ اس نے ایسی خوفناک چڑیل پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی کہ جس کا دھڑ عورت کا ہو اور سر چھپکلی کا ہو...... چھپکلی چڑیل شہریار کو گھور رہی تھی۔

خونخوار چڑیل بولی۔

"یہ اس سانپ کی بدروح ہے...... اسے اپنے قبضے میں کرو...... اب تمہیں سانپ

کھانے کے لئے دیوار سے چمٹ کر کسی سانپ کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا، نہ ہی تمہیں جنگل میں جا کر زمین کھود کھود کر سانپوں کو تلاش کرنے کی ضرورت رہے گی۔ سانپ کی یہ بدروح زمین کے اندر جا کر خود ہی تمہارے لئے سانپ پکڑ پکڑ کر لے آیا کرے گی اور تم ان سانپوں سے اپنا پیٹ بھر لیا کرو گی۔"

چھپکلی چڑیل کا چھپکلی والا جبڑا کھل گیا اور اس کی لال لال زبان لہرانے لگی...... چھپکلی چڑیل اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھی...... اس نے خونخوار چڑیل سے کہا۔

"میں خوش ہوں...... میں سانپ کی بدروح کو اپنے قابو میں کرنا جانتی ہوں...... اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

چھپکلی چڑیل غصے میں آ گئی۔

خونخوار چڑیل چھپکلی چڑیل کے غضبناک غصے کو خوب جانتی تھی...... اسے معلوم تھا کہ اگر وہ وہاں سے نہ گئی تو چھپکلی چڑیل اس سے چمٹ کر اس کی گردن اُدھیڑ کر اس کا سارا خون پی جائے گی...... خونخوار چڑیل فوراً غائب ہو گئی۔

چھپکلی چڑیل پتھر کے سانپ کو دیر تک گھور کر تکتی رہی...... کسی وقت اس کے چھپکلی والے جبڑے کھل جاتے اور اس کی نوکیلی لال زبان باہر نکل کر لہرانے لگتی اور کسی وقت اس کے منہ سے پھنکاریں نکلنے لگتیں...... پھر وہ غار میں چلنے لگی...... وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی اور چلتے چلتے منہ سے پھنکاروں کی ڈراؤنی آوازیں بھی نکالتی جاتی تھی...... پتھر کا سانپ اس کے ہاتھ میں تھا...... شہریار پتھر کے سانپ کے اندر اندھیرے میں سہما ہوا بیٹھا تھا...... وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ خدا جانے یہ چھپکلی کے سر والی چڑیل اس کے ساتھ کیا کرنے والی ہے۔

چھپکلی چڑیل شہریار کے پتھر کے سانپ کو لے کر ایک اندھیری کوٹھڑی میں آ گئی...... کوٹھڑی میں آگ جل رہی تھی...... چھپکلی چڑیل نے پتھر کے سانپ کو مٹی کی ہانڈی میں ڈال کر ہانڈی آگ کے اوپر رکھ دی اور اپنی زبان میں کچھ بول بول کر

ہانڈی پر پھونکنے لگی...... شہریار کو آگ کی تپش پہنچی تو وہ اُچھل کر ایک طرف ہو گیا، مگر آگ کی تپش اس طرف بھی تھی...... وہ اُچھل کر کبھی ایک طرف جاتا، کبھی دوسری طرف ہو جاتا...... اس کے حلق سے درد و کرب کی آوازیں نکلنے لگیں...... اس نے چلا کر کہا۔

"منحوس چڑیل! تو مجھے کیوں جلا رہی ہے...... میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے؟"

چھپکلی چڑیل انسانوں کی زبان سمجھ اور بول لیتی تھی...... جیسے ہی اس نے ہانڈی میں سے آتی انسان کی آواز سنی، وہ بولی۔

"سانپ کی بدروح! تو میری غلام ہے، تو میرے قبضے میں ہے...... میں تمہیں جو کہوں گی وہ تمہیں کرنا پڑے گا۔"

شہریار نے کرب ناک آواز میں کہا۔

"مجھے آگ میں نہ جلاؤ...... تم جو کہو گی میں کروں گا۔"

اس کے فوراً بعد شہریار کو سکون سا محسوس ہوا...... آگ کی تپش ختم ہو گئی تھی...... چھپکلی چڑیل نے پتھر کے سانپ کو ہانڈی میں سے نکال لیا تھا۔

اس وقت شہریار نے دیکھا کہ وہ ایک بلبلا نما پتلے سے دُھندلے گول دائرے کے اندر بند ہے اور ایک اندھیری کوٹھڑی میں ہے...... فرش پر درمیان میں آگ جل رہی ہے اور اس کے سامنے ڈراؤنی شکل والی سیاہ فام ٹھگنے قد کی عورت کھڑی ہے جس کے سارے جسم پر سیاہ بال کانٹوں کی طرح اُگے ہوئے ہیں اور جس کا دھڑ عورت کا ہے مگر سر چھپکلی کا ہے...... شہریار جس دُھندلے گول دائرے میں بند ہے اسے اس عورت نے ہتھیلی پر اُٹھا رکھا ہے اور شہریار کی طرف اپنی چھپکلی کی گول سرخ بٹنوں ایسی آنکھوں سے ٹکٹکی باندھے تک رہی ہے...... چھپکلی چڑیل نے کہا۔

"اس کوٹھڑی کے نیچے زمین میں ایک زہریلا سانپ رہتا ہے جو کبھی میرے ہاتھ نہیں آیا...... میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ زمین کے اندر جاؤ اور اس زہریلے سانپ کو

پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔"

اور چھپکلی چڑیل نے شہریار کے بلبلے کو فرش پر لڑھکا دیا...... بلبلا چپٹا ہو کر تیر کی مانند ہو گیا اور شہریار اس کے ساتھ ہی زمین میں دھنس کر کوٹھڑی کے فرش میں اُتر گیا...... شہریار کو پہلی بار یہ تجربہ ہوا کہ وہ زمین کے نیچے ایسے تیر رہا ہے جیسے پانی کے اندر تیر رہا ہو...... اس زمین کے نیچے طرح طرح کے پتھر درختوں کی جڑیں اور سینکڑوں قسم کے کیڑے مکوڑے رینگتے نظر آ رہے تھے...... اس نے ان میں ایک کالے سانپ کو دیکھا جو مزے سے کنڈل مارے زمین کے نیچے بیٹھا تھا...... یہی وہ سانپ تھا جسے پکڑنے کے لئے چھپکلی چڑیل نے شہریار کے ہیولے کو بھیجا تھا...... شہریار کے ہیولے کو دیکھ کر کالا سانپ ایک طرف کو بھاگا، لیکن شہریار نے اسے گردن سے پکڑ کر اُٹھا لیا اور زمین سے باہر آ کر چھپکلی چڑیل کو پیش کر دیا۔

چھپکلی چڑیل نے کالے سانپ کو دیکھا تو اس کی آنکھیں چمک اُٹھیں...... بولی۔

"ہاں! یہی وہ زہریلا سانپ ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔"

اور چھپکلی چڑیل نے ایک خونخوار چھپکلی کی طرح سانپ کو منہ میں ڈالا اور اسے نگل گئی...... پھر اس نے شہریار کو ایک ہانڈی میں بند کر کے اُوپر ڈھکن رکھ دیا اور بولی۔

"تم میرے ساتھ جنگل میں چلو گے اور مجھے اور بھی سانپ زمین کے اندر سے پکڑ کر دو گے...... مجھے بڑی بھوک لگی ہے۔"

چھپکلی چڑیل ہانڈی کو اُٹھا کر غائب ہو گئی اور دوسرے لمحے ایک سنسان جنگل میں نمودار ہو گئی...... اس جنگل میں بے شمار اور قسم قسم کے زہریلے سانپ رہتے تھے مگر وہ چھپکلی چڑیل کی بو پاتے ہی زمین کے اندر گھس کر چھپ جاتے تھے اور چھپکلی چڑیل زمین کے اندر نہیں جا سکتی تھی اور بھوکی رہتی تھی...... سانپوں کے جنگل میں آتے ہی چھپکلی چڑیل نے ہانڈی کا منہ کھول دیا اور شہریار کو حکم دیا کہ باہر نکلو اور زمین کے اندر سے سانپ پکڑ کر لاؤ...... شہریار اسی وقت گول پتلے بلبلے میں بند ہانڈی سے نکلا اور چپٹا ہو کر

زمین میں گھس گیا...... زمین کے نیچے جا کر اس نے دیکھا کہ جگہ جگہ نیلے، کالے، پیلے، نسواری اور بھورے چھوٹے بڑے سانپ اِدھر اُدھر رینگ رہے تھے۔ شہریار نے کچھ سانپ پکڑے اور چھپکلی چڑیل کو لا کر دے دیئے...... چھپکلی چڑیل ایک ہی وقت میں اتنے سارے سانپ دیکھ کر خوشی سے جھوم اُٹھی اور سارے کے سارے سانپ ہڑپ کر گئی...... اتنے سارے سانپ کھانے کے بعد اس کے حلق اور پیٹ سے عجیب و غریب آوازیں نکلنے لگی تھیں...... چھپکلی چڑیل نے کہا۔

"اب آدھی رات کو تمہیں میرے ساتھ دوبارہ آنا ہوگا...... مجھے آدھی رات کو پھر بھوک لگ جاتی ہے۔"

چھپکلی چڑیل نے شہریار کو ہانڈی میں بند کیا اور اسے اپنی غار والی گپھا کی کوٹھڑی میں لا کر بند کر دیا اور خود کوٹھڑی کی دیوار سے چھپکلی کی طرح چمٹ کر سو گئی...... شہریار ہانڈی میں بند سوچنے لگا کہ مہارانی لیلاوتی اسے چھوڑ کر کہاں چلی گئی ہے...... اگر وہ اسے چھوڑ کر نہ جاتی تو وہ کبھی اس سانپ کھانے والی چھپکلی چڑیل کے پھندے میں نہ پھنستا...... شہریار کو مہارانی لیلاوتی سے ملنے سے پہلے کا اپنا ماضی بالکل یاد نہیں تھا۔ وہ کون ہے اور کہاں رہتا تھا اور کیسے اس حال تک پہنچا ہے؟ یہ اسے کچھ یاد نہیں تھا...... اس کی یادداشت اس جنگل سے شروع ہوتی تھی جہاں سے وہ ایک جنگل میں پڑا تھا اور مہارانی لیلاوتی اسے اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھا کر اپنے شاندار محل میں لے گئی تھی۔

وہ اُس بات پر ضرور حیران تھا کہ اسے ایک چلتے پھرتے زندہ انسان سے اس قسم کے ہلکے پھلکے ہیولے میں کس نے تبدیل کر دیا ہے، لیکن یہ معمہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... چھپکلی چڑیل نے شہریار کو اپنا قیدی بنا کر رکھ لیا تھا...... وہ صبح دوپہر، شام اور آدھی رات کے وقت شہریار کو ہانڈی میں سے نکل کر سانپوں کے جنگل میں زمین کے اندر بھیج دیتی اور شہریار زمین کے نیچے سے سانپ پکڑ پکڑ کر اسے دیتا جن کو کھا کر چھپکلی اپنی بھوک مٹاتی تھی...... اب چھپکلی کو سانپوں کو تلاش کرنے اور ان کے انتظار میں

چھپکلی کی طرح دیوار کے ساتھ چمٹے رہنے کی ضرورت نہیں تھی...... اس کے دن رات عیش و آرام سے گزرنے لگے تھے۔

مگر شہریار چھپکلی چڑیل کی قید سے فرار ہو جانا چاہتا تھا...... اسے ہر گھڑی مہارانی لیلاوتی کی یاد آتی تھی...... وہ چھپکلی چڑیل کی قید سے بھاگ کر مہارانی کو تلاش کر کے اس کے پاس جانا چاہتا تھا...... ایک دو دفعہ شہریار نے جب وہ زمین کے اندر سانپ پکڑ رہا تھا تو جس بلبلے کے اندر وہ بند تھا اس میں سے نکلنے کی کوشش کی تھی، مگر وہ کامیاب نہیں ہوا تھا، جیسے ہی وہ بلبلے میں سے باہر نکلنے کے لئے اس کی سطح سے ٹکراتا بلبلے کی سطح چٹان سے بھی زیادہ سخت ہو جاتی تھی اور شہریار پیچھے کو گر پڑتا تھا...... اس دوران کدمبری کیلاش پربت کے شومندر میں ہی سوامی گندھرو کے حکم کے مطابق بیٹھی پوجا پاٹھ کر رہی تھی اور کندلی جادوگرنی نرگنی ماتا کی ہدایت پر ایلورا کے سب سے تاریک غار کی دیوار پر بنی ہوئی دوسری مورتیوں کے ساتھ پتھر کی مورتی بن کر کھڑی تھی، کیونکہ شہریار جس سے اس کو جان کا خطرہ تھا ایک بار پھر اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور وہ کسی بھی وقت اس کے ہاتھوں ہلاک ہو سکتی تھی...... کم از کم کندلی جادوگرنی کو ہر گھڑی یہی دھڑکا لگا رہتا تھا، چنانچہ اس کے خوف کو دیکھتے ہوئے نرگنی ماتا نے اسے کہا تھا۔

"کندلی! ہر وقت شہریار کے ہاتھوں موت کے ڈر سے پریشان رہنے کی بجائے تم کچھ وقت کے لئے ایلورا کے غار میں پتھر کی مورتی بن جاؤ...... تمہارا دشمن اس حالت میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا...... اس دوران میں شہریار کا کھوج لگا کر اسے قبضے میں کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔"

چنانچہ کندلی جادوگرنی ایلورا غار میں جا کر پتھر کی مورتی بن گئی تھی اور اجنتا غار کی نرگنی ماتا نے اپنی بدروحوں کو شہریار کی تلاش کے لئے چاروں طرف پھیلا دیا تھا، جنہیں ابھی تک شہریار کا کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا۔

ایک روز چھپکلی چڑیل نے رات کے وقت شہریار کے ہیولے کو جو بلبلے میں بند تھا

بانڈی میں سے نکالا اور اسے دوسرے جنگل میں لے گئی، کیونکہ پہلے جنگل کے سانپ یا تو چھپکلی چڑیل نے کھالئے تھے اور باقی جو بچے تھے وہ ڈر کر وہاں سے فرار ہو گئے تھے......

دوسرا جنگل اتنا گھنا نہیں تھا...... زمین اونچی نیچی تھی اور کہیں درخت اور کہیں جھاڑیاں اور گھاس اُگی ہوئی تھی...... چھپکلی چڑیل نے ایک جگہ شہریار کے بلبلے کو زمین پر لڑھکا دیا اور حکم دیا۔

"زمین کے اندر جا کر میرے لئے سانپ پکڑ کر لاؤ، نہیں تو میں تجھے کھا جاؤں گی۔"

چھپکلی چڑیل شہریار کو اسی طرح حکم دیا کرتی تھی اور وہ اس کا حکم پا کر زمین کے اندر چلا جاتا تھا جہاں کہیں اسے سانپ نظر آتا تھا اسے پکڑ کر اُوپر لے آتا تھا...... اس رات کو بھی جب چھپکلی چڑیل نے شہریار کو زمین پر لڑھکا کر سانپ لانے کا حکم دیا تو شہریار روز کی طرح زمین کے اندر گھس گیا اور سانپ تلاش کرنے لگا۔

شہریار اس دہشت ناک شکل والی چھپکلی چڑیل سے تنگ آ چکا تھا اور کسی طرف کو بھاگ جانا چاہتا تھا مگر اسے فرار ہونے کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا تھا...... اس چھپکلی چڑیل نے اپنے جادو سے اس کو گول بلبلے میں قید کر دیا تھا جو دیکھنے میں انڈے کی جھلی کی طرح نرم و نازک لگتا تھا، لیکن اس کی سطح چٹان سے بھی زیادہ سخت تھی...... چھپا ہو کر بھی اس کی سطح پتھر کی طرح سخت رہتی تھی...... شہریار کا ہیولا جب بھی اس کو توڑ کر نکلنے کی کوشش کرتا اس کی چٹانی سطح سے ٹکرا کر گر پڑتا تھا۔

وہ زمین کے نیچے چھپکلی چڑیل کے لئے سانپ بھی تلاش کر رہا تھا اور سوچ بھی رہا تھا کہ وہ کیسے اس مصیبت سے نجات حاصل کر سکتا ہے...... اسے اس مصیبت کا کوئی حل نہیں سوجھتا تھا...... اتفاق سے اس جنگل کی زمین کے نیچے بھی اسے کوئی سانپ نہ ملا...... وہ زمین کے اندر ہی تیرتا ہوا ذرا اور آگے نکل گیا...... ایک جگہ اسے زمین کے اندر ہی بنی ہوئی قدرتی سرنگ دکھائی دی...... شہریار اس میں داخل ہو گیا کہ شاید یہاں سے اسے کسی دوسرے جنگل کی طرف نکل جانے کا راستہ مل سکے، چونکہ وہ بلبلے کے

اندر تھا اور اس کے ساتھ ہی اسے چلنا پڑ رہا تھا، اس لئے اس کی رفتار بہت کم تھی اور وہ زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا...... سرنگ میں چلتے چلتے اندھیرے میں سامنے دیوار آ گئی...... سرنگ یہاں بند ہو جاتی تھی، جس جگہ سرنگ بند ہوتی تھی وہاں اسے ایک گول گڑھا سا نظر آیا...... شہریار نے آگے ہو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک کنواں ہے...... اس خیال سے کہ شاید کنوئیں کے اندر سے کوئی قدرتی راستہ باہر نکلتا ہو، کنوئیں میں اتر گیا...... کنوئیں کی تہہ میں جانوروں کی ہڈیاں اور کوڑا کرکٹ پڑا تھا۔

اس نے کنوئیں کی دیوار کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا...... وہاں کسی خفیہ سرنگ کا شگاف نہیں تھا...... اسے یہ بھی خوف تھا کہ اگر اس نے زیادہ دیر کر دی تو چھپکلی چڑیل اپنے کالے جادو کی طاقت سے اس کو اُوپر کھینچ لے گی...... شہریار اسی سوچ میں گم کنوئیں کی تہہ میں اندھیرے میں بیٹھا تھا کہ اسے دھیمی دھیمی ایک آواز سنائی دی...... شہریار نے اس آواز پر کان لگا دیئے...... یہ کسی آدمی کی آواز تھی...... آواز کنوئیں کی دیوار کے اندر کسی جگہ سے آ رہی تھی...... کوئی کہہ رہا تھا۔

"گھبراؤ نہیں دوست! میں نے تمہیں محسوس کر لیا ہے...... میں تمہاری مدد کو آ رہا ہوں۔"

شہریار سوچنے لگا کہ یہ کون ہو سکتا ہے...... اس کا تو کوئی دوست نہیں تھا...... اس کی یادداشت مہارانی لیلاوتی سے ملاقات کے بعد سے شروع ہوتی تھی اور مہارانی لیلاوتی سے ملنے اور پھر پالی پیرن کے قابو آنے اور اب چھپکلی چڑیل کے قبضے میں آنے تک اس کا کوئی بھی انسان دوست نہیں بنا تھا...... اس کی پرانی یادداشت تو گم ہو چکی تھی، لیکن یہ جو کوئی بھی تھا اس کی مدد کرنا چاہتا تھا...... اس نے اُونچی آواز میں کہا۔

"میری مدد کرو اور مجھے اس مصیبت سے نکالو۔"

وہی آواز اب بہت قریب آ کر بلند ہوئی۔

"شہریار! مجھے معلوم ہے کہ تم کس مصیبت میں گرفتار ہو...... میں تمہیں اس

مصیبت سے نجات دلانے آیا ہوں، افسوس کہ میں دیوار توڑ کر تمہارے پاس نہیں آ سکتا، مگر تم نے مجھے ضرور پہچان لیا ہو گا۔"

شہریار کے ہیولے نے پوچھا۔

"تم کون ہو دوست؟"

آواز نے جواب دیا۔

"شہریار! کیا تم نے میری آواز سے مجھے نہیں پہچانا؟ میں تمہارا دوست بونا گندھرو ہوں...... مجھ سے ایک بھول ہو گئی تھی جس کی سزا ہمارے گندھرو دیوتاؤں نے یہ دی ہے کہ مجھے اس جگہ زمین کے اندر بند کر دیا ہے، مگر میں نے تمہارے جسم کی خوشبو سونگھ لی...... میں تمہیں دیکھ نہیں سکتا، لیکن اب تمہاری آواز سن کر بھی مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم شہریار ہی ہو۔"

شہریار کو کچھ یاد نہیں تھا کہ یہ بونا گندھرو بیتے دنوں میں اس کا دوست تھا، لیکن ایک بونا گندھرو چونکہ اس کی مدد کرنے آیا تھا...... اس لئے شہریار نے سوچا کہ خواہ یہ کوئی بھی ہو اس کے ذریعے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنی چاہئے...... اس نے اپنی طرف سے چالاکی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں دوست! میں نے تمہیں پہچان لیا ہے...... مجھے ایک چھپکلی چڑیل نے ایک بلبلے میں بند کر کے قید کر رکھا ہے...... مجھے یہاں سے بھاگ جانے کا کوئی راستہ بتاؤ۔"

بونے گندھرو کی آواز آئی۔

"شہریار! باقی باتیں پھر ہوں گی...... اس وقت تم ایسا کرو، میں تمہیں ایک منتر بتاتا ہوں...... آنکھیں بند کر کے وہ منتر تین بار پڑھ کر اپنے اوپر پھونکو...... تمہیں اس مصیبت سے نجات مل جائے گی اور سنو...... جب زمین سے نکل کر انسانوں کی دنیا میں پہنچو تو سیدھا سوامی گندھرو کے پاس کیلاش پربت جا کر ان سے ملنا اور انہیں کہنا کہ آکاش کے گندھرو دیوتاؤں سے میری سفارش کر کے مجھے معافی دلا دیں۔"

شہریار کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ سوامی گندھرو کون ہے، مگر وہ تو وہاں سے فرار ہونا چاہتا تھا...... اس نے جواب دیا۔

"تم جیسا کہتے ہو میں ویسے ہی کروں گا...... اب مجھے یہاں سے نکلنے کا منتر بتاؤ۔"

بونے گندھرو نے شہریار کو منتر بتایا...... شہریار نے آنکھیں بند کر کے اسے تین بار پڑھ کر اپنے اوپر پھونکا تو اس کا پہلا اثر یہ ہوا کہ جس چٹانی بلبلے میں وہ بند تھا وہ ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور تیز آندھی کے ایک بگولے نے شہریار کو زمین کے اندر ہی اندر اپنے ساتھ اُڑانا شروع کر دیا...... شہریار کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا...... بس وہ زمین کے نیچے ایک طرف تنکے کی طرح تیز بگولے میں اُڑا جا رہا تھا...... پھر اس بگولے نے ایک جگہ آ کر شہریار کو زمین سے باہر اُچھال دیا۔

شہریار نے زمین کے اُوپر آتے ہی دیکھا کہ وہ چھپکلی چڑیل کے بلبلے سے آزاد ہو چکا تھا...... اس کا جسم ایک انسانی ہیولے کی شکل میں واپس آ گیا تھا...... رات کا وقت تھا...... آسمان پر تارے چمک رہے تھے...... اس کے ارد گرد کچھ فاصلے پر ریت کے ٹیلے نظر آ رہے تھے...... وہ ایک صحرائی علاقے میں آ گیا تھا...... چھپکلی چڑیل کی قید سے آزاد ہو کر زمین پر آتے ہی شہریار کو مہارانی لیلاوتی کا خیال آ گیا...... اسے یاد کر کے اس کا دل اُداس ہو گیا...... سوچنے لگا وہ اسے کہاں مل سکے گی؟

شہریار کی ماضی کی یادداشت واپس نہیں آئی تھی...... اس کے دل و دماغ پر مہارانی لیلاوتی کا حسین چہرہ چھایا ہوا تھا، جو اصل میں کالی ڈائن کا ایک انسانی رُوپ تھا، مگر شہریار کو کچھ معلوم نہیں تھا...... وہ اسے ریاست کی مہارانی ہی سمجھ رہا تھا جو اسے جنگل سے اُٹھا کر اپنے محل کی خواب گاہ میں لے گئی تھی اور اسے اتنا پیار دیا تھا کہ شہریار اس پیار کو یاد کر کے بے قرار ہو رہا تھا...... اسے یقین تھا کہ مہارانی بھی اس کی یاد میں بے قرار ہو گی اور اسے تلاش کر رہی ہو گی...... اب شہریار انسانی شکل میں تھا...... اگرچہ وہ ایک ہیولا تھا، مگر اتنا ہلکا ہو گیا تھا کہ وہ اتنی رفتار سے تیز چل سکتا تھا، جیسے زمین کے

اوپر اُڑ رہا ہو..... اسے کوئی دوسرا نہیں دیکھ سکتا تھا، مگر وہ اپنے آپ کو دیکھ رہا تھا..... وہ زمین سے دو تین فٹ کی اونچائی تک تیز تیز چلتے بلکہ اُڑتے ہوئے ریت کے ٹیلوں کی دوسری طرف آ گیا۔

ٹیلے کی دوسری طرف کچھ دُور تک چلتے رہنے کے بعد اسے ایک عمارت دکھائی دی..... شہریار نے قریب جا کر دیکھا کہ وہ کوئی پرانی عمارت تھی جو وقت گزرنے کے ساتھ کھنڈر بن چکی تھی..... وہ اس کے اندر داخل ہو گیا..... یہ کوئی پرانی حویلی لگتی تھی جس کے اندر ایک دالان تھا اور دالان میں تین چار کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں.....

شہریار نے سوچا کہ اس حویلی کو اپنا ٹھکانہ بنا کر آس پاس کے علاقے میں مہارانی کو تلاش کرنا چاہئے..... شاید وہ اسے کسی پرانے محل میں مل جائے..... یہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ ایک کوٹھڑی میں آ گیا..... کوٹھڑی میں اندھیرا تھا، مگر اندھیرے میں اسے سب کچھ نظر آ رہا تھا..... اس نے دیکھا کہ کوٹھڑی کی دیوار پر کسی ڈراؤنی شکل والی عورت کی مورتی لگی ہوئی ہے، چونکہ اس کی یادداشت غائب ہو چکی تھی، اس لئے وہ اس مورتی کو پہچان نہ سکا..... یہ نرگنی دیوی کی مورتی تھی..... وہی نرگنی دیوی جس کی ایک مورتی اجنتا کے غار میں بھی تھی اور جس نے جادوگرنی کندلی کو یہ دیکھ کر ایلورا کے غار میں بھیج دیا تھا کہ میں اپنی بدرُوحوں کو شہریار کی تلاش میں روانہ کر دیتی ہوں..... جیسے ہی اس کا کوئی سراغ ملا یا بدرُوحیں شہریار کو اپنے قبضے میں کر کے میرے پاس لائیں میں تمہیں خبر کر دوں گی۔

شہریار دیوار کے سامنے کھڑے ہو کر نرگنی دیوی کی مورتی کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ یہ ضرور کسی ڈائن کی مورتی ہے جس کی کبھی اس حویلی میں پوجا ہوتی ہو گی..... اس سے یہ غلطی ہو گئی کہ اس نے مورتی کو ہاتھ لگا دیا..... ہاتھ کے لگتے ہی وہاں سے دور اجنتا کے سب سے گہرے غار میں دیوار پر بنی ہوئی نرگنی دیوی کی مورتی کی پتھر کی آنکھوں کے ڈیلے دائیں بائیں گردش کرنے لگے..... اس کے منہ سے خوشی کی ایک

چیخ سی نکل گئی..... نرگنی دیوی کی مورتی کو اسی لمحے معلوم ہو گیا کہ یہ اس کا اور جادوگرنی کندلی کا دشمن شہریار ہے..... اس نے یہ بھی دیکھ لیا کہ شہریار اس وقت کہاں پر ہے۔

نرگنی دیوی نے اسی وقت ایک بدرُوح کو ایلورا کے غاروں کی طرف روانہ کر دیا، جہاں سب سے تنگ و تاریک غار میں کندلی جادوگرنی شہریار سے اپنی جان بچا کر دوسری مورتیوں کے ساتھ پتھر کی مورتی بنی ہوئی تھی..... اس نے بدرُوح کے ہاتھ کندلی جادوگرنی کو یہ پیغام بھیجا کہ تمہارا دشمن مل گیا ہے، فوراً میرے پاس آ جاؤ..... بدرُوح نے کندلی جادوگرنی کو جب ایلورا کے سب سے نچلے غار میں جا کر یہ پیغام دیا تو کندلی جادوگرنی فوراً پتھر کی مورتی سے عورت کے رُوپ میں واپس آ گئی..... وہ بہت خوش تھی کہ آخر اس کا دشمن شہریار نرگنی دیوی نے ڈھونڈ نکالا ہے..... وہ وہیں سے غائب ہو کر نرگنی دیوی کے پاس پہنچ گئی۔

نرگنی دیوی دیوار پر مورتی کی شکل میں کھڑی تھی..... اس کے پاس جاتے ہی کندلی جادوگرنی نے اس کے پتھر کے پاؤں کو چوما اور ہاتھ باندھ کر بولی۔

"ماتا! تم نے میری جان کے دشمن کو آخر ڈھونڈ لیا..... مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے، اس دفعہ میں اسے ایسی جگہ دفن کروں گی جہاں سے وہ کبھی باہر نہیں نکل سکے گا۔"

شہریار نے جب دیوار پر بنی ہوئی نرگنی دیوی کی مورتی کو ہاتھ لگایا تھا تو نرگنی کی مورتی نے شہریار کے ذہن کو بھی پڑھ لیا تھا..... اسے معلوم ہو گیا تھا کہ شہریار کی یادداشت گم ہو چکی ہے اور اسے سوائے مہارانی لیلاوتی کے اور کچھ یاد نہیں اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ لیلاوتی اصل میں کالی ڈائن تھی، جو مہارانی بن کر شہریار کو ایک خیالی محل میں لے گئی تھی۔

نرگنی مورتی نے کندلی سے کہا۔

"شہریار اپنے بیتے دنوں کو بھول چکا ہے..... اس کو صرف لیلاوتی مہارانی یاد ہے اور وہ اس کے پریم میں مارا مارا پھر رہا ہے..... تم نے کالی ڈائن کو مہارانی لیلاوتی کے

رُوپ میں نہیں دیکھا...... اس لئے تم مہارانی لیلاوتی بن کر شہریار کے سامنے نہیں جاسکو گی، لیکن مہارانی کی کوئی خادمہ بن کر اس کے پاس جاسکتی ہو...... تم اسے کہو گی کہ تمہیں مہارانی جی نے بلایا ہے...... وہ چونکہ مہارانی کی محبت میں دیوانہ ہو رہا ہے اس لئے فوراً تمہارے ساتھ چل پڑے گا...... پھر تم اسے اپنے جال میں پھانس سکتی ہو۔''

کندلی جادوگرنی خوش ہو کر بولی۔

''ماتا! میری جان کا دُشمن اس وقت کہاں ہے؟ میں ابھی اس کے پاس جاتی ہوں۔''

نرگنی کی مورتی نے کہا۔

''وکرم گڑھ کے صحرائی ٹیلوں میں رانی بائی کی سو سال پرانی حویلی ہے جو ٹوٹ پھوٹ چکی ہے...... رانی بائی میری پجارن تھی...... اس نے اپنی حویلی میں میری مورتی بنوائی ہوئی تھی جس کی وہ پوجا کیا کرتی تھی...... تمہاری جان کا دشمن شہریار اس وقت اسی حویلی کی کوٹھڑی میں ہے...... جاؤ اور جا کر اسے دبوچ لو...... اس بار وہ تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر تم اس کے ہاتھ سے نہیں بچ سکو گی، وہ اس وقت انسانی ہیولے کی شکل میں ہے اور بڑی آسانی سے تمہارے سینے میں ہاتھ ڈال کر تمہارے دل کو ساکت کر کے تمہیں پھر سے مردہ لاش میں تبدیل کر دے گا۔''

کندلی جادوگرنی ڈر گئی...... ہاتھ جوڑ کر بولی۔

''ماتا! میں اس دفعہ اسے نہیں چھوڑوں گی...... میں جا رہی ہوں...... میں نے رانی بائی کی حویلی دیکھی ہوئی ہے۔''

اور کندلی جادوگرنی غائب ہو گئی۔

جس وقت جادوگرنی کندلی وکرم گڑھ کے صحرائی ٹیلوں کے قریب رانی بائی کی حویلی کے پاس دوبارہ نمودار ہوئی تو اس وقت شہریار حویلی کی مورتی والی کوٹھڑی میں اُداس بیٹھا مہارانی لیلاوتی کے ساتھ گزارے ہوئے عیش و عشرت کے حسین لمحوں کو یاد کر رہا تھا۔

کندلی جادوگرنی نے فوراً ایک خادمہ کا رُوپ بدل لیا...... اس کی شکل بھی بدل گئی تھی...... وہ ایک سانولے رنگ کی خادمہ لڑکی بن گئی تھی...... اس کے بعد جادوگرنی نے ایک خاص منتر پڑھ کر زمین پر پھونکا اور وہاں ایک گھوڑا نمودار ہو گیا، جس کے اُوپر زین کسی ہوئی تھی اور زین کے اُوپر سرخ رنگ کی جھالروں والی ریشمی چادر پڑی تھی...... کندلی جادوگرنی خادمہ کی شکل میں حویلی کے اندر داخل ہو کر اس کوٹھڑی میں آگئی جہاں شہریار کا ہیولا دیوار کے ساتھ انسانی شکل میں اُداس بیٹھا تھا...... جادوگرنی کندلی شہریار کو دیکھ سکتی تھی...... شہریار نے ایک عورت کو کوٹھڑی میں داخل ہوتے دیکھا تو اپنی جگہ پر اسی طرح بیٹھا رہا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ عورت اسے نہیں دیکھ سکتی، لیکن جب کندلی نے کہا۔

''شہریار مہاراج! مجھے مہارانی لیلاوتی نے آپ کے پاس بھیجا ہے...... مہارانی جی نے آپ کو اپنے محل میں بلایا ہے...... میں مہارانی جی کی خادمہ ہوں۔''

یہ سنتے ہی شہریار خوش ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا، بولا۔

''مجھے مہارانی جی کے پاس لے چلو...... میں ان کی یاد میں تڑپ رہا ہوں۔''

مہارانی سے ملاقات کے جوش میں شہریار اس عورت سے یہ پوچھنا ہی بھول گیا کہ میں تو غائب ہوں...... تم نے مجھے کیسے دیکھا...... حویلی کے باہر آ کر اسے خیال آیا تو اس نے پوچھا۔

''تم نے مجھے کیسے دیکھ لیا؟''

کندلی جادوگرنی بولی۔

''کیوں مہاراج! کیا آپ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا...... آپ تو مجھے صاف صاف دکھائی دے رہے ہیں...... اگر آپ مجھے دکھائی نہ دیتے تو میں آپ کو کیوں بلاتی۔''

شہریار کو فوراً خیال آ گیا کہ ہو سکتا ہے بونے گندھرو کا منتر پھونکنے کے بعد وہ دوسروں کو نظر آنے لگا ہو، ورنہ اگر میں مہارانی کی خادمہ کو نظر نہ آتا تو وہ خالی کوٹھڑی

دیکھ کر باہر چلی جاتی...... باہر ایک شاہی گھوڑا کھڑا تھا..... کندلی جادوگرنی نے خادمہ کے روپ میں کہا۔

"مہارانی جی نے آپ کے لئے شاہی گھوڑا بھیجا ہے۔"

شہریار کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا..... اس نے پہلے خادمہ یعنی کندلی جادوگرنی کو سہارا دے کر گھوڑے پر بٹھایا..... پھر خود اس کے پیچھے بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"تم نے مجھے کیسے پہچانا کہ میں ہی شہریار ہوں؟"

خادمہ یعنی کندلی جادوگرنی نے کہا۔

"مہاراج! رانی جی نے مجھے آپ کا جو حلیہ بتایا تھا وہ بالکل آپ سے ملتا تھا۔"

جادو کا شاہی گھوڑا صحرا میں چل پڑا..... شہریار نے ایک اور سوال کر دیا..... اس نے پوچھا۔

"تمہیں یہ کیسے پتہ چلا کہ میں اسی پرانی عمارت میں ہوں۔"

خادمہ یعنی کندلی جادوگرنی سب سوالوں کے جواب پہلے ہی سوچ رکھے تھے۔ اس نے کہا۔

"مہاراج! مہارانی جی نے شاہی جوتشی سے آپ کی فال نکلوائی تھی..... جوتشی جی نے حساب لگا کر بتایا تھا کہ آپ وکرم گڑھ کے ٹیلوں میں رانی بالی کی حویلی میں بیٹھے ہیں..... بس میں یہاں آ گئی۔"

شہریار اپنی محبوبہ مہارانی لیلاوتی سے ملنے کے خیال میں ایک مستی کے عالم میں خادمہ یعنی جادوگرنی کندلی کے پیچھے گھوڑے پر بیٹھا جھوم رہا تھا..... جب وہ صحرا میں کافی دور آ گئے تو اس نے خادمہ سے پوچھا۔

"ابھی لیلاوتی..... کا محل کتنی دور ہے؟"

کندلی جادوگرنی نے جواب دیا۔

"تھوڑی دور ہی رہ گیا ہے۔"

وہ ایک صحرائی درختوں کے جھنڈ میں سے گزر رہے تھے...... جھنڈ سے باہر نکلے تو سامنے ڈھلتی رات کے دھندلکے میں ایک قدیم سرائے کا کھنڈر دکھائی دیا...... سرائے کے کھنڈر کے پاس جا کر خادمہ یعنی کندلی جادوگرنی نے گھوڑا روک دیا اور بولی۔

"مہارانی جی یہاں تمہیں لینے شاہی بگھی پر خود آئیں گی..... انہوں نے کہا تھا یہاں میرا انتظار کرنا۔"

شہریار بھی خادمہ کے ساتھ ہی گھوڑے سے اتر گیا..... اس نے پرانی سرائے کے ڈراؤنے کھنڈر کو دیکھ کر پوچھا۔

"یہ کون سی جگہ ہے۔"

جادوگرنی کندلی نے کہا۔

"یہ پرانے زمانے کی سرائے ہے..... اب بھی صحرا میں سفر کرنے والے مسافر یہاں کچھ دیر آرام کرنے کے لئے رک جاتے ہیں..... اس کے اندر ٹھنڈے پانی کا چشمہ بھی ہے..... آؤ تمہیں دکھاتی ہوں۔"

شہریار مہارانی سے ملنے کو بے چین ہو رہا تھا... کہنے لگا۔

"مہارانی کی سواری کتنی دیر تک آ جائے گی؟"

کندلی جادوگرنی بولی۔

"بس آتی ہی ہو گی..... اتنی دیر میں ہم چشمے پر چل کر ٹھنڈا پانی پیتے ہیں۔"

یہ کوئی قدیم سرائے نہیں تھی بلکہ خونی گھاٹ کا کھنڈر تھا جہاں پرانے زمانے میں اس علاقے کا ظالم راجہ اپنے دشمنوں کو قتل کروا کر اس کے اندر بنے ہوئے اندھے کنوئیں میں پھنکوا دیتا تھا..... تب سے اس کا نام خونی گھاٹ پڑ گیا تھا..... آدھی رات کو اس خونی گھاٹ میں سے انسانوں کی دردناک چیخوں کی آوازیں آیا کرتی تھیں..... لوگ اس کے قریب سے گزرتے ہی نہیں تھے..... اس خونی گھاٹ میں ایک آسیب زدہ عورت کی بدروح رہتی تھی..... یہ آسیبی بدروح رات کو خونی گھاٹ سے نکل کر

صحراؤں میں کسی نہ کسی بھولے بھٹکے مسافر کو پکڑ کر لے آتی تھی...... اسے بے ہوش کر کے زمین کے اندر لے جاتی تھی...... اس جگہ زمین کے اندر گہرائی میں ایک سیاہ چٹان تھی جس میں زبردست مقناطیسی کشش تھی...... زمین کے اندر رہنے والے کیڑے مکوڑے سانپ اور بچھو اس کے قریب نہیں آتے تھے...... اگر کوئی سانپ یا بچھو کالی چٹان کی مقناطیسی شعاؤں کی زد میں آجاتا تھا تو چٹان اسے فوراً اپنی طرف کھینچ لیتی تھی اور وہ اس کے ساتھ چمٹ کر رہ جاتا تھا اور وہیں آہستہ آہستہ بھوک اور پیاس سے مر کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتا تھا۔

خونی گھاٹ کی آسیبی بدرُوح جس آدمی یا عورت کو پکڑتی تھی اسے بے ہوش کرنے کے بعد زمین کے نیچے اس کالی چٹان کے پاس لے آتی تھی...... کالی چٹان اس بدنصیب بے ہوش انسان کو فوراً اپنی طرف کھینچ لیتی تھی اور وہ چٹان سے چمٹ جاتا تھا...... ایک بار چٹان سے چمٹ جانے کے بعد اس انسان کو اگر ہوش بھی آجاتا تھا تو وہ اپنے آپ کو چٹان سے الگ نہیں کر سکتا تھا...... آسیبی بدرُوح ہر روز رات کو آتی اور چٹان سے چمٹے ہوئے انسانی شکار کے جسم پر سے گوشت کو نوچ نوچ کر کھانے لگتی تھی...... جب اس کا پیٹ بھر جاتا تھا تو چلی جاتی تھی اور اگلی رات پھر آکر بدنصیب انسان کا گوشت کھانے لگ جاتی تھی جو پہلی رات کو ہی کالی چٹان سے چمٹے چمٹے مر جاتا تھا۔

جادوگرنی کندلی آسیبی بدرُوح کے اس خونی عمل سے واقف تھی...... اسی لئے وہ شہریار کو وہاں لائی تھی...... کندلی خادمہ کے رُوپ میں شہریار کو خونی گھاٹ کے اندر لے آئی...... اس وقت سرائے کی آسیبی بدرُوح زمین کے نیچے کالی چٹان کے ساتھ چمٹی ہوئی ایک انسانی لاش کو کھانے میں مصروف تھی...... اس سرائے یا خونی گھاٹ میں کوئی چشمہ وغیرہ نہیں تھا...... خونی گھاٹ میں داخل ہوتے ہی کندلی جادوگرنی شہریار کو ایک ٹوٹی پھوٹی کوٹھڑی میں لے گئی جس کے بارے میں وہ جانتی تھی کہ وہاں آسیبی بدرُوح رہتی ہے...... جادوگرنی اس بات سے آگاہ تھی کہ شہریار اگرچہ اپنے اصلی انسانی

جسم میں ہے، لیکن وہ غیبی حالت میں ہے اور اسے آسیبی بدرُوح نہیں دیکھ سکے گی۔

چنانچہ جیسے ہی شہریار چلتے چلتے ذرا جادوگرنی کے آگے ہوا جادوگرنی نے ایک منتر پڑھ کر اس پر پھونکا جس کے فوراً بعد شہریار کا جسم دکھائی دینے لگا، مگر شہریار کو اس کا پتہ نہ چل سکا...... آسیبی بدرُوح کی کوٹھڑی کو دیکھ کر شہریار نے کہا۔

"یہاں تو کوئی چشمہ نہیں ہے۔"

جیسے ہی شہریار نے یہ جملہ بولا، کندلی جادوگرنی نے اس پر ایک اور منتر پڑھ کر پھونکا جس کے اثر سے شہریار بے ہوش ہو کر گر پڑا...... جب جادوگرنی کندلی کو تسلی ہوگئی کہ شہریار بے ہوش ہو چکا ہے اور ہل جل نہیں سکتا تو وہ خود غائب ہو کر کوٹھڑی کے کونے میں کھڑی ہوگئی اور آسیبی بدرُوح کا انتظار کرنے لگی۔

جس وقت شہریار بے ہوش ہو کر گرا زمین کے نیچے آسیبی بدرُوح مقناطیسی چٹان سے چمٹی ہوئی ایک لاش کو کھانے میں مصروف تھی...... جیسے ہی شہریار زمین پر گرا آسیبی بدرُوح کے مردار گوشت کھاتے جبڑے ایک دم رُک گئے...... اس نے سر اوپر کر کے دیکھا...... اس کی بدرُوحوں والی حس نے بتا دیا تھا کہ اس کی کوٹھڑی میں کوئی زمین پر گرا ہے...... اس نے کالی چٹان سے چمٹی لاش کو وہیں چھوڑا اور طوفانی بگولے کی طرح زمین کی تہوں کو چیرتی ہوئی اُوپر کوٹھڑی میں آگئی...... اس کو فرش پر بے ہوش پڑا شہریار صاف دکھائی دے رہا تھا، مگر وہ کونے میں کھڑی جادوگرنی کندلی کو نہیں دیکھ سکی۔

آسیبی بدرُوح نے وحشیانہ خوشی کی ایک چیخ بلند کی اور بے ہوش شہریار کو اُٹھا کر زمین کے نیچے لے گئی...... جب کندلی جادوگرنی نے دیکھ لیا کہ آسیبی بدرُوح شہریار کو لے گئی ہے تو اس نے اطمینان کا سانس لیا، کیونکہ اسے معلوم تھا اب شہریار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زمین کے نیچے دفن ہو جائے گا...... اگر وہ اپنی ایمانی قوت کی وجہ سے مرے گا نہیں پھر بھی اس کا جسم ہڈیوں کا پنجر بن کر کالی چٹان کے ساتھ قیامت تک چمٹا رہے گا

اور اس کا ہیولا وہاں بھٹکتا پھرے گا۔

کندلی جادوگرنی فوراً وہاں سے غائب ہو گئی۔

آسیبی بدروح نے بے ہوش شہریار کو زمین کے اندر کالی چٹان کے قریب لا کر زمین پر رکھ دیا...... جیسے ہی شہریار کے جسم کو آسیبی بدروح نے زمین پر رکھا اور اس سے اپنے ہاتھ ہٹائے، کالی چٹان کی مقناطیسی قوت نے اسے فوراً اپنی طرف کھینچ لیا اور شہریار چٹان کے ساتھ چمٹ گیا...... آسیبی بدروح دوسری ادھ کھائی لاش کو کھانے میں مصروف ہو گئی...... جب اس کا پیٹ بھر گیا تو اس نے شہریار کی لاش کو دیکھا اور غائب ہو گئی...... وہ شہریار کو دوسرے دن اپنا تر نوالہ بنانا چاہتی تھی...... اس کے غائب ہونے کے کچھ دیر بعد شہریار کو ہوش آ گیا۔

اس نے دیکھا کہ وہ ایک چٹان کے ساتھ چمٹا ہوا ہے...... اس نے اپنے آپ کو الگ کرنے کی کوشش کی مگر اسے محسوس ہوا کہ وہ چٹان کے ساتھ چٹان بن گیا ہے اور اپنے ہاتھ پیر نہیں ہلا سکتا...... اس نے اپنے قریب ہی دو انسانوں کے ہڈیوں کے پنجر چٹان کے ساتھ چمٹے ہوئے دیکھے تو سمجھ گیا کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے...... اب اس پر یہ ہولناک انکشاف ہوا کہ مہارانی لیلاوتی ایک چھلاوہ تھا...... ایک چڑیل تھی جس کے گناہ آلود پھندے میں پھنس کر وہ موت کے منہ تک پہنچ گیا ہے...... ابھی اسے اپنا ماضی بالکل یاد نہیں تھا...... صرف اتنا احساس ہو گیا تھا کہ اس نے ایک بھیانک گناہ کیا ہے جس کی قدرت کی طرف سے اسے یہ سزا مل رہی ہے...... تب شہریار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

یہ ندامت اور اپنے گناہ پر پچھتاوے اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر گناہوں کی معافی مانگنے کے آنسو تھے...... شہریار کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ اپنے دل میں خدا کے حضور گڑگڑا کر اپنے گناہ کی معافی مانگ رہا تھا اور توبہ کر رہا تھا...... اس نے دل میں کہا۔

"اے ارض و سما کے مالک! تو غفور الرحیم میرے گناہ کو معاف فرما دے...... میری توبہ قبول فرما...... میں آئندہ کبھی گناہ نہیں کروں گا۔"

جب انسان خدا کے حضور اپنے گناہوں کی صدق دل سے توبہ کرتا ہے اور سچے دل سے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرتا ہے تو اللہ پاک اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

شہریار کی صدق دل سے کی ہوئی توبہ خدا نے قبول فرما لی تھی، کیونکہ اس کے فوراً بعد شہریار کا جسم چٹان سے الگ ہو کر نیچے گر پڑا...... شہریار جلدی سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا...... اس کی حالت وہی تھی کہ اس کا جسم پورا صحیح سلامت تھا، مگر اس کے جسم کا بوجھ بہت ہلکا ہو گیا تھا...... توبہ قبول ہونے کے بعد شہریار کے دل میں اس کی ایمانی قوت بھی بیدار ہو گئی تھی اور کندلی جادوگرنی نے اس پر جو منتر پھونک کر اسے ظاہر کر دیا تھا تاکہ آسیبی بدروح اسے دیکھ سکے...... اس کا اثر بھی ختم ہو گیا تھا اور اب وہ پھر سے دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا، لیکن ابھی تک اس کی یادداشت واپس نہیں آئی تھی۔

اس نے ماحول کا جائزہ لیا...... جگہ جگہ زمین پر جانوروں اور انسانوں کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں...... کچھ پنجر چٹان کے ساتھ ابھی تک چمٹے ہوئے تھے...... چاروں طرف دیواریں تھیں...... اوپر بھی چھت تھی...... چٹان زمین کے اندر سے نکل کر چھت تک گئی ہوئی تھی...... شہریار کو دیوار میں ایک جگہ مٹی کا ڈھیر نظر آیا...... قریب جا کر دیکھا کہ اس کی دوسری طرف دیوار میں ایک شگاف تھا...... وہ اسی میں سے گزر کر ایک سرنگ میں آ گیا...... وہاں اس قدر تاریکی تھی کہ کسی عام انسان کو وہاں کچھ نظر نہیں آ سکتا تھا، مگر شہریار دیکھ سکتا تھا...... وہ سرنگ میں چل پڑا۔

سرنگ آگے جا کر ایک طرف کو مڑ گئی...... پھر وہ اوپر کو ہو گئی...... شہریار کو یوں لگا جیسے وہ کسی ٹیلے کی چڑھائی چڑھ رہا ہے...... کچھ اوپر آنے کے بعد سرنگ پھر سیدھی

ہو گئی..... اب سرنگ میں ہلکی ہلکی روشنی ہونے لگی تھی..... ساتھ ہی ایک ایسی خوشبو شہریار نے محسوس کی جو اس سے پہلے اس نے زندگی میں کبھی نہیں سونگھی تھی..... وہ خاموشی سے ہلکے ہلکے قدم اُٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا..... ایک جگہ سرنگ کشادہ ہو گئی۔

خوشبو زیادہ تیز ہو گئی تھی..... شہریار ذرا آگے گیا تو اس نے ایک ایسا منظر دیکھا جس کو دیکھ کر اس کی رُوح پر رقت طاری ہو گئی اور اس کی زبان پر اپنے آپ کلمہ پاک جاری ہو گیا..... اس کے سامنے دائیں جانب دیوار ایک جگہ سے کھلی ہوئی تھی اور اس کے اندر نور سا پھیلا ہوا تھا..... اس نورانی روشنی میں ایک کفن پوش میت بالکل صحیح حالت میں لحد میں پڑی تھی..... میت کے چہرے سے کفن ہٹا ہوا تھا اور میت کے سر کے پیچھے ایک چھوٹی سی ٹہنی باہر نکلی ہوئی تھی..... ٹہنی کے سرے پر ایک چھوٹا سا سفید پھول کھلا ہوا تھا..... یہ پھول میت کے چہرے پر جھکا ہوا تھا..... یہی وہ پھول تھا جس کی آسمانی خوشبو چاروں طرف پھیل رہی تھی..... میت کی چھوٹی چھوٹی شرعی داڑھی تھی اور چہرے پر نور ہی نور تھا..... شفاف آنکھیں ذرا سی کھلی تھیں جن میں سے جیسے نورانی کرنیں پھوٹ رہی تھیں..... شہریار کی نگاہیں اس نورانی چہرے پر نہیں ٹھہر رہی تھیں..... شہریار شدت جذبات سے وہیں بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر کے دعائے فاتحہ پڑھنے لگا..... فاتحہ پڑھنے کے بعد وہ ابھی زمین پر ادب سے بیٹھا ہی تھا کہ اس کے کانوں میں ایک بڑی نرم اور شفقت بھری آواز آئی۔

''اللہ پاک کا ارشاد پاک ہے کہ جب انسان سچے دل سے اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہ انسان ایسے ہو جاتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو..... کبھی گناہ کا خیال بھی دل میں نہ لانا، جاؤ۔''

شہریار کے ذہن سے جیسے ایک پردہ ہٹ گیا..... اسے ایک دم سب کچھ یاد آنے لگا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے چلا تھا اور کہاں پہنچ گیا ہے..... اس کی یادداشت اللہ کے حکم سے واپس آچکی تھی..... اسے اپنا دوست حیدر خان یاد آ گیا..... اسے کادمبری اور

دوست بونا گندھرو یاد آ گیا، لیکن اب یہ سب اسے چھلاوے اور چڑیلیں اور بدرُوحیں لگ رہی تھیں..... اس نے اسی وقت ان کی شرک آلود ناخوشگوار یادوں کو اپنے ذہن سے نکال دیا اور وہاں سے اُٹھا اور سرنگ میں چلنے لگا..... چند قدم چلنے کے بعد اسے ایک زینہ ملا جو دیوار کھود کر بنایا گیا تھا..... وہ زینہ چڑھ کر سرنگ سے باہر نکل آیا..... اب وہ انسانوں کی دُنیا میں تھا..... رات کا وقت تھا..... آسمان پر نورانی ستارے چمک رہے تھے۔ شہریار زینہ چڑھ کر ایک شگاف میں سے باہر نکلا تھا..... جیسے ہی اس نے باہر قدم رکھا، زمین کا شگاف غائب ہو گیا اور وہاں زمین اس طرح برابر ہو گئی جیسے وہاں کبھی کوئی شگاف یا گڑھا موجود ہی نہیں تھا۔

شہریار کی ساری یادیں روشن ہو چکی تھیں..... اس کو کادمبری اور بونے گندھرو کے علاوہ کندلی جادوگرنی بھی یاد آ گئی..... اسے یاد آ گیا کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے کا چلہ کر رہی تھی..... شہریار نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے وطن پاکستان جانے سے پہلے اس جادوگرنی کو ضرور موت کی نیند سلا دے گا، تاکہ وہ دوبارہ کسی مرے ہوئے انسان کو اپنے کالے جادو کے منتروں سے زندہ نہ کر سکے..... خواہ عارضی طور پر ہی وہ کسی مردے کو زندہ کیوں نہ کرتی ہو، کیونکہ یہ اللہ کے نظام میں دخل اندازی تھی..... شہریار پاکستان کی سرزمین پاک میں قدم رکھنے سے پہلے اس جادوگرنی کا خاتمہ اپنا فرض سمجھتا تھا اور اسے یہ بھی احساس تھا کہ وہ اس کی وجہ سے دوبارہ زندہ ہو گئی تھی..... چتا کے اندر جب کندلی جادوگرنی جل رہی تھی اور شہریار بھی غیبی ہیولے کی شکل میں چتا کے اندر موجود تھا..... اگر وہ جادوگرنی کے کہنے پر اس کے سینے میں ہاتھ ڈال کر اس کے دل کو دبا کر اس کی حرکت جاری نہ کرتا تو جادوگرنی مر چکی ہوتی اور کبھی اس دُنیا میں اپنی مشرکانہ سرگرمیاں جاری رکھنے اور کالے جادو سے لوگوں کو غلط راستے پر ڈالنے کے لئے واپس نہیں آ سکتی تھی..... شہریار سے یہ ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا اور وہ جادوگرنی کندلی کو موت کی نیند سلا کر اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنا چاہتا تھا۔

وہ اپنی پوری صلاحیتوں اور اپنی مکمل یادداشت کے ساتھ انسانوں کی دُنیا میں واپس آ چکا تھا...... اب جادُوگرنی کندلی کو تلاش کرنے کی مہم اس کے سامنے تھی...... شاید اسی لئے قدرت نے ابھی شہریار کو دوسروں کی نگاہوں سے اُوجھل رکھا ہوا تھا...... قدرت شاید شہریار کے ہاتھوں کندلی کو اس کے عبرت ناک انجام تک پہنچانا چاہتی تھی، چنانچہ شہریار ایک نئے عزم اور ایک نئے ایمان افروز ولولے کے ساتھ جادُوگرنی کندلی کی تلاش میں چل پڑا...... اسے اب اپنی کوئی فکر نہیں تھی...... اس نے اپنا آپ خدا کے حوالے کر دیا تھا...... وہ صدق دل سے اس عقیدے پر قائم ہو گیا تھا کہ خدا ہی اپنے نیک بندوں کا سب سے بڑا حفاظت کرنے والا اور مہربان ہے، جس کا اللہ نگہبان بن جائے اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا...... شہریار کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا دل صاف شفاف ہو گیا ہے۔

وہ اپنے غیبی اور ہلکے پھلکے جسم کے ساتھ ایک طرف کو چل پڑا...... سب سے پہلے اسے یہ پتہ کرنا تھا کہ وہ اگر ہندوستان کے ملک میں ہے تو کون سے علاقے میں ہے اور اس کے قریب کون سا شہر ہے...... کندلی جادُوگرنی کے متعلق وہ اتنا جانتا تھا کہ وہ گوالیار کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں کے مندر کی پجارن ہوا کرتی تھی، جہاں اس کی موت واقع ہو گئی اور اسے گاؤں کے شمشان گھاٹ میں لا کر چتا پر رکھ دیا گیا تھا...... اسے یہ بھی یاد تھا کہ کریہہ المنظر بھتنا شنکر راؤ نے شہریار سے اپنی مورتی چرانے کا انتظام لینے کے لئے اسے اسی پجارن کندلی جادُوگرنی کے مردہ جسم میں داخل کر دیا تھا تاکہ کندلی کے جسم کے ساتھ شہریار بھی جل کر بھسم ہو جائے، لیکن شہریار اپنی ایمانی طاقت کے بل پر چتا کے شعلوں میں کندلی کے مردہ جسم سے الگ ہو گیا تھا...... کندلی چونکہ جادُوگرنی بھی تھی...... اسے فوراً پتہ چل گیا کہ کوئی غیبی انسانی ہیولا اس کے پاس ہی منڈلا رہا ہے، چنانچہ اس نے شہریار کو مجبور کر دیا کہ وہ اس کے جلتے ہوئے دل کو دبا دے...... شہریار نے غلطی کی اور اس کے دل کو دبا دیا جس سے کندلی جادُوگرنی دوبارہ

زندہ ہو گئی اور اس نے شہریار کو اپنے قبضے میں کر لیا اور شہریار کی اذیت ناک مصیبتوں کا آغاز ہو گیا۔

شہریار گوالیار کے گاؤں کے مندر میں جانا چاہتا تھا کہ شاید وہاں سے اسے کندلی جادُوگرنی کا کوئی سراغ مل جائے...... وہ ایک ویران علاقے میں سے گزر رہا تھا...... اس کے اِردگرد کہیں کہیں درخت اور جنگلی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں...... دُور ستاروں بھرے آسمان کے پس منظر میں کچھ پہاڑیاں بھی دکھائی دے رہی تھیں...... وہ تیز رفتاری سے چل رہا تھا، کیونکہ اس کا جسم غائب ہونے کی وجہ سے بہت ہلکا ہو چکا تھا اور وہ زیادہ سے زیادہ تیز چل سکتا تھا...... ویران علاقے میں سے گزر جانے کے بعد دُور سے کہیں کہیں آبادی کی روشنیاں دکھائی دینے لگیں...... مشرقی اُفق پر نیلی روشنی کی جھلک اُبھرنا شروع ہو گئی تھی...... یہ سحر کی پہلی نورانی روشنی تھی...... شہریار آبادی کی روشنیوں کی طرف چلنے لگا...... وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کون سا شہر ہے۔

وہ ایک درختوں کے جھنڈ کے قریب سے گزرا تو اسے اپنے دائیں جانب ایک جھونپڑی دکھائی دی جس کے اندر مٹی کا دیا روشن تھا...... دیئے کی روشنی میں اسے ایک انسان کا خاکہ سا بھی دکھائی دیا...... اس نے سوچا کہ یہ کوئی جوگی یا سادھو ہے...... اس سے پوچھنا چاہیے کہ آگے کون سا شہر ہے...... اس خیال کے ساتھ وہ جھونپڑی کے قریب گیا تو اسے اندر سے کلمہ پاک پڑھنے کی مدھم آواز سنائی دی...... وہ وہیں رُک گیا...... جھونپڑی میں کوئی اللہ کا نیک بندہ تھا جو منہ اندھیرے اُٹھ کر اپنے اللہ کو یاد کر رہا تھا...... شہریار وہیں رُکا رہا...... جب کلمہ پاک کے ورد کی آواز بند ہو گئی تو جھونپڑی میں سے ایک پُرسکون مردانہ آواز آئی۔

"باہر کیوں کھڑے ہو...... اندر آ جاؤ۔"

شہریار جھونپڑی میں داخل ہو گیا...... اس نے دیکھا کہ بورے پر ایک نورانی شکل والا بزرگ صورت انسان بیٹھا ہوا تھا...... شہریار سلام کر کے بڑے ادب سے بیٹھ گیا

اور بولا۔

”فقیر بابا! آپ ضرور حیران ہوں گے کہ میری آواز تو آپ سن رہے ہیں، لیکن میں آپ کو دکھائی کیوں نہیں دے رہا...... اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ پر ایک جادو۔“

فقیر بابا نے شہریار کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

”میرے عزیز تمہیں وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں تمہیں دیکھ رہا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کون ہو...... کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا رہے ہو۔“

شہریار فوراً سمجھ گیا کہ یہ کوئی بڑا کرنی والا بزرگ ہے...... اس نے بڑے ادب سے کہا۔

”فقیر بابا! آپ تو دلوں کا حال جانتے ہیں...... اب مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

فقیر بابا نے کہا۔

”میرے عزیز! تم بڑے خوش قسمت انسان ہو کہ اللہ نے تمہیں اس کی توفیق عطاء فرمائی کہ تم صدق دل سے اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور پھر اس غفور الرحیم نے تمہارے گناہ معاف فرما دیئے...... اب تم کفر اور شرک کو مٹانے کے لئے جس مہم پر نکلے ہو خدا اس میں بھی تمہیں سرخرو فرمائے گا...... بشرطیکہ تم اللہ کے راستے پر ثابت قدم رہو۔

شہریار نے کہا۔

”بزرگ محترم! میں نے سچے دل سے توبہ کر لی ہے کہ اب کبھی گناہ کے خیال کو اپنے دل کے نزدیک بھی نہیں آنے دوں گا...... مجھے یقین ہے کہ خداوند کریم میری مدد فرمائے گا۔“

فقیر بابا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اللہ پاک تمہارے ارادوں کو طاقت بخشے۔“ اس کے بعد فقیر بابا چپ

ہو گئے...... شہریار نے پوچھا۔

”بزرگ محترم! یہ کون سی جگہ ہے اور آگے کون سا شہر ہے۔“

فقیر بابا نے کہا۔

”بیٹا! یہ وہی جگہ ہے جہاں تم جانا چاہتے ہو...... آگے جس شہر کی روشنیاں تم نے دیکھی ہیں وہ گوالیار کا شہر ہے۔“

شہریار نے خوش ہو کر کہا۔

”فقیر بابا! مجھے اسی شہر کی تلاش تھی، کفر و شرک کے جس بدنما نشان یعنی جادوگرنی کو میں ہمیشہ کے لئے مٹا دینا چاہتا ہوں...... وہ اسی شہر کے ایک گاؤں کی پجارن جادوگرنی ہوا کرتی تھی...... میں اس کے گاؤں جا رہا ہوں...... اس خیال سے کہ شاید وہاں اس کا کچھ سراغ مل سکے۔“

فقیر بابا نے ایک لمحے توقف کرنے کے بعد کہا۔

”اگر تم ثابت قدم رہے تو انشاء اللہ اس جادوگرنی پر ضرور غالب آؤ گے۔“

شہریار نے پوچھا۔

”فقیر بابا! کیا آپ کچھ بتا سکتے ہیں کہ یہ جادوگرنی اس وقت کہاں ہو گی؟“

فقیر بابا نے کہا۔

”میرے عزیز! یہ غیب کا علم ہے اور غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو ہے...... کوئی انسان اس میں دخل نہیں دے سکتا...... ہاں میں تمہیں اتنا بتا سکتا ہوں کہ تمہیں اس جادوگرنی کے گاؤں سے اس کا کچھ نہ کچھ کھوج ضرور مل جائے گا۔“

شہریار کہنے لگا۔

”میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری رہنمائی فرمائی۔“

جب شہریار اُٹھنے لگا تو فقیر بابا نے اسے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا...... شہریار وہیں بیٹھ گیا...... فقیر بابا نے فرمایا۔

"بیٹا! اس دُنیا میں انسان چھوٹے سے چھوٹا اچھا برا کوئی بھی عمل کرتا ہے تو اس کا نتیجہ ضرور اس کے سامنے آجاتا ہے...... اچھے عمل کا اسے ثواب ملتا ہے اور برے عمل کا نتیجہ اسے بھگتنا پڑتا ہے...... یہ قدرت کا کبھی نہ بدلنے والا اصول ہے...... توبہ کرنے کے بعد انسان کے گناہ ضرور معاف کر دیئے جاتے ہیں، لیکن جو عمل وہ کر چکا ہوتا ہے اس کا نتیجہ ضرور نکل کر رہتا ہے اور انسان کو اس میں سے ہر حالت میں گزرنا پڑتا ہے...... یہ ضرور ہوتا ہے کہ سچے دل سے توبہ کرنے والے انسان کے عمل کی سزا کی اذیت کم سے کم کر دی جاتی ہے...... قدرت کے اس اٹل قانون کے مطابق تمہارے گناہوں کی معافی کے بعد تمہارے عمل کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے اور تمہیں اس میں سے گزرنا پڑے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمہیں اس عمل میں سے گزرتے ہوئے کم سے کم اذیت کا سامنا کرنا پڑے گا...... ہو سکتا ہے کندلی نام کی مشرک جادوگرنی کے جادو کا تم پر اثر ہو جائے، مگر تمہیں گھبرانا نہیں ہوگا...... اس کے جادو کا اثر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا...... یہ اچھی طرح سے سمجھ لو کہ تمہیں شرک کی شیطانی طاقتوں کا خود ہی مقابلہ کرنا ہوگا...... بس دل میں خدا پر بھروسہ رکھو اور یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے، اب جاؤ...... خدا تمہارا حافظ و ناصر ہو۔"

شہریار نے بڑے ادب سے فقیر بابا کو سلام کیا اور جھونپڑی سے نکل آیا...... اس وقت باہر چاروں طرف دن کی سفید روشنی پھیل چکی تھی...... شہریار کو فقیر بابا کی ایمان افروز باتوں نے بڑی طاقت عطاء کی تھی...... سامنے اب اسے طلوع ہوتے سورج کی روشنی میں شہری آبادی کے مکانات نظر آنے لگے تھے...... یہ گوالیار شہر کی نئی کالونیوں کے مکان، بلڈنگیں اور کوٹھیاں تھیں...... وہ ایک ریلوے لائن کو عبور کر کے دوسری طرف آگیا...... وہاں ایک چھوٹی سی سڑک نئی کالونیوں کی طرف جا رہی تھی...... شہریار خاموشی سے اس سڑک پر چلنے لگا...... سڑک پر ہلکی ٹریفک آ رہی

تھی...... شہریار سڑک کے کنارے کنارے جا رہا تھا...... وہ سب کو دیکھ رہا تھا، مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا...... وہ نئی کالونی میں آیا...... یہاں سڑکیں صاف ستھری تھیں اور شاپنگ پلازا بھی تھا...... کچھ دکانیں کھلی تھیں...... ایک ریستوران میں لوگ بیٹھے ناشتہ وغیرہ کر رہے تھے...... اس ریستوران کے باہر بورڈ پر شہریار نے گوالیار کا نام لکھا ہوا پڑھا...... وہ اسی شہر میں سے گزر کر قریبی گاؤں میں جانا چاہتا تھا...... اس گاؤں میں جا کر شہریار کو پتہ چل سکتا تھا کہ یہ جادوگرنی کندلی کا ہی گاؤں ہے یا نہیں...... گوالیار کافی بڑا شہر ہو گیا ہوا تھا، مگر شہریار کی تیز رفتاری نے شہر کی مسافت جلد طے کر لی...... وہ شہر کے شمال کی جانب کھیتوں میں نکل آیا...... یہاں اسے دُور ایک گاؤں کے کچھ مکانات نظر آئے...... وہ اس گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہریار جب اس گاؤں میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے...... ڈھلواں پتھر کی چھتوں والے مکان یہاں وہاں ایک دوسرے کے ساتھ لگے ہوئے کھڑے ہیں...... دو تین مکانوں کے باہر گائیاں بندھی ہیں...... کچھ بچے پتھروں سے کھیل رہے ہیں...... ایک عورت پانی کے تلکے کے پاس بیٹھی کپڑے دھو رہی ہے...... ایک بوڑھا آدمی اپنے مکان کے دروازے کے آگے بیٹھا چارہ کاٹ رہا ہے......

شہریار کسی سے پجارن کندلی کے بارے میں پوچھ نہیں سکتا تھا، کیونکہ وہ نظر نہیں آرہا تھا...... سوچنے لگا کیا کرے...... اسے گاؤں کے کونے میں کنوئیں پر دو تین عورتیں پانی بھرتی دکھائی دیں...... وہ ان کے پاس چلا گیا۔

عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں...... شہریار ان کے پاس کھڑا ہو گیا......

ایک عورت نے کہا۔

"کیسر بائی! سومی کا اگلا جنم کیسا ہوگا؟

وہ تو مرنے کے بعد پھر جی اُٹھی تھی۔"

دوسری عورت جس کا نام کیسر بائی تھا بولی۔

"اری وہ مری کہاں تھی...... ہاں اس کندلی جادوگرنی نے اس پر ٹونہ کر کے اسے زندہ ضرور کیا تھا...... پر وہ تو کہتے ہیں رات کو پھر مر گئی تھی۔"

"مگر کیسر بائی" پہلی عورت بولی...... "پھر جی اُٹھی تھی تو وہ گاؤں کیوں نہیں آئی؟ یہاں اس کے بال بچے تھے۔"

ایک اور عورت بولی۔

"ہاں کیسر بائی! اگر زندہ ہو گئی تھی تو اپنے گھر کیوں نہیں آئی...... کہاں چلی گئی آخر؟"

کیسر بائی اپنے پیتل کے مٹکے میں پانی بھرتے ہوئے بولی۔

"بہنا یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ کہاں چلی گئی...... میرے پتی کہہ رہے تھے کہ وہ پھر کندلی کے پاس چلی گئی تھی۔"

اس عورت نے کہا۔

"پر جو لاش گاؤں کے باہر ملی تھی وہ کس کی تھی...... میں نے تو پہچان لیا تھا وہ لاش سومی ہی کی تھی۔"

کیسر بائی بولی۔

"تم نے اسے کیسے پہچان لیا ری؟ لاش کا تو سارا گوشت جانور نوچ کر کھا گئے تھے۔"

اس عورت نے کہا۔

"اس کی انگلی میں چاندی کا چھلا ابھی تک پڑا ہوا تھا...... میں نے اسے چاندی کے چھلے سے پہچان لیا تھا...... یہ چھلا میں نے اسے دیوالی پر دیا تھا۔"

"ہائے رام" پہلی عورت بولی۔

کیسر بائی کہنے لگی۔

"ارے حیران کاہے کو ہوتی ہے...... بھگوان کا شکر ہے کہ سومی پھر سے مر گئی...... اگر زندہ رہتی تو اس کا اگلا جنم چھپکلی کا ہوتا، کیونکہ وہ کندلی کے جادو سے دوبارہ جی اُٹھی تھی۔"

شہریار ان کی باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا...... اسے یقین نہیں تھا کہ ان

عورتوں سے اسے کندلی جادوگرنی کے بارے میں اتنی معلومات مل جائیں گی..... ایک عورت پیتل کا گھڑا اپنے سر پر رکھتے ہوئے بولی۔

"یہ کندلی پجارن تو پوری راکھشن ہے راکھشن ہمیں اس سے بچ کر رہنا ہوگا۔" کیسر بائی نے کہا۔

"اری تو کیوں ڈرتی ہے..... کندلی تو مری ہوئی عورتوں اور مردوں کو اٹھا کر لے جاتی ہے، جب تم مرو گی تب اپنا خیال رکھنا۔"

اس پر سب عورتیں قہقہے لگا کر ہنس پڑیں اور گاؤں کی طرف چل دیں۔

شہریار کو یہ تو پتہ چل گیا تھا کہ کندلی جادوگرنی مردوں کو زندہ کرنے کا منتر حاصل کرنے کے بعد اس گاؤں میں آئی تھی اور اس کو یہ بھی علم ہو گیا تھا کہ مردے کو دوبارہ زندہ کرنے کے بعد وہ اس کے جسم کا گوشت کھا جاتی ہے..... اس کا مطلب تھا کہ کندلی جادوگرنی ایک زندہ ڈائن بن چکی ہے، مگر وہ کہاں ہے؟ یہ اس کو علم نہیں تھا۔

گاؤں کے باہر ایک چھوٹے سے تالاب کے کنارے ایک مندر تھا..... شہریار وہاں آ گیا..... مندر میں گھنٹیاں بج رہی تھیں..... صبح کے وقت پوجا پاٹھ جاری تھی۔ وہ دیر تک مندر کے آس پاس گاؤں میں پھرتا لوگوں کی باتیں سنتا رہا مگر اسے کندلی جادوگرنی کے بارے میں یہ نہ علم ہو سکا کہ وہ کہاں ہوگی..... آخر وہ ایک مکان کے قریب سے گزرا جہاں کچھ عورتیں مکان کے صحن میں خاموش سروں کو جھکائے بیٹھی تھیں..... ان کے درمیان تھالی میں پھول پڑے تھے اور لوبان سلگ رہا تھا..... اسے عورتوں کی باتوں سے بہت جلد علم ہو گیا کہ یہ اس عورت سومی کا گھر ہے جو مر گئی تھی اور جس کی لاش کندلی جادوگرنی پھر سے زندہ کر کے چتا میں سے نکل کر لے گئی تھی اور دوسرے دن اس عورت سومی کی لاش جنگل میں اس حالت میں پڑی ملی تھی کہ اس کے جسم کا گوشت جیسے جنگلی درندوں نے نوچ ڈالا تھا۔

شہریار کو یہ سراغ ضرور مل گیا تھا کہ کندلی جادوگرنی اسی علاقے میں کہیں ہوگی۔

اب اس نے سارے علاقے میں کندلی کی تلاش شروع کر دی..... وہ کچھ فاصلے پر واقع دوسرے گاؤں میں گیا تو وہاں چوپال میں درخت کے نیچے تین چار بوڑھے آدمی بیٹھے ناریل پی رہے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے..... ایک کہہ رہا تھا۔

"بھیاجی! یہ ضرور کوئی چڑیل ہے..... آدم خور شیر آدمی کو اس طرح نہیں کھاتا۔" دوسرا بوڑھا بولا۔

"حیرانی کی بات ہے کہ چڑیل صرف مردے کو ہی اُٹھا کر لے جاتی ہے..... وہ زندہ کو کیوں نہیں پکڑتی۔"

"ارے یہ مردار خود چڑیل ہے..... ہمیں پجاری جی کو بلا کر آج ہی یہاں ہون کی پوجا کرانی چاہئے..... نہیں تو ہمارا جو کوئی مرے گا اس کا یہی حال ہوگا۔"

"ہاں جی۔" دوسرا بوڑھا بولا..... "ہمیں شہر سے بڑے پجاری جی کو بلانا ہوگا۔" تیسرے بوڑھے نے کہا۔

"سنا ہے یہ چڑیل کالی کے جنگل والے شمشان سے آتی ہے۔"

"بھگوان جانے بھیا کہاں سے آتی ہے۔" ایک دوسرا بوڑھا بولا۔

شہریار کو یہاں سے یہ سراغ مل گیا تھا کہ کندلی جادوگرنی نے کالی کے جنگل میں کوئی شمشان ہے اسے اپنا ٹھکانہ بنا رکھا ہے اور اس علاقے میں جو کوئی مرتا ہے اسے اپنے منتر سے زندہ کر کے لے جاتی ہے اور اس کی لاش ہڑپ کر کے ہڈیوں کا پنجر ادھر اُدھر چھوڑ جاتی ہے..... دن کا وقت تھا..... چاروں طرف دن کی روشنی تھی..... شہریار نے آس پاس کے جنگلوں کی چھان بین شروع کر دی..... ایک جگہ اسے ایک چتا کا چبوترہ دکھائی دیا جو چار دیواری کے اندر بنا ہوا تھا..... پاس ہی لکڑیوں کا ڈھیر بھی پڑا تھا..... وہ سمجھ گیا کہ یہی شمشان گھاٹ ہے جہاں ہندو لوگ مردوں کو جلاتے ہیں..... اس وقت وہاں کچھ بھی نہیں تھا..... چتا پر جلانے کے لئے کسی مردے کی ارتھی موجود نہیں تھی..... شمشان گھاٹ کے قریب ہی کچھ جھونپڑے تھے جہاں سے کسی کسی وقت

کسی عورت کے رونے کی آواز آجاتی تھی۔

شہریار اس طرف چلا گیا...... دیکھا کہ ایک جھونپڑے کے باہر زمین پر ایک جوان لڑکی کی لاش پڑی ہے...... لاش کے پاس ایک بوڑھی عورت بیٹھی آنسو بہا رہی ہے...... پھر دو آدمی آئے...... انہوں نے لاش کو ایک ارتھی پر لٹایا اور ارتھی اٹھا کر کونے والی جھونپڑی میں رکھ دی...... اس کے بعد دونوں آدمی وہاں سے چلے گئے...... شاید یہ ان کی کوئی رسم تھی...... شہریار نے جھونپڑی میں جاکر دیکھا...... لاش زمین پر پڑی تھی...... اس کے سرہانے کی طرف پیتل کی تھالی میں پھول پڑے تھے اور لوبان سلگ رہا تھا...... شہریار کو خیال آیا کہ کندلی جادوگرنی اسی علاقے میں ہے، ہو سکتا ہے وہ لاش کی بو پاکر اسے کھانے کے لئے اس طرف کا رُخ کرے...... شہریار جھونپڑی سے ذرا ہٹ کر ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کی اوٹ میں بیٹھ گیا اور کندلی جادوگرنی کا انتظار کرنے لگا...... اسے پکا یقین نہیں تھا کہ کندلی آئے گی، مگر وہ کچھ دیر اس کا انتظار ضرور کرنا چاہتا تھا۔

دوسری طرف کندلی جادوگرنی وہاں سے کچھ ہی دُور کالی کے جنگل میں اپنے زمین دوز ٹھکانے میں چھپی ہوئی تھی...... اچانک اس نے تازہ مردے کی بو محسوس کی وہ جلدی سے باہر آگئی...... مردے کی بو گاؤں کے شمشان گھاٹ کی طرف سے آرہی تھی...... کندلی جادوگرنی نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے اُوپر منتر پھونکا اور وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی...... اب کوئی انسان نہیں دیکھ سکتا تھا...... وہ مردے کی تازہ بو لیتی شمشان گھاٹ کی طرف چل پڑی...... اس وقت شہریار شمشان کی شکستہ دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھا تھا...... وہ اُٹھ کر واپس جانے ہی والا تھا کہ اس کو بھی کندلی جادوگرنی کی خاص بو محسوس ہوئی...... وہ جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور جدھر سے بو آرہی تھی اس طرف دیکھنے لگا...... کندلی جادوگرنی اگرچہ غائب تھی، مگر شہریار خود غیبی حالت میں تھا اور وہ کندلی کو دیکھ سکتا تھا اور اس نے کندلی جادوگرنی کو دیکھ لیا۔

شہریار سمجھتا تھا کہ کندلی جادوگرنی بھی اسے غیبی حالت میں دیکھ لے گی اور اس پر حملہ کردے گی، لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ کندلی جادوگرنی نے شہریار کو آسیبی چڑیل کی کوٹھڑی میں پھینکنے سے پہلے اس پر جو جادوئی منتر پھونکا تھا اور جس کے اثر سے شہریار دکھائی دینے لگا تھا، اب شہریار پر اس کا اثر ختم ہوچکا تھا اور جادوگرنی کندلی بھی اسے نہیں دیکھ سکتی تھی، چنانچہ جب اس نے دُور سے کندلی جادوگرنی کو آتے دیکھا تو جلدی سے دیوار کی اوٹ میں چھپ گیا۔

کندلی جادوگرنی اس جھونپڑی میں چلی گئی جہاں مری ہوئی لڑکی کی لاش پڑی تھی...... شہریار بھی دیوار کی اوٹ سے نکلا اور جھونپڑی کی ناریل کی شاخوں سے بنی ہوئی دیوار کے ایک سوراخ میں سے دیکھنے لگا...... جادوگرنی لڑکی کی لاش کے پاس بیٹھی منتر پڑھ رہی تھی...... یہ بت پرست کافر مردوں کو زندہ کردینے والا منتر تھا...... منتر پڑھ کر کندلی نے لڑکی کی لاش پر پھونکا تو لاش نے حرکت کی...... کندلی جادوگرنی نے اسے حکم دینے کے لہجے میں کہا۔

”میں نے اگنی منتر پھونکا ہے...... اُٹھو اور میرے ساتھ چلو۔“

لڑکی کی لاش اپنے آپ اُٹھ کر بالکل سیدھی کھڑی ہوگئی...... جادوگرنی کو سوائے شہریار کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا...... لاش کی آنکھیں ابھی تک پتھرائی ہوئی تھیں...... اس کا جسم زندہ ضرور ہوگیا تھا مگر پتھر کی طرح ساکت تھا...... جیسے ہی لڑکی کی لاش کھڑی ہوئی کندلی جادوگرنی نے لاش کی کمر میں بازو ڈال کر اسے اپنے گھیرے میں لے لیا...... لاش اسی طرح غائب ہوگئی، مگر شہریار اسے دیکھ رہا تھا...... جادوگرنی نے غیبی حالت میں ہی لاش کو اپنے کاندھے پر ڈالا اور اسے ہوا میں اُڑا کر کالی کے جنگل میں لے آئی...... شہریار اس کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔

جادوگرنی کندلی نے لاش کو جنگل میں ایک جگہ لٹادیا...... لاش جیسے آدھی زندہ تھی اور آدھی مردہ تھی...... کسی کسی وقت وہ اپنا بازو ہلا لیتی تھی...... کندلی جادوگرنی نے

اپنی ساڑھی کے اندر سے ایک خنجر نکالا اور لاش کو کاٹ کر کھانا شروع کر دیا...... لاش کے حلق سے ایک دبی ہوئی درد انگیز چیخ نکلی اور اس کے بعد لاش خاموش ہو گئی...... شاید وہ پھر مر گئی تھی...... شہریار یہ مکروہ منظر کچھ فاصلے پر درخت کے پیچھے کھڑا دیکھ رہا تھا...... وہ اس وقت ہیولے کی شکل میں نہیں تھا...... ہیولے کی شکل میں ہوتا تو پیچھے سے جا کر کندلی جادوگرنی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کے دل کو پکڑ کر اسے موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا، مگر افسوس کہ وہ زندہ انسانی جسم میں تھا...... اگرچہ اس کا جسم مور کے پر کی طرح ہلکا تھا اور اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا، مگر وہ ہیولا نہیں تھا۔

اس نے یہی فیصلہ کیا کہ یہ اچھا موقع ہے...... وہ جادوگرنی کندلی کے پاس دبے پاؤں جائے گا اور اس کے خنجر سے اس کا سینہ چیر کر اس کے دل کو نوچ کر باہر نکال لے گا...... خطرہ شہریار کو صرف یہی تھا کہ اگر کندلی کی اس پر نگاہ پڑ گئی تو کہیں وہ اس پر ایسا طلسم نہ پھونک دے جس کا توڑ شہریار کے پاس نہ ہو، لیکن اس وقت جادوگرنی اس کی زد میں تھی...... اس وقت اگر اسے ہلاک کرنے کی کوشش نہ کی تو کچھ پتہ نہیں اس کے بعد وہ پھر نہ مل سکے...... یہ سوچ کر شہریار دبے پاؤں کندلی جادوگرنی کی طرف بڑھا، مگر جادوگرنی کو اس کے پاؤں کے سوکھے پتوں پر پڑنے کی سرسراہٹ سنائی دے گئی۔ اس نے چونک کر پیچھے دیکھا تو سامنے شہریار موجود تھا...... اسے دیکھتے ہی جادوگرنی کندلی نے چیخ مار کر منتر اس پر پھونکا مگر شہریار پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

اس دوران شہریار نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے خنجر چھین لیا تھا...... وہ اس کے سینے میں خنجر گھونپنے ہی والا تھا کہ جادوگرنی کندلی نے دوسری چیخ حلق سے نکالی اور شہریار کی نظروں سے غائب ہو گئی...... شہریار خنجر ہاتھ میں لئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا...... جادوگرنی دس گز کے فاصلے پر وہاں موجود تھی اور منہ ہی منہ میں منتر پڑھ پڑھ کر شہریار پر پھونک رہی تھی، مگر شہریار پر اس کے کسی منتر کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ شہریار کی ایمانی قوت بیدار ہو چکی ہے اور اس کا کوئی جادو اس پر اثر نہیں

کرے گا، مگر وہ اپنی جان کے دشمن شہریار کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتی تھی...... وہ اپنی جگہ سے اور پیچھے ہٹ کر کھڑی شہریار کو گھورنے لگی...... اس نے احتیاط کے طور پر ایک منتر پڑھ کر اپنے اُوپر پھینکا جس کے بعد جادوگرنی کے جسم سے نکلنے والی بو خارج ہونا بند ہو گئی۔

شہریار کو پہلے جادوگرنی کی بو محسوس ہو رہی تھی...... جب اچانک یہ بو آنی بند ہو گئی اور جادوگرنی بھی اسے دکھائی نہ دی تو وہ سمجھ گیا کہ عیار جادوگرنی وہاں سے فرار ہو گئی ہے...... خنجر شہریار کے ہاتھ میں ہی تھا...... جادوگرنی کندلی کے ہاتھ آ کر ہاتھ سے نکل جانے کا شہریار کو افسوس تھا...... وہ شہر کی طرف چل پڑا...... جادوگرنی کندلی نے بھی اس کا تعاقب شروع کر دیا...... اس خیال سے کہ اگرچہ شہریار پر اس کا کوئی جادو اثر نہیں کر رہا، لیکن کم از کم اسے یہ تو معلوم ہو جائے کہ شہریار نے اپنا ٹھکانہ کس جگہ بنایا ہوا ہے...... شہریار گوالیار شہر کے باہر باہر سے گزر رہا تھا...... جادوگرنی کندلی کو وہ نظر آ رہا تھا، مگر شہریار کندلی کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

شہریار کو افسوس تھا کہ کندلی اس کے ہاتھ آئی ہوئی نکل گئی، لیکن وہ اس علاقے میں ہی کسی جگہ رہنا چاہتا تھا...... اسے یقین تھا کہ چونکہ جادوگرنی کندلی کو بھی علم ہو چکا ہے کہ شہریار اسی علاقے میں ہے اور وہ بھی اسے اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے، اس لئے وہ بھی اس علاقے میں رہ کر اسے ایک بار پھر قابو میں کرنے کے لئے زیادہ طاقتور طلسم سے وار کرنے کی کوشش کرے گی، چنانچہ شہریار شہر سے دُور صحرا میں نکل آیا اور اپنا ٹھکانہ بنانے کے لئے کوئی جگہ تلاش کرنے لگا۔

اس علاقے میں جگہ جگہ پرانی حویلیوں اور پرانی عمارتوں کے کھنڈر بکھرے ہوئے تھے...... اسے ایک پرانی عمارت دکھائی دی...... وہ اس میں آ کر بیٹھ گیا......
جادوگرنی کچھ فاصلے پر کھڑی اسے دیکھ رہی تھی...... جادوگرنی کے سارے منتر شہریار پر بے اثر ثابت ہوئے تھے جس کی وجہ سے جادوگرنی کندلی پریشان تھی...... وہ شہریار کو

ہاتھ سے جانے بھی نہیں دینا چاہتی تھی...... اپنی جان کے دشمن کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کا اس سے اچھا موقع اسے نہیں مل سکتا تھا...... اچانک اسے کالی ڈائن کا خیال آ گیا...... اس وقت وہی کندلی کی مدد کر سکتی تھی، کیونکہ کالی ڈائن کے پاس آسیبی منتر بھی تھے جن کے اثر سے شہریار بھی نہیں بچ سکتا تھا۔

کندلی جادوگرنی اسی وقت کالی ڈائن کے آسیبی ٹھکانے کی طرف چل دی...... وہ چند لمحوں کے بعد کالی ڈائن کی کوٹھڑی میں تھی...... جب کندلی نے اسے بتایا کہ اس کے دشمن شہریار پر اس کا کوئی منتر اثر نہیں کر رہا تو کالی ڈائن نے غضب ناک ہو کر کہا۔

"ضرور اس کی ایمانی طاقت اس کے اندر جاگ پڑی ہے...... وہ قابو نہیں آئے گا۔"

کندلی جادوگرنی نے کہا۔

"میری پیاری بہن! یہ ہماری بے عزتی ہے کہ ایک منش (انسان) ہمارے قبضے میں آ کر فرار ہو جائے اور تمہارے پاس تو آسیبی منتر بھی ہیں...... ان کا یہ انسان مقابلہ نہیں کر سکے گا۔"

کالی ڈائن بولی۔

"یہ تمہاری بھول ہے...... تم ان مسلمانوں کے ایمان کی طاقت کو نہیں جانتیں...... میں جانتی ہوں...... ہمارا کوئی جادو کوئی منتر اب اس پر اثر نہیں کر سکے گا۔"

"پھر تم ہی کوئی ترکیب بتاؤ۔" جادوگرنی کندلی نے کہا۔ "اگر اس وقت وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا تو اس کے ہاتھوں مرنے کا خوف میرے سر پر ایک بار پھر سوار ہو جائے گا اور پھر اب وہ بھی مجھے قتل کرنے پر تل گیا ہے...... اس نے میرے خنجر سے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔"

کالی ڈائن سوچ میں پڑ گئی...... وہ کندلی جادوگرنی کی مدد کرنا چاہتی تھی، مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے...... اچانک ایک ترکیب اس کے ذہن میں آ گئی...... اس نے کندلی سے کہا۔

"کندلی! تم میری بہن ہو...... میں تمہیں منش جاتی کے ہاتھوں مرتا نہیں دیکھ سکتی...... میں تمہارے لئے صرف اتنا کر سکتی ہوں کہ تمہارے دشمن شہریار کو اپنے جال میں پھنسا کر بے ہوش کر دوں اور اسے تمہارے حوالے کر دوں۔ اس کے بعد تمہیں جو کچھ کرنا ہو گا خود ہی کرنا ہو گا۔"

کندلی جادوگرنی نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر تم ایسا کرو گی تو میں تمہارا احسان ساری زندگی نہیں بھلاؤں گی، مگر تم اسے کیسے بے ہوش کرو گی؟"

کالی ڈائن نے کہا۔

"میں سب سے پہلے اس کے ایمان کو کمزور کروں گی...... پھر اس کے ایمان کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے بے ہوش کر دوں گی...... اس سے زیادہ میرا کوئی بھی آسیبی منتر اس پر نہیں چل سکتا، کیونکہ اس کی ایمانی طاقت پوری طرح بیدار ہو چکی ہے۔"

کندلی جادوگرنی نے پوچھا۔

"یہ تم کیسے کرو گی؟"

کالی ڈائن بولی۔

"میں عورت کا وہ حربہ استعمال کروں گی جس کے آگے طاقتور سے طاقتور مرد کے قدم بھی ایک بار ضرور ڈگمگا جاتے ہیں...... میں مہارانی لیلاوتی بن کر اس کے پاس جاؤں گی...... کیا تمہیں معلوم ہے شہریار اس وقت کہاں ہے؟"

کندلی جادوگرنی نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں...... میں تمہیں وہاں لے چلوں گی۔"

کالی ڈائن بولی۔

"تو پھر چلو۔"

دونوں غائب ہو کر صحرا میں ایک ٹیلے کے پاس نمودار ہو گئیں...... وہاں سے وہ عمارت دکھائی دے رہی تھی جہاں کندلی شہریار کو چھوڑ کر گئی تھی...... اس نے کالی ڈائن سے کہا۔

"تم یہیں ٹھہرو...... میں اسے دیکھ کر آتی ہوں۔"

جادوگرنی کندلی فوراً پرانی عمارت میں پہنچ گئی...... اس نے دیکھا کہ شہریار ڈیوڑھی میں سر جھکائے بیٹھا تھا...... خنجر اس کے قریب ہی پڑا تھا...... جادوگرنی اس وقت واپس آ گئی، اس نے کالی ڈائن کو بتایا کہ اس کا دشمن عمارت میں موجود ہے...... کالی ڈائن نے ایک منتر پھونکا اور وہاں ایک شاہی گھوڑا نمودار ہو گیا جس پر سرخ ریشمی چادر پڑی ہوئی تھی...... دوسری بار کالی ڈائن نے ایک آسیبی منتر اپنے اُوپر پھونکا اور وہ کالی ڈائن سے مہارانی لیلاوتی کے رُوپ میں ظاہر ہو گئی...... وہ گھوڑے پر سوار ہوئی اور کندلی سے کہنے لگی۔

"تم میرے ساتھ ساتھ رہنا۔"

کالی ڈائن مہارانی لیلاوتی کے رُوپ میں شاندار قیمتی لباس پہنے اپنے جھوٹے حسن و جمال کی تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ اس عمارت کی طرف چل پڑی...... شہریار ڈیوڑھی میں بیٹھا اپنے ماضی کو یاد کر رہا تھا...... اسے مہارانی لیلاوتی بھی یاد آ رہی تھی...... اس نے زندگی میں صرف اسی ایک عورت مہارانی لیلاوتی سے محبت کی تھی، لیکن افسوس کہ اس نے بھی اسے دھوکا دیا...... اتنے میں اسے باہر گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی...... اس نے اُٹھ کر باہر دیکھا...... مہارانی لیلاوتی زرق برق لباس پہنے گھوڑے پر سوار اس کی طرف آ رہی تھی...... شہریار کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا...... اس نے دو تین بار آنکھیں جھپک کر دیکھا...... اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی...... یہ مہارانی لیلاوتی ہی تھی...... شہریار بے اختیار ہو کر اس کی طرف بڑھا...... اچانک اسے خیال آیا کہ وہ تو غیبی حالت میں ہے اور مہارانی اسے دیکھ نہیں سکے گی۔

وہ وہیں رُک گیا...... مہارانی کا گھوڑا قریب آ گیا تھا...... مہارانی نے شہریار کی طرف دیکھ کر کہا۔

"شہریار! بھگوان کا شکر ہے کہ تمہاری صورت دیکھنے کو ملی...... میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں تلاش کیا۔"

وہ گھوڑے سے اُتر کر شہریار کے پاس آ گئی...... شہریار کے جسم میں مہارانی کی محبت کی بجلیاں سی دوڑنے لگی تھیں...... اس نے بڑی مشکل سے اپنے اُوپر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"مہارانی! تم نے مجھے کیسے دیکھ لیا...... مجھ پر تو ایک جادوگرنی نے جادو کر دیا ہے اور میں لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا۔"

مہارانی لیلاوتی نے شہریار کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"محبت سے بڑھ کر کوئی جادو نہیں ہوتا...... مجھے تم سے محبت ہے اور اس محبت نے تمہیں میری آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دیا ہے۔"

مہارانی کی محبت بھری گفتگو نے شہریار پر ایک نشہ سا طاری کر دیا اور اس کے دل میں سوائے مہارانی لیلاوتی کے اور کسی کا خیال نہ رہا...... اس وقت وہ اپنے خدا کو بھی فراموش کر چکا تھا...... یہی وہ لمحہ تھا جب شہریار کے ایمان کی طاقت کمزور پڑ گئی تھی اور اس کے قدم سیدھی راہ سے ڈگمگا گئے تھے...... اس کا ہاتھ مہارانی لیلاوتی یعنی کالی ڈائن کے ہاتھ میں تھا اور اس نے ہاتھ کے لمس سے محسوس کر لیا تھا کہ شہریار کی ایمانی قوت کمزور پڑ چکی ہے، لیکن وہ ابھی اس پر اپنے آسیبی منتر کے وار کرنے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی...... وہ اس کی طاقت کو اور زیادہ کمزور کرنا چاہتی تھی...... شہریار نے محبت سے شرابور آواز میں کہا۔

"مہارانی! تم کہاں چلی گئی تھیں؟"

مہارانی لیلاوتی یعنی کالی ڈائن بولی۔

"میرے پیارے شہریار! میں نے تمہیں لینے کے لئے جو خادمہ بھیجی تھی اس نے میرے ساتھ دغا کیا اور بھگوان جانے تمہیں کہاں لے گئی، مگر اب میں ہمیشہ کے لئے تمہارے پاس آ گئی ہوں...... اب ہمیں کوئی ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکے گا...... چلو اندر بیٹھ کر محبت بھری باتیں کرتے ہیں...... پھر میں تمہیں اپنے محل میں لے چلوں گی۔"

شہریار پر شیطانی جذبات غالب آ چکے تھے...... اس نے مہارانی لیلاوتی کی کمر میں اپنا بازو حمائل کر دیا اور کالی ڈائن اسے لے کر عمارت کی ڈیوڑھی میں آ کر بیٹھ گئی اور شہریار کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لے کر شہریار کے شیطانی جذبات کو بھڑکانا شروع کر دیا...... شہریار نے اپنا سر مہارانی یعنی کالی ڈائن کے گھٹنوں پر رکھ دیا۔

اس لمحے شہریار اپنے خدا کو بالکل فراموش کر چکا تھا...... کالی ڈائن اسی لمحے کا انتظار کر رہی تھی...... جیسے ہی شہریار نے اس کے گھٹنوں پر اپنا سر رکھا کالی ڈائن نے اپنا سب سے زیادہ خطرناک آسیبی منتر پڑھ کر اس پر پھونک دیا...... جب انسان شیطان کے بہکاوے میں آ کر خود ہی خدا کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے تو پھر اس کی کون رکھوالی کر سکتا ہے...... شہریار پر فوراً کالی ڈائن کے منتر کا اثر ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو گیا...... اس کے بے ہوش ہوتے ہی مہارانی لیلاوتی کالی ڈائن کی شکل میں واپس آ گئی...... کندلی جادوگرنی دُور کھڑی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی...... وہ فوراً ڈیوڑھی میں آ گئی، کالی ڈائن نے کہا۔

"کندلی! میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے...... اس سے زیادہ میں نہیں کر سکتی تھی۔ تمہارا دشمن تمہارے سامنے بے ہوش پڑا ہے...... تو جو چاہے اس کے ساتھ کر۔ میں جا رہی ہوں۔"

اور کالی ڈائن غائب ہو گئی...... اس کے ساتھ ہی باہر جو گھوڑا کھڑا تھا وہ بھی غائب ہو گیا...... اب اس پرانی تاریخی عمارت کے کھنڈر میں شہریار اور کندلی جادوگرنی کے

سوائے اور کوئی نہیں تھا...... شہریار گرد آلود فرش پر بے ہوش پڑا تھا، جس خنجر سے جادوگرنی کندلی نے سومی نام کی عورت کی لاش کا گوشت کاٹ کر کھایا تھا، وہ بھی پاس ہی فرش پر پڑا تھا۔

جادوگرنی کندلی شہریار کے چہرے کو گھور رہی تھی...... اس کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں...... یہ وہ شخص تھا جس نے اس کو پھر سے زندگی دی تھی اور یہی وہ شخص تھا جس کے ہاتھوں میں اس کی موت لکھی ہوئی تھی۔

کندلی جادوگرنی نے فیصلہ کیا کیوں نہ وہ خود اس کا ہمیشہ کے لئے کام تمام کر دے۔ وہ جانتی تھی کہ شہریار میں اتنی طاقت پیدا ہو چکی ہے کہ وہ اسے جان سے نہیں مار سکے گی اور اگر ایسا کرنے کی کوشش کرے گی تو شہریار کا ہیولا خود بخود اپنے جسم سے نکل کر الگ ہو جائے گا اور وہ شہریار کے پورے جسم کا ہیولا ہو گا...... اس کے باوجود وہ شہریار سے اس قدر تنگ آ چکی تھی کہ اسے ہر حال میں موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتی تھی...... وہ نفرت اور جذبہ انتقام سے دیوانی ہوئی جا رہی تھی...... اس نے خنجر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ شہریار بے ہوش پڑا تھا...... کندلی جادوگرنی خنجر لے کر اس پر جھک گئی اور قہر آلود لہجے میں بولی۔

"میری جان کے دشمن! اس دفعہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی...... میں تمہیں اس قابل نہیں چھوڑوں گی کہ تو دوبارہ مجھ پر وار کر سکے۔"

اور اس نے خنجر والا ہاتھ اُوپر اُٹھا کر شہریار کی گردن پر بھرپور وار کر دیا...... وار اس قدر طاقتور تھا کہ خنجر کو شہریار کی گردن میں دھنس جانا چاہئے تھا، لیکن ایسا نہ ہوا...... خنجر شہریار کی گردن سے ٹکرا کر اُچٹ کر جادوگرنی کے ہاتھ سے چھوٹ گیا...... جیسے خنجر کسی پتھر کی چٹان سے ٹکرایا ہو...... جادوگرنی ایک لمحے کے لئے آنکھیں پھاڑ کر کبھی خنجر کو اور کبھی شہریار کی گردن کو تکنے لگی...... اس نے شہریار کی گردن کو انگلی سے چھوا...... گردن کا گوشت بالکل نرم تھا...... خنجر کو اس میں دھنس جانا

جاہئے تھا...... اس نے خنجر اُٹھالیا...... اب اس نے شہریار کے پیٹ پر وار کیا...... خنجر شہریار کے پیٹ سے بھی ٹکرا کر اُچٹ گیا...... جیسے کسی پتھر کے مجسمے کے پیٹ سے ٹکرایا ہو...... کندلی جادوگرنی پر دہشت سوار ہو گئی...... اس نے شہریار کے جسم پر پے در پے وار کر کے اس کو چھیلنے اور گوشت کو کاٹنے کی کوشش کی لیکن شہریار کے جسم کو کاٹنا تو دور کی بات تھی خنجر شہریار کے کپڑوں کو بھی نہ کاٹ سکا۔

جادوگرنی کے حلق سے جھنجلاہٹ میں ایک خوفناک چیخ نکل گئی۔

وہ سخت طیش کی حالت میں مٹھیاں بھینچ بھینچ کر ڈیوڑھی میں چکر لگانے لگی......

پھر وہ رُک گئی...... اس نے شہریار پر ایک شعلہ بار نگاہ ڈالی اور چار قدم پیچھے ہٹ کر ایک منتر پڑھ کر پھونکا...... جادوگرنی کے منہ سے آگ کا تڑپتا لہراتا شعلہ نکل کر شہریار کے جسم سے ٹکرایا اور ٹکراتے ہی بجھ گیا...... جادوگرنی نے دوسری بار منتر پڑھ کر پھونکا...... اس بار پہلے سے زیادہ آتش ناک شعلہ نکل کر شہریار کے جسم سے ٹکرایا اور یہ شعلہ بھی شہریار کے بے ہوش جسم سے ٹکراتے ہی بجھ گیا...... جادوگرنی اپنی جگہ پر ساکت ہو کر کھڑی ہو گئی۔

وہ شہریار کو خود ہلاک کرنے میں ناکام ہو گئی تھی...... وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی، یہ اسے یقین ہو گیا تھا...... وہ کچھ نہ کچھ ایسا آخری بار ضرور کرنا چاہتی تھی جس سے شہریار کا پیچھا اس سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ جائے...... اس نے شہریار کو جادو کے ذریعے زمین سے دس فٹ اُوپر اُٹھایا اور اسے ہوا میں کھینچتی ہوئی اپنے ساتھ بکرم گڑھ کی سنگلاخ پہاڑی ٹیلوں میں لے گئی...... یہ ویران ٹیلے کانٹے دار صحرائی جھاڑیوں سے ڈھکے ہوئے تھے اور کسی زمانے میں وہاں آدم خور بھوتوں نے بسیرا کر رکھا تھا...... آج بھی ان دہشت ناک ٹیلوں کے بارے میں مشہور تھا کہ وہاں کبھی کبھی آدم خور بھوت اُدھر سے گزرتے ہوئے رات بسر کرنے کے لئے آجاتے ہیں...... وہاں ایک ٹیلے کے اندر ایک خوفناک قدرتی غار تھا جسے سانپوں اور زہریلے بچھوؤں نے اپنا مسکن بنایا ہوا تھا۔

جادوگرنی کندلی بے ہوش شہریار کو اس خوفناک غار میں لے آئی...... غار میں قبر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور جھینگروں کی بجائے سانپوں کے پھنکارنے کی رونگٹے کھڑے کر دینے والی پھنکاریں سنائی دے رہی تھیں...... جادوگرنی کندلی نے ایک طلسم پڑھ کر بے ہوش شہریار کے جسم کو غار کی چھت کی طرف اُچھال دیا...... شہریار کا جسم غار کی چھت سے جا کر ٹکرایا اور جب نیچے گرا تو وہ چھت کے ساتھ اس طرح ایک جھٹکے کے ساتھ لٹکنے لگا کہ موٹے رسے کا پھندا اس کی گردن میں تھا اور وہ اس طرح لٹک رہا تھا جیسے اسے پھانسی دے دی گئی ہو...... جادوگرنی نے غار کے اندر جادو کے عمل سے پتھر کی ایک دیوار کھڑی کر کے غار کو بند کر دیا اور اس دیوار پر کالے جادو کا ایسا طلسم پھونک دیا کہ نہ اندر سے کوئی باہر نکل سکتا تھا اور نہ باہر سے کوئی اندر آسکتا تھا...... اس کے بعد وہ وہاں سے غائب ہو گئی۔

شہریار آدم خور بھوتوں کے بند غار میں چھت کے ساتھ لٹکا ہوا تھا اور اسے کچھ ہوش نہیں تھی کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے...... کادمبری ابھی تک کیلاش پربت کے سوامی گندھرو کی ہدایت کے مطابق شو مندر کی کوٹھڑی میں ہی پوجا پاٹھ میں مصروف تھی...... ابھی تک سوامی جی کے بونے گندھرو شہریار کا کوئی سراغ نہیں لگا سکے تھے، جس رات جادوگرنی نے شہریار کو آدم خور بھوتوں کے غار میں پھانسی پر لٹکایا اسی رات کا ذکر ہے کہ کادمبری سوتے سوتے ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی...... وہ اسی وقت گھبرائی ہوئی سوامی جی کے غار میں گئی اور انہیں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"سوامی مہاراج! میں نے ایک بڑا ڈراؤنا سپنا دیکھا ہے۔"

سوامی جی اس وقت بیٹھے پوجا کر رہے تھے...... انہوں نے پوچھا۔

"تم نے سپنے میں کیا دیکھا ہے بیٹی؟"

کادمبری بولی۔

"مہاراج! میں نے دیکھا ہے کہ صحرا میں ایک ویران ٹیلا ہے جس کے اندر ایک

بھیانک غار ہے...... اس غار میں شہریار چھت کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اور بے ہوش ہے...... میں جلدی سے اسے اتارنے کی کوشش کرتی ہوں، لیکن اچانک ایک بجلی سی چمکتی ہے اور میں غار کے باہر گر پڑتی ہوں...... ایک جوگی باباوہاں نمودار ہوتا ہے اور مجھے کہتا ہے...... یہاں سے چلی جا نہیں تو ماری جائے گی...... یہ آدم خور بھوتوں کا غار ہے۔"

سوامی گندھرو کے چہرے پر یہ سن کر ایک چمک سی آجاتی ہے اور کہتے ہیں۔

" کادمبری! اگر تونے سچ مچ یہ سپنا دیکھا ہے تو سمجھ لے کہ شہریار تمہیں مل گیا ہے۔"

"وہ کیسے مہاراج؟" کادمبری نے پوچھا۔

سوامی جی بولے۔

"جس آدم خور بھوتوں کے غار کا جوگی بابا نے ذکر کیا تھا اور وہاں تو نے شہریار کو دیکھا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ غار کہاں ہے...... میں ابھی اپنے گندھرو بھیجتا ہوں...... وہ شہریار کو اگر وہ وہیں ہے تو وہاں سے نکال کر میرے پاس لے آئیں گے۔"

کادمبری نے بے تاب ہو کر کہا۔

"سوامی مہاراج! میں ان کے ساتھ جاؤں گی۔"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"تمہیں تو ضرور ساتھ جانا ہوگا، کیونکہ تم ہی اس ٹیلے کو پہچانو گی جس کے اندر آدم خور بھوتوں کا غار ہے۔"

سوامی گندھرو نے اسی وقت آنکھیں بند کر لیں اور ایک ہاتھ اُوپر اُٹھا کر کسی غیبی شے کو مخاطب کر کے کہا۔

"تم لوگ جہاں بھی ہو، جس حالت میں بھی ہو فوراً میرے پاس پہنچو۔"

چند ہی سیکنڈ گزرے ہوں گے کہ سوامی جی کے سامنے چار بونے گندھرو نمودار ہو گئے...... انہوں نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"ہم آپ کے چرنوں میں حاضر ہیں سوامی مہاراج۔"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"یہاں سے پچھم کی طرف راجستھان کے صحرا میں بکرم گڑھ کے پاس ویران ٹیلوں میں آدم خور بھوتوں کا ایک ٹیلہ ہے...... اس ٹیلے کے اندر ایک غار ہے...... اس غار میں ہمارا ایک شردھالو چھت کے ساتھ لٹکا ہوا ہے...... وہ جس حال میں بھی ہے اسے ہمارے پاس لے آؤ...... کادمبری ٹیلے کی پہچان کیلئے تمہارے ساتھ جائے گی۔"

کادمبری چپ چاروں بونوں کو لے کر آدم خور بھوتوں کے غار میں آئی تو چھت کے ساتھ لٹکتا ہوا شہریار غائب تھا...... کادمبری نے کہا۔

"وہ غار میں کسی دوسری جگہ پر لٹکا ہوا ہوگا...... آگے چل کر دیکھتے ہیں۔"

انہوں نے آدم خور بھوتوں کا سارا غار چھان مارا، لیکن شہریار انہیں کہیں نہ ملا...... کادمبری پریشان ضرور ہو گئی تھی مگر اسے سوامی گندھرو پر یقین تھا کہ ان کا کہا جھوٹ نہیں ہو سکتا...... اس نے بونوں سے کہا۔

"کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی دوسرے ٹیلے کے غار میں ہو...... تم یہاں ٹھہرو...... میں دوسرے ٹیلوں میں جا کر دیکھتی ہوں۔"

کادمبری دوسری ٹیلوں کے اندر جو قدرتی غار بنے ہوئے تھے وہاں آ گئی...... اس نے بکرم گڑھ کے سارے ویران ٹیلوں کے غار ایک ایک کر کے دیکھ لئے مگر شہریار کسی بھی جگہ چھت سے لٹکتا نظر نہ آیا...... وہ سوچ میں پڑ گئی کہ سوامی گندھرو سے گیان میں کہیں غلطی نہ ہو گئی ہو...... وہ بھوتوں کے غار میں واپس آ گئی...... وہاں آ کر دیکھا تو چاروں بونے بھی غائب تھے...... وہ گھبرا کر غار والی بھوتوں کی کوٹھڑی سے نکل کر غار میں سے تیزی سے غوطہ لگا کر ٹیلے سے باہر آ گئی۔

اگرچہ وہ غائب تھی مگر اسے ڈر تھا کہ بھوت اور چڑیلیں جو بھی یہاں پر شیطانی مخلوق ہے وہ اسے ضرور دیکھ لے گی...... وہ سوامی گندھرو کے پاس جانے کا ارادہ کر چکی

تھی کہ اسے سامنے چند گز کے فاصلے پر سوامی گندھرو کا دُھندلا چہرہ دکھائی دیا...... وہ وہیں رُک گئی...... سوامی گندھرو نے دھیمی آواز میں کہا۔

"کادمبری! تمہیں میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں، جس کی تلاش میں تم آئی ہو وہ اسی جگہ موجود ہے۔"

کادمبری نے کہا۔

"مگر مہاراج! شہریار کے ساتھ چاروں گندھرو بھی غائب ہیں۔"

سوامی جی نے کہا۔

"تم ان کی فکر نہ کرو...... جاؤ اور جا کر اپنے دوست شہریار کو بچاؤ۔"

"مگر وہ کہاں ہے سوامی مہاراج؟" کادمبری نے پوچھا۔

سوامی گندھرو بولے۔

"تمہارے آنے کی جادوگرنی کندلی کو خبر ہو گئی تھی، وہ عین وقت پر آ کر شہریار کو یہاں سے نکال کر لے گئی ہے۔"

"وہ اسے کہاں لے گئی ہے مہاراج؟" کادمبری نے پوچھا۔

سوامی گندھرو نے کہا۔

"اس دفعہ جادوگرنی کندلی نے شہریار سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے اسے اگنی ڈائن کے حوالے کر دیا ہے...... اگنی ڈائن نے شہریار کے بے ہوش جسم کو جلا کر اس کی راکھ پیتل کی گڑوی میں بند کر کے گڑوی زمین میں دفن کر دی ہے۔"

کادمبری نے گھبراہٹ میں پوچھا۔

"مہاراج! کیا شہریار جل کر راکھ ہو گیا ہے؟"

سوامی جی نے کہا۔

"نہیں...... شہریار کی ایمانی طاقت اس کے جسم میں بیدار ہو چکی تھی جس کی وجہ

سے وہ مرا نہیں بلکہ پیتل کی گڑوی کے اندر سفید دھوئیں کی لہر کی شکل میں زندہ ہے۔"

کادمبری نے فوراً کہا۔

"مہاراج! مجھے اگنی ڈائن کی جگہ بتائیں، شہریار جس گڑوی میں بند ہے میں وہاں سے وہ گڑوی نکال کر لے آؤں گی۔"

سوامی گندھرو کہنے لگے۔

"تو اگنی ڈائن کی شکتی سے واقف نہیں ہے...... وہ جس پہاڑ کے نیچے رہتی ہے اس کے چاروں طرف اس نے مہاکالے جادو پھونک رکھا ہے...... تم اشٹی منتر اُلٹا پڑھنے سے مہاکالے جادو کے اندر داخل تو ہو جاؤ گی لیکن شہریار کی راکھ جس پیتل کی گڑوی میں بند ہے اسے نکال کر باہر نہ لا سکو گی...... تم جیسے ہی پیتل کی گڑوی لے کر باہر نکلو گی مہاکالے جادو کی آتشی لہریں تمہیں جلا کر راکھ کر ڈالیں گی...... تم پیتل کی طلسمی گڑوی کے بغیر تو وہاں سے باہر آ جاؤ گی مگر پیتل کی گڑوی اگر تمہارے ہاتھ میں ہو گی تو تم مہاکالے جادو کی لہروں سے ٹکراتے ہی راکھ ہو جاؤ گی...... یہاں میری شکتی بھی تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔"

کادمبری بہت پریشان ہو گئی...... کہنے لگی۔

"سوامی مہاراج! میں جان کی بازی لگا کر بھی شہریار کی راکھ کو وہاں سے نکال لانا چاہتی ہوں۔"

سوامی گندھرو بولے۔

"اپنی راکھ میں شہریار نہیں ہے، کیونکہ وہ جلا ہی نہیں تھا...... وہ اس سفید دھوئیں کی لہر میں موجود ہے جو پیتل کی گڑوی میں راکھ کے ساتھ بند ہے۔"

کادمبری کے چہرے پر مایوسی چھا گئی...... ہاتھ باندھ کر بولی۔

"مہاراج! کسی طرح شہریار کو بچا لیجئے...... میں اس کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

سوامی جی کہنے لگے۔

"ایک صورت ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا مہاراج؟" کادمبری نے جلدی سے پوچھا۔

سوامی جی بولے۔

"اگر تم اگنی ڈائن کے غار میں جا کر زمین میں سے شہریار کی راکھ والی پیتل کی گڑوی نکال کر اس میں جو سفید دھوئیں کی گہر ہے اسے اپنے سانس کے ساتھ اپنے اندر کھینچ لو تو شہریار کا ہیولا تمہارے جسم میں داخل ہو جائے گا...... پھر تمہیں پیتل کی گڑوی ساتھ لانے کی ضرورت نہیں ہو گی...... جب تم اکیلی وہاں سے باہر آؤ گی تو شہریار جو تمہارے جسم کے اندر سفید دھوئیں کی لہر کی شکل میں موجود ہو گا خود بخود تمہارے ساتھ باہر آ جائے گا۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"مہاراج! میں ایسا ہی کروں گی۔"

سوامی جی نے کہا۔

"مگر اس میں ایک خطرہ ہے۔"

"وہ کیا مہاراج؟" کادمبری نے بے چینی سے پوچھا۔

سوامی جی بولے۔

"خطرہ یہ ہے کہ جب شہریار سفید دھوئیں کی لہر کی شکل میں تمہارے سانس کے ساتھ تمہارے جسم میں داخل ہو جائے گا تو تم غیبی حالت میں ان سات اگنی ڈائنوں کو دکھائی دینے لگو گے جو وہاں چوبیس گھنٹے پہرہ دیتی ہیں اور وہ تمہیں وہیں دبوچ کر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گی۔"

کادمبری کا چہرہ اُداس ہو گیا...... بولی۔

"مہاراج! اس کا کوئی توڑ نہیں ہے کیا؟"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"اس کا توڑ صرف شکتی منتر ہی ہے...... اگر اگنی ڈائنوں کے دبوچنے سے پہلے تم نے شکتی منتر پھونک دیا تو تم ان ڈائنوں کی نظروں سے غائب ہو جاؤ گی۔"

کادمبری بولی۔

"مہاراج! یہ تو کوئی مشکل کام نہیں ہے...... مجھے شکتی منتر یاد ہے...... میں فوراً شکتی منتر پھونک کر ڈائنوں کی نظروں سے پھر غائب ہو جاؤں گی۔"

سوامی گندھرو کہنے لگے۔

"ان اگنی ڈائنوں کے پاس مہاکالا جادو ہے، جس کے آگے شکتی منتر بھی زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکے گا...... اس منتر کا طلسم کسی بھی وقت زائل ہو سکتا ہے اور اگر یہ شکتی منتر بھی بے اثر ہو گیا تو پھر ان اگنی ڈائنوں سے میں بھی تمہیں نہیں بچا سکوں گا...... سوچ لو۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"مہاراج! شہریار کو بچانے کی خاطر میں ہر طرح کا خطرہ مول لے سکتی ہوں...... میں اسے اگنی ڈائن کی قید سے نکالنے ضرور جاؤں گی۔"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے...... تم جاؤ...... یہ کالا پہاڑ جس کے نیچے اگنی ڈائن کا آسیبی غار ہے، یہاں سے سات کوس دُور دکھن میں صحرائی ٹیلوں کے درمیان واقع ہے...... یاد رکھو...... جیسا میں نے کہا ہے ویسے ہی کرنا اور اگر تم وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ تو سیدھا کیلاش پربت میرے پاس آ جانا۔"

یہ کہہ کر سوامی گندھرو کا دُھندلا چہرہ غائب ہو گیا۔

کادمبری اسی وقت دکھن کی جانب روانہ ہو گئی...... وہ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی...... سات کوس کا فاصلہ طے کرنا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں تھا...... وہ

بہت جلد ان صحرائی ٹیلوں کے پاس پہنچ گئی جن کے درمیان ایک بھوت ایسا سیاہ پہاڑ اپنا سر اٹھائے ساکت کھڑا تھا...... کادمبری کو اسی پہاڑ کے اندر داخل ہونا تھا...... اشٹمی منتر اپنے اُوپر پھونکنے کی وجہ سے اسے کوئی چڑیل یا ڈائن وغیرہ بھی نہیں دیکھ سکتی تھی، لیکن اگنی ڈائن نے پہاڑ کے اِرد گرد جو مہاکالا جادُو پھونک رکھا تھا کادمبری اس سے ضرور گھبرا رہی تھی...... سوامی گندھرو نے اسے ہدایت کی تھی کہ پہاڑ کی حدود میں داخل ہونے سے پہلے اشٹمی منتر ایک بار اُلٹا پڑھ کر اپنے اُوپر پھونکنا تم پر اگنی ڈائن کے جادُو کا اثر نہیں ہوگا...... اس کے باوجود وہ پہلی بار دل میں خوف محسوس کر رہی تھی، کیونکہ اس نے اگنی ڈائنوں کے بارے میں سن رکھا تھا کہ ان کے مہاکالے جادُو کی شکتی کا مقابلہ پاتال کے دیوی دیوتا بھی نہیں کر سکتے...... وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی پہاڑ کے قریب آ کر رُک گئی۔

اسے مہاکالے جادُو کی لہروں کی تپش وہیں سے محسوس ہونے لگی تھی...... یہ آگ کا جادُو تھا، جو ہندو دیومالا میں سب سے زیادہ خطرناک اور طاقتور جادُو ہوتا ہے، لیکن شہریار کو بچانا بھی ضروری تھا...... کادمبری نے آنکھیں بند کر کے اشٹمی منتر ایک بار اُلٹا پڑھ کر اپنے اُوپر پھونکا اور آگے کو چل پڑی...... اس نے قدم اٹھاتے ہی محسوس کیا کہ آگ کی جو تپش وہ اپنے غیبی جسم پر محسوس کر رہی تھی وہ غائب ہو گئی ہے...... اس کو حوصلہ ہوا اور وہ بے دھڑک اگنی ڈائن کے مہاکالے جادُو کے حصار میں سے گزر گئی...... اب وہ کالے پہاڑ کی اُوپر کو اُٹھتی ہوئی سیاہ دیوار کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے پہاڑ کے گرد ایک چکر لگایا۔

ایک جگہ اس نے اپنی شکتی سے اندازہ لگایا کہ یہیں سے خفیہ راستہ پہاڑ کے اندر جاتا ہے...... وہ اسی جگہ سے پہاڑ کے اندر داخل ہو گئی...... جیسے ہی وہ پہاڑ کے اندر آئی اندھیرے میں آگ کا ایک بگولا تیزی سے گردش کرتا اس کے جسم کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہوا گزر گیا...... اگر کادمبری نے الٹا اشٹمی منتر نہ پھونکا ہوتا تو وہ وہیں جل کر راکھ ہو گئی

تھی...... وہ کچھ دیر وہیں سانس روکے کھڑی اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرتی رہی...... اسے چاروں طرف نوکیلے پتھر دیواروں سے باہر نکلے ہوئے نظر آ رہے تھے...... ان پتھروں کے درمیان ایک تنگ سرنگ آگے کو جاتی تھی...... کادمبری سرنگ میں سے گزرنے لگی...... اسے اپنے اِرد گرد کبھی ٹھنڈی آہیں بھرنے اور کبھی رونے کی آوازیں آتیں اچانک دیوار کے پتھروں میں سے ایک سایہ نکل کر اس کے آگے سے گزر گیا...... اس سائے کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں...... کادمبری ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک گئی۔

جب سایہ دوسری دیوار میں غائب ہو گیا تو اس نے پھر چلنا شروع کر دیا...... سرنگ ختم ہو گئی...... ایک چھوٹی سی کھلی جگہ آ گئی جہاں دیواروں میں سے باہر کو نکلے ہوئے نوکیلے پتھروں میں سے شعلے نکل رہے تھے...... کادمبری پر ایک مصیبت سی طاری ہو گئی تھی...... وہ مہاکالے اگنی جادُو کے جہنم میں داخل ہو چکی تھی...... صرف الٹے اشٹمی منتر نے اسے اس آتشیں جادو سے ابھی تک بچایا ہوا تھا...... ذرا آگے گئی تو ایک دم رُک گئی۔

اس کے سامنے سات اگنی ڈائنیں ایک جگہ دائرہ بنا کر ایسے کھڑی تھیں جیسے پہرہ دے رہی ہوں...... کادمبری نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ وہ پیتل کی گڑوی جس میں شہریار کی راکھ بند ہے اس دائرے کے اندر زمین میں دفن ہے...... ساتوں ڈائنیں اس طرح کھڑی تھیں کہ ان کے چہرے باہر کی جانب تھے...... تاکہ باہر سے آنے والے کسی خطرے کو فوراً دیکھ سکیں...... کادمبری ڈرتے ڈرتے کچھ فاصلے پر سے ان کے سامنے آ گئی اور انہیں دیکھنے لگی...... اسے ڈر تھا کہ کہیں یہ اگنی ڈائنیں اسے دیکھ نہ لیں...... وہ ان کی طرف منہ کئے کھڑی تھی، مگر پہرے والی ڈائنوں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔

پھر بھی کادمبری ڈرتے ڈرتے ان کے بہت قریب آ کر رُک گئی...... ڈائنوں کو اب بھی وہ نظر نہیں آ رہی تھی...... کادمبری ان کے دائرے کے اندر آ گئی...... اس

نے اپنی شکتی کی مدد سے دائرے کے اندر زمین پر نگاہ ڈالی...... اسے ایک جگہ زمین میں دفن پیتل کی گڑوی نظر آ گئی...... کادمبری کو زمین کھودنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سوامی جی نے اسے ہدایت کی تھی کہ پیتل کی گڑوی باہر نکالنے سے پہلے شکتی منتر پڑھ کر اپنے اُوپر ضرور پھونک لینا، کیونکہ جیسے ہی تم پیتل کی گڑوی کو ہاتھ لگاؤ گی تم پہریدار ڈائنوں کو دکھائی دینے لگو گی اور وہ ڈائنیں اسی وقت تمہیں دبوچ کر تمہاری بوٹیاں اُڑا دیں گی، چنانچہ کادمبری نے فوراً شکتی منتر پڑھ کر اپنے جسم پر پھونک دیا۔

اس کے بعد جہاں زمین کے نیچے اسے شہریار کی راکھ والی پیتل کی گڑوی نظر آ رہی تھی اس جگہ اس نے اپنا ہاتھ اندر ڈال دیا...... پیتل کی گڑوی سے دو انچ پیچھے اس نے اپنا ہاتھ روک لیا...... اس پر ایک بار پھر خوف طاری ہو گیا...... وہ سوچنے لگی کہ اگر پیتل کی گڑوی کو ہاتھ لگاتے ہی شکتی منتر کا اثر ختم ہو گیا تو وہ ڈائنوں کو نظر آ جائے گی اور پھر اس کا جو عبرت ناک انجام ہو گا وہ اس کو سوچ کر ہی کانپ اُٹھی...... شکتی منتر کا اثر سوامی جی کے کہنے کے مطابق اگنی ڈائن کے مہا کالے جادو کے حصار میں جانے کے بعد کسی بھی وقت ختم ہو سکتا تھا...... کادمبری کے پاس سوچنے اور ڈرتے رہنے کا وقت نہیں تھا...... اس نے جلدی سے پیتل کی گڑوی کو پکڑ کر زمین سے باہر نکال لیا۔ کچھ نہیں ہوا تھا۔

ساتوں ڈائنیں اسی طرح ساکت کھڑی دائرے کی شکل میں پہرہ دے رہی تھیں...... ان کی پیٹھ کادمبری کی طرف تھی...... کادمبری نے جلدی سے پیتل کی گڑوی کا ڈھکن کھول کر اندر دیکھا، گڑوی کی تہہ میں سفید راکھ بیٹھی ہوئی تھی...... راکھ کے اُوپر دھوئیں کی سفید لہر سانپ کی طرح حرکت میں آ گئی...... کادمبری نے گڑوی کے ساتھ منہ لگا کر اندر کی طرف سانس کھینچا...... دھوئیں کی سفید لہر اس کے جسم میں داخل ہو گئی...... اس نے منہ ہٹا کر گڑوی میں دیکھا...... گڑوی کے اندر سے دھوئیں کی لہر غائب ہو چکی تھی...... اس کا مطلب تھا کہ شہریار اس کے جسم کے اندر داخل ہو چکا

تھا...... اس نے گڑوی کو واپس زمین کے اندر رکھا اور اُٹھ کر خاموشی سے سات ڈائنوں کے دائرے میں سے باہر نکل آئی۔

اپنے دوست اور محبوب شہریار کے ہیولے کو اپنے جسم کے اندر لئے کادمبری سات ڈائنوں کے گھیرے سے نکل کر جیسے ہی غار کی طرف بڑھی اچانک شکتی منتر کا اثر ختم ہو گیا...... کادمبری کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ اسی لمحے سمجھ گئی کہ جس بات کا اسے ڈر تھا وہ ہو گئی ہے...... جب اس نے اپنے پیچھے سات ڈائنوں کی ایک ساتھ بلند ہونے والی دہشت ناک چیخیں سنیں تو اسے یقین ہو گیا کہ الٹے اشٹمی منتر کا اثر ختم ہو گیا ہے اور ان ڈائنوں نے اسے دیکھ لیا ہے۔

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ساتوں کی ساتوں ڈائنیں ہوا میں غوطہ لگا کر بہت بڑی خونخوار چمگادڑوں کی طرح اس پر جھپٹیں...... انہوں نے کادمبری کو دیکھ لیا تھا اور انہیں یہ بھی پتہ لگ گیا تھا کہ وہ ان کی رانی ڈائن کے دشمن کو زمین میں سے نکال کر لے جا رہی ہے، جیسے ہی ڈائنوں نے اس پر حملہ کیا کادمبری زمین سے ایک دم بلند ہو کر غار کی چھت کے ساتھ لگ گئی...... ڈائنیں وحشیانہ چیخیں مارتی اپنے خونی دانت باہر نکالے بازوؤں کو پھڑ پھڑاتی فوراً اُڑان بھر کر چھت کی طرف لپکیں، لیکن اس دوران کادمبری غوطہ لگا کر غار میں آگے کی طرف نکل گئی تھی...... ڈائنیں ڈراؤنی آوازیں نکالتیں کادمبری کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے اس پر جھپٹیں...... کادمبری اپنی شکتی کے زور سے جتنی تیز اُڑ سکتی تھی غار کی تاریکی میں اُڑ رہی تھی...... وہ غار میں سے نکل جانا چاہتی تھی، مگر جب وہ غار کے دہانے پر پہنچی تو سامنے سے دو اور ڈائنیں جو اپنی ساتھی ڈائنوں کی چیخ و پکار سن کر وہاں آ گئی تھیں، اچانک کادمبری کے سامنے آ گئیں۔

کادمبری ابھی تک اندھیری اور تنگ غار کے اندر ہی تھی...... وہ اُچھل کر غار کی چھت کی طرف گئی لیکن تین ڈائنوں نے نیچے سے اس کی ٹانگیں پکڑ کر اسے زور سے نیچے کی طرف کھینچا...... کادمبری اگر بدروح کے رُوپ میں نہ ہوتی تو اس کی دونوں

ٹانگیں اس کے جسم سے الگ ہو گئی ہوتیں، لیکن اس جھٹکے سے کادمبری سنبھل نہ سکی اور ان ڈائنوں نے جن کی تعداد اب نو ہو گئی تھی...... کادمبری کو چمٹ کر اسے قابو میں کر لیا...... ان ڈائنوں کے سیاہ فام جسموں سے آگ کے شعلوں ایسی ناقابل برداشت تپش نکل رہی تھی۔

اس تپش میں مہاکالے جادو کی لہریں بھی تھیں، جنہوں نے کادمبری کے جسم کے ساتھ لپٹ کر اسے بے بس کر دیا تھا...... وہ اسی حالت میں کادمبری کو کالے پہاڑ کے غار کی فضا میں کھینچتی ہوئی دوسرے اور دوسرے غار سے تیسرے غار میں زمین کے نیچے لے گئیں...... وہاں مہاکالے جادو کی اگنی ڈائن ایک ہاتھ میں تین نوکیلے خنجروں والا ترشول اور دوسرے ہاتھ میں ننگی تلوار لئے کھڑی اپنی انگارہ آنکھوں کے شعلے برساتی، چنگاریاں اڑاتی غضبناک ہو کر کھڑی تھی...... ڈائنوں نے نیم بے ہوش کادمبری کو بڑی ڈائن کے آگے ڈال دیا اور کہا۔

”یہ تمہارا شکار چرا کر بھاگ رہی تھی...... ہم اسے پکڑ کر لے آئی ہیں...... اگر تم حکم کرو تو ہم ابھی اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں۔“

اگنی ڈائن نے ایک دلدوز چیخ کے ساتھ کہا۔

تم نہیں...... میں خود اس کے ٹکڑے کروں گی، لیکن اس سے پہلے میں اس کے جسم میں چھپے ہوئے جادوگرنی کندلی کے دشمن کو نکال کر اپنے قبضے میں کروں گی۔“

کادمبری کا جسم ڈائنوں کے جسموں سے نکلنے والی لہروں کی تپش اور ان کے کالے جادو سے اگرچہ ادھ موا سا ہو رہا تھا، مگر وہ اپنے ہوش میں تھی...... اس نے ایک بار پھر شکتی منتر پڑھا، مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا...... اگنی ڈائن نے تلوار والا ہاتھ آگے بڑھ کر بلند کیا کہ ایک ہی وار سے کادمبری کے جسم کے دو ٹکڑے کر دے کہ کادمبری کو ایک بار پھر جھٹکا لگا اور وہ اس جھٹکے کے اثر سے فرش سے دس فٹ اُوپر کی طرف اُچھل گئی...... اس نے غار کی چھت کے ساتھ لگے لگے نیچے دیکھا کہ اگنی چڑیل انتہائی

گھبراہٹ کی حالت میں اِدھر اُدھر اُوپر نیچے ہوا میں تلواریں چلا رہی ہے اور چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے۔

”وہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتی...... یہیں کہیں ہو گی، اسے ڈھونڈو...... اسے قابو میں کرو۔“

اس لمحے تو ڈائنیں بھی ہوا میں اُچھل کر بلند ہو گئیں اور دیوانہ وار غار کی فضاؤں میں گردش کر کے کادمبری کو تلاش کرنے لگیں...... وہ کئی بار کادمبری کے جسم کے ساتھ لگ کر اور ایک بار اس کے جسم کی غائب لہروں کے اندر سے ہو کر نکل گئیں مگر انہیں کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ جس کی تلاش میں سرگرداں ہیں اسی کے جسم سے گزر گئی ہیں...... کادمبری نے آنکھیں بند کر کے بھگوان کا شکر ادا کیا تھا، کیونکہ اس کے شکتی منتر کا اثر اچانک واپس آ گیا تھا اور وہ ان اگنی ڈائنوں کی نگاہوں سے غائب ہو گئی تھی...... کادمبری اب وہاں ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہیں رکنا چاہتی تھی...... وہ برق رفتاری سے پرواز کرتی کالے پہاڑ کے اس منحوس غار سے باہر نکل گئی۔

باہر نکلتے ہی اس نے اپنا رخ کیلاش پربت کی طرف کر لیا۔

وہ طوفانی رفتار کے ساتھ جا رہی تھی...... ایک بار اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا، مگر اسے اگنی ڈائنیں کہیں دکھائی نہ دیں...... اس پر شکتی منتر کا اثر موجود تھا جس کی وجہ سے اس کے تعاقب میں نکلی ہوئی ڈائنیں اسے نہیں دیکھ سکتی تھیں اور فضا میں کسی دوسری طرف سے اسے تلاش کرتی پھر رہی تھیں...... کادمبری آناً فاناً کیلاش پربت پہنچ گئی...... شہریار اس کے جسم کے اندر دھوئیں کی پتلی لہر کی شکل میں موجود تھا، مگر اسے کوئی ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے...... کادمبری جس وقت سوامی جی کی گپھا میں آئی سوامی جی گپھا میں موجود تھے...... انہوں نے کادمبری کو دیکھ لیا تھا...... گپھا میں داخل ہوتے ہی کادمبری کو ایک بار پھر ہلکا سا جھٹکا لگا اور شکتی منتر کا طلسم ختم ہو گیا...... کادمبری اب بھی غائب تھی، لیکن اب وہ اپنی اصلی حالت میں

غائب تھی جس حالت میں اسے شہریار اور دوسری بدروحیں دیکھ سکتی تھیں۔

کادمبری نے سوامی جی کو ہاتھ باندھ کر پرنام کیا اور بولی۔

"سوامی مہاراج! آپ کے آشیرواد سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہوں۔"

سوامی جی بولے۔

"میں جانتا ہوں...... میں تمہارے جسم کے اندر تمہارے پریمی شہریار کو دیکھ رہا ہوں۔"

کادمبری نے کہا۔

"مہاراج! اب اسے اپنی اصلی حالت میں واپس لے آیئے تاکہ میں نے اس کے ساتھ انجانے میں جو زیادتیاں کی ہیں ان کی معافی مانگ سکوں اور میرے ضمیر کو سکون ملے۔"

سوامی جی بولے۔

"میرے سامنے بیٹھ جاؤ۔"

کادمبری سوامی جی کے سامنے بیٹھ گئی...... سوامی جی نے ویدوں کا ایک اشلوک بولنا شروع کیا...... کچھ دیر وہ اشلوک بولتے رہے...... پھر کادمبری کے جسم پر پھونک ماری اور کہا۔

"شہریار! کادمبری کے بدن سے باہر نکل آؤ۔"

اسی وقت کادمبری کے جسم میں سے سفید دھوئیں کی ایک لہر باہر نکل کر اس سے الگ ہو گئی...... سوامی گندھرو نے ایک دوسرا اشلوک پڑھ کر شہریار کی دھوئیں کی سفید لہر پر پھونکا اور شہریار اپنی اصلی انسانی شکل میں واپس آ گیا۔ شہریار نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا اور سوامی جی سے پوچھا۔

"میں کہاں ہوں؟"

تب اس نے کادمبری کو اپنے ساتھ بیٹھے دیکھا تو اسے سب کچھ یاد آ گیا کہ اس

عورت نے اسے کریہہ المنظر شنکر راؤ کے حوالے کر دیا تھا...... اگرچہ بونے گندھرو نے شہریار کو بتا دیا تھا کہ کادمبری اس سے بے پناہ پریم کرتی ہے اور یہ سب کچھ اس سے انجانے ور مجبوری کی حالت میں ہوا تھا اور وہ اپنے کیئے پر پچھتا رہی ہے، پھر بھی شہریار کا دل کادمبری کی طرف سے ابھی صاف نہیں ہوا تھا، اس نے کادمبری سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کادمبری! تم نے میرے ساتھ جو دشمنوں والا سلوک کیا تھا میں اسے کبھی نہیں بھلا سکوں گا۔"

کادمبری نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"مجھ سے سب کچھ مجبوری میں ہوا...... میں اس پر تم سے معافی مانگتی ہوں...... میرے دل میں آج بھی تمہارے لئے وہی محبت اور پریم ہے جو اس وقت اپنے آپ ہو گیا تھا، جب میں نے تمہیں پہلی بار جہلم کی پہاڑیوں کے آسیبی مندر کے کھنڈر میں یکھا تھا جب میں منحوس شنکر راؤ کے سامنے رقص کر رہی تھی۔"

شہریار خاموش ہو گیا...... سوامی جی بولے۔

"بیٹا! کادمبری تم سے پریم کرتی ہے...... اس نے اپنی جان کی بازی لگا کر تمہیں کنڈلی جادوگرنی کی قید سے نکال کر اپنے گناہ کا پرائسچت (کفارا) کر لیا ہے...... یہ تمہاری سچی دوست اور ہمدرد ہے۔"

شہریار نے کادمبری کی طرف دیکھا...... وہ بھی اس سے محبت کرتا تھا...... دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیئے...... پھر شہریار نے سوامی گندھرو سے کہا۔

"سوامی جی! میری مصیبتیں اور میرا کشٹ ابھی ختم نہیں ہوا...... میں دیکھ رہا ہوں کہ اگرچہ میں اپنے مکمل انسانی جسم میں واپس آ گیا ہوں اور میری یادداشت بھی واپس آ چکی ہے، لیکن میں ابھی تک ایک ہیولے کی شکل میں ہوں...... مجھ پر ابھی تک اس منحوس شنکر راؤ کے کالے جادو کا اثر ہے...... میں اس کالے جادو کے طلسم کو توڑ کر اپنے وطن پاکستان واپس جانا چاہتا ہوں، لیکن جانے سے پہلے میں کنڈلی جادوگرنی کو ہمیشہ کے

لئے ختم کرنا ضروری سمجھتا ہوں، تاکہ وہ مردوں کو منتر پھونک کر زندہ کرنے کا عمل دوبارہ نہ کر سکے، کیونکہ یہ قدرت کے نظام میں دخل اندازی ہے..... اگرچہ اس کا زندہ کیا ہوا مردہ کچھ دیر کے بعد مر جاتا ہے اور وہ اسے کھا جاتی ہے..... پھر بھی مردہ زندہ ضرور ہو جاتا ہے، جو نظامِ قدرت کے خلاف بغاوت ہے۔"

سوامی جی بولے۔

"تم نے بالکل صحیح کہا ہے شہریار! میں خود اس کالے جادو کے عمل کے خلاف ہوں، کیونکہ زندگی اور موت بھگوان کے ہاتھ میں ہے اور اگر کوئی منش (انسان) اس اختیار کو جادو کے زور سے اپنے ہاتھ میں لیتا ہے تو وہ قدرت کے کام میں دخل اندازی کر کے اسے درہم برہم کرنے کی کوشش کرتا ہے جو سب سے بڑا گناہ ہے۔"

شہریار بولا۔

"اسی لئے میں جادوگرنی کندلی کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔"

سوامی جی بولے۔

"شاید خدا نے اسی لئے تمہیں ابھی تک ایک ہیولے کی شکل میں قائم رکھا ہے اور تمہیں انسانی جسم کی تمام اندریاں (احساسات) نہیں دیں، کیونکہ صرف تم ہی اس جادوگرنی کو اس کے دل پر ہاتھ ڈال کر اسے دوبارہ موت کی نیند سلا سکتے ہو..... جادوگرنی کندلی خدا کی باغی ہے..... جاؤ اور اسے جتنی جلدی ہو سکے ختم کر دو..... میں تمہیں آشیرواد دیتا ہوں۔"

کادمبری خاموش بیٹھی سوامی جی اور شہریار کی باتیں سن رہی تھی..... یہ اس قدر اہم باتیں تھیں کہ وہ اس میں دخل نہیں دینا چاہتی تھی..... شہریار نے کہا۔

"مگر سوامی جی! مجھے معلوم نہیں کہ یہ جادوگرنی اس وقت کہاں ہو گی۔"

سوامی جی بولے۔

"جادوگرنی کندلی اس وقت گوالیار کے ایک گاؤں میں ہے..... یہ گاؤں شہر کے

جنوب میں دریا کے کنارے پر ہے..... اس گاؤں میں ایک عورت مر رہی ہے..... کندلی جادوگرنی اس کے پاس بیٹھی اس کے مرنے کا انتظار کر رہی ہے کہ جیسے ہی عورت مرے وہ اسے اُٹھا کر جنگل میں لے جائے اور اس پر اپنا منتر پھونک کر اسے دوبارہ زندہ کر کے اسے کھا جائے..... وہ مردے کو دوبارہ زندہ کر کے اس لئے کھاتی ہے کہ دوبارہ زندہ ہو جانے کے بعد مردے کا آدھا خون ابھی جما ہوا ہوتا ہے اور وہ اسے اس حالت میں کھا کر اپنا نشہ پورا کرتی ہے..... جاؤ اور اس سے پہلے کہ وہ ایک عورت کے مردے کی بے حرمتی کرے، اسے خود موت کے گھاٹ اتار دو۔"

شہریار نے پوچھا۔

"سوامی جی! میں اپنے پورے زندہ انسانی وجود کے ساتھ اپنے وطن واپس جانا چاہتا ہوں..... کیا آپ اس کے بعد مجھے میرے پورے انسانی وجود میں واپس لے آئیں گے۔"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"کندلی جادوگرنی کو ہلاک کرنے کے بعد قدرت کا وہ کام پورا ہو جائے گا جو وہ تمہارے ہاتھوں کرانا چاہتی ہے اور اس کے بعد تم اپنے پورے انسانی وجود میں اپنی تمام اندریوں کے ساتھ واپس آ جاؤ گے..... پھر تمہیں میری ضرورت نہیں رہے گی..... اب جاؤ، دیر نہ کرو، وہ تھوڑی دیر میں مر جائے گی۔"

تب کادمبری بولی۔

"سوامی مہاراج! میں بھی شہریار کے ساتھ جاؤں گی۔"

سوامی گندھرو نے کہا۔

"تمہیں ضرور ساتھ جانا ہو گا، کیونکہ جادوگرنی کا کام تمام کرنے کے بعد شہریار انسانی وجود میں ظاہر ہو جائے گا اور پھر تمہیں اسی کو اپنی حفاظت میں پاکستان پہنچانا ہو گا۔"

"جو حکم مہاراج۔"

کادمبری نے شہریار کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی۔

"تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہوناں؟"

"نہیں..... اب نہیں ہوں۔" شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور وہ دونوں وہاں سے غائب ہو گئے۔

کادمبری گوالیار شہر کے پاس دریا کنارے والے گاؤں کو جانتی تھی..... وہ اسے اپنے ساتھ لے کر اس گاؤں میں آ گئی..... گاؤں کے باہر رُک کر کادمبری نے شہریار سے کہا۔

"تمہیں بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا..... اگرچہ تم ہیولے کی شکل میں غائب ہو، مگر جادوگرنی کندلی تمہیں دیکھ لے گی..... اس لئے تمہیں پیچھے سے ایک دم جادوگرنی پر حملہ کر دینا ہوگا اور اپنا ہاتھ اس کے سینے میں ڈال کر اس کے دل کو مضبوطی سے پکڑ کر جھٹکا دینا ہوگا..... اگر تم سے ذرا سی بھول ہو گئی اور کندلی جادوگرنی نے تمہیں دیکھ لیا تو وہ تمہیں اسی وقت قابو کر لے گی اور وہاں میں بھی تمہاری کوئی مدد نہ کر سکوں گی۔"

شہریار بولا۔

"تم فکر نہ کرو..... میں اس دفعہ اسے نہیں چھوڑوں گا..... خدا کی مدد میرے ساتھ ہے..... میں کفر اور شرک کے اس نشان کو مٹا کر رہوں گا۔"

کادمبری نے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

گاؤں کے کونے میں ایک مکان میں عورتوں کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں..... مکان کے باہر آ کر کادمبری کہنے لگی۔

"میں یہیں تمہارا انتظار کروں گی..... میرا تمہارے ساتھ جانا ٹھیک نہیں..... تم اکیلے جاؤ گے۔"

شہریار بولا..... "ٹھیک ہے۔"

اور وہ مکان میں داخل ہو گیا..... وہ سب کو دیکھ رہا تھا، مگر اسے سوائے جادوگرنی کندلی کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا..... شہریار نے دیکھا کہ ایک کوٹھڑی میں ایک عورت

فرش پر سیدھی پڑی آخری سانس لے رہی تھی..... ایک طرف اس کی رشتے دار عورتیں بیٹھی رو رہی تھیں..... جادوگرنی کندلی بھی وہاں موجود تھی اور جو عورت مر رہی تھی اس کے بالکل قریب آلتی پالتی مارے بیٹھی اس کے مرنے کا انتظار کر رہی تھی..... جادوگرنی کندلی بھی غیب حالت میں تھی اور اسے سوائے شہریار کے وہاں کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا..... شہریار کو صرف اتنی احتیاط کرنی تھی کہ حملہ کرنے سے پہلے کہیں جادوگرنی اسے دیکھ نہ لے..... شہریار جادوگرنی کی پیٹھ کی جانب آ گیا اور دو عورتوں کے پیچھے ہو کر بیٹھ گیا..... وہ حملہ کرنے کے واسطے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا..... یہ حملہ اسے اچانک کرنا تھا اور چشم زدن میں جادوگرنی کے سینے میں پیچھے سے ہاتھ ڈال کر اس کے دل کو پکڑ کر جھٹکنا تھا۔

جادوگرنی کندلی آہستہ آہستہ آگے پیچھے ہل رہی تھی، جیسے ابھی سے کالے جادو کا کوئی منتر پڑھ رہی ہو..... شہریار دیر نہیں کرنا چاہتا تھا..... کسی بھی لمحے جادوگرنی کو اس کی موجودگی کا شک پڑ سکتا تھا..... شہریار بالکل اس طرح آگے کو جھک کر جادوگرنی کندلی کو دیکھ رہا تھا جس طرح شیر اپنے شکار پر حملہ کرنے سے پہلے بالکل ساکت ہو کر دیکھتا ہے۔

اور پھر شہریار گولی کی طرح اپنی جگہ سے اُچھل کر جادوگرنی کندلی کی طرف گیا اور جاتے ہی اس نے اپنا ہاتھ اس کی کمر کے اندر ڈال کر اس کے دل کو پکڑ لیا اور پکڑتے ہی ایک زوردار جھٹکا دے کر اس کا دل اس کے جسم سے باہر نکال لیا، لیکن جادوگرنی کندلی اسی وقت مر گئی تھی..... جب شہریار نے اس کے دل کو اپنی مٹھی میں لے کر جھٹکا دیا تھا..... مرتے ہی جادوگرنی کندلی کا سارا کالا جادو ختم ہو گیا اور جہاں وہ بیٹھی تھی وہاں اس کی جگہ جادوگرنی کا ہڈیوں کا پنجر پڑا تھا..... یہ پنجر ظاہر ہو گیا تھا..... اس کو دیکھتے ہی وہاں پر بیٹھی عورتیں چیخیں مارتی باہر کو دوڑ پڑیں..... اسی لمحے مرنے والی عورت نے بھی آخری سانس لیا اور اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

مکان کے اندر سے چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہوئیں تو کادمبری سمجھ گئی کہ شہریار اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے..... جادوگرنی کے مرتے ہی شہریار پر بھی کالے جادو

کے تمام منحوس اثرات ختم ہو گئے تھے اور وہ بھی اپنے پورے انسانی وجود میں واپس آ گیا تھا...... عورتوں کی بھگدڑ میں وہ بھی دوڑتا ہوا مکان سے باہر آ گیا...... کادمبری نے اسے انسانی وجود میں ظاہر حالت میں دیکھا تو جلدی سے اس کی طرف گئی اور بولی۔

"شہریار! کیا ہوا؟"

شہریار بولا۔

"میں نے جادوگرنی کا کام تمام کر دیا ہے، مگر کادمبری! تم مجھے دکھائی نہیں دے رہی ہو۔"

کادمبری نے خوش ہو کر کہا۔

"میں تمہیں اس لئے نظر نہیں آ رہی کہ تم پر جتنے بھی جادو کئے گئے تھے ان سب کا اثر ختم ہو چکا ہے...... تمہیں مبارک ہو...... اب تم دوسرے انسانوں کی طرح ہو...... تمہیں ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔"

شہریار کہنے لگا۔

"کادمبری! اس منحوس جگہ سے نکل چلو...... تم میرے ساتھ رہنا۔"

کادمبری نے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گی شہریار۔"

"لیکن میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔" شہریار نے کہا۔

کادمبری نے شہریار کا ہاتھ تھام رکھا تھا اور اس کے ساتھ بلکہ اسے ساتھ لے کر چل رہی تھی...... شہریار اپنے ہاتھ میں کادمبری کے ہاتھ کی ہلکی ہلکی لرزش محسوس کر رہا تھا...... کادمبری کہنے لگی۔

"میں خود چاہتی ہوں کہ تم مجھے دیکھ سکو...... اس وقت ہماری سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم دونوں غائب ہوں اور ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔"

شہریار نے یہ سنا تو بولا۔

"نہیں نہیں کادمبری اب میں غائب ہونا نہیں چاہتا، خدا کا شکر ہے کہ میں اس شیطانی چکر سے نکل گیا ہوں...... اب میں دوبارہ اس میں نہیں پھنسنا چاہتا۔"

کادمبری نے کہا۔

"شہریار! ہم دونوں اس وقت منحوس سردار اور اپنے دشمن شنکر راؤ کے علاقے میں ہیں اور اس کی بدروحیں کسی بھی وقت ہمیں دیکھ سکتی ہیں اور ہمیں قابو کر سکتی ہیں۔"

شہریار بولا۔

"مگر وہ تو ہمارے غائب ہو جانے پر بھی ہمیں دیکھ لیں گی۔"

کادمبری نے کہا۔

"ہم سوامی جی کا بتایا ہوا اشٹمی منتر پھونک کر غائب ہوں گے اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ اس منتر کی اتنی شکتی ہے کہ اسے پڑھ کر جو غائب ہوتا ہے اسے بدروحیں بھی نہیں دیکھ سکتیں۔"

"لیکن ہم کب تک غائب رہیں گے؟" شہریار نے بیزاری سے پوچھا۔

کادمبری بولی۔

"جب تک کہ ہم بھارت کی سرحد سے نکل کر پاکستان نہیں پہنچ جاتے، کیونکہ جب تک ہم بھارت کی فضاؤں میں رہیں گے منحوس بھتنے شنکر راؤ کا خطرہ تلوار بن کر ہمارے سروں پر لٹکتا رہے گا۔"

"تو کیا پاکستان میں اس کی بدروحیں ہمارے پیچھے نہیں آ سکتیں؟" شہریار نے پوچھا۔

کادمبری نے کہا۔

"پاکستان اسلامی ملک ہے...... وہاں دن میں پانچ مرتبہ مسجدوں سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں...... پاکستان کی پوتر (پاکیزہ) فضاؤں میں کسی بدروح کی مجال نہیں کہ داخل ہو جائے۔"

شہریار نے کہا۔

"پھر تم دریائے جہلم کے ویران مندر کے کھنڈر میں مہینے کی ایک خاص رات کو کیسے آجاتی تھیں، تم بھی تو ایک بدرُوح ہو۔"

کادمبری بولی۔

"تم بھول گئے ہو کہ میں بدرُوح نہیں ہوں...... میں ایک زندہ انسان عورت ہوں...... مجھے شکتال دیوتا نے زبردستی بدرُوح بنادیا ہے۔"

"لیکن منحوس بھتنا شنکر راؤ اور اس کی ساتھی تو بدرُوحیں تھیں...... وہ کیسے پاکستان کی فضا میں داخل ہوگئیں۔"

شہریار کے اس سوال کے جواب میں کادمبری نے کہا۔

"ہم لوگ بھارت سے زمین کے اندر ہی اندر سفر کرتے ہوئے دریائے جہلم کے پرانے کھنڈر میں پہنچتی تھیں...... اس لئے ہمیں پاتال کی بدرُوحیں بھی کہا جاتا ہے، لیکن میں تمہارے ساتھ صرف بھارت کی سرحد تک ہی جاؤں گی...... جب پاکستان کی پاکیزہ سرحد شروع ہوگی تو میں تم سے جدا ہو کر واپس آجاؤں گی۔"

یہ کہتے ہوئے کادمبری اُداس ہوگئی...... شہریار بھی اُداس ہوگیا...... وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے تھے...... شہریار نے کہا۔

"لیکن ہر مہینے کی سب سے تاریک یعنی اماوس کی رات کو تو تم دریائے جہلم والے ویران مندر میں آیا کروگی ناں؟"

کادمبری نے کہا۔

"اب نہیں آؤں گی، کیونکہ میں منحوس شنکر راؤ کی قید سے آزاد ہوچکی ہوں اور تم بھی اس منحوس جگہ پر کبھی نہ آنا۔"

شہریار نے محبت کے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔

"پھر تم میرے ساتھ پاکستان کیوں نہیں آجاتیں...... وہاں ہم دونوں اکٹھے رہیں گے۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"میں بھی یہی چاہتی ہوں، لیکن خواہش کے باوجود ایسا نہیں کرسکتی۔"

"کیوں نہیں کرسکتیں؟" شہریار نے پوچھا۔

کادمبری سرد آہ بھر کر بولی۔

"یہ ایک ایسا راز ہے جو میں تمہیں نہیں بتاسکتی۔"

اس طرح باتیں کرتے کرتے وہ دریا کے کنارے چلتے کافی دُور آگئے تو اچانک کادمبری کا وہ غیبی ہاتھ جس سے اس نے شہریار کا ہاتھ تھام رکھا تھا ایسے کانپا جیسے اسے بڑے زور کا دھچکا لگا ہو...... شہریار نے گھبرا کر پوچھا۔

"کیا ہوا کادمبری؟"

کادمبری کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا، کادمبری گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"مجھے شنکر راؤ کی جاسوس بدرُوحوں کی بو محسوس ہوتی ہے...... لگتا ہے اس کو ہمارے فرار کا علم ہوگیا ہے...... یہ بدرُوحیں ہمیں پکڑنے آرہی ہیں۔"

"اب کیا ہوگا؟" شہریار بھی پریشان ہوگیا، کیونکہ وہ غیبی حالت میں نہیں تھا۔

کادمبری نے کہا۔

"خاموش کھڑے رہو...... میں اپنے اُوپر اور تم پر شکتی منتر پڑھ کر پھونکتی ہوں۔"

شہریار وہیں رُک گیا...... کادمبری کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد اب وہ اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی...... اسے کادمبری کے شکتی منتر پڑھنے کی آواز آنے لگی...... پھر اس کے چہرے پر اس نے پھونک ماری اور ایک بار پھر شہریار غائب ہوگیا...... اسے اپنا آپ نظر آنا بند ہوگیا تھا، مگر غائب ہوتے ہی اُسے کادمبری اپنے سامنے نظر آنے لگی تھی...... وہ اس وقت اسے شکتی منتر پڑھ کر اپنے اُوپر پھونک رہی تھی...... شکتی منتر کے پھونکنے کے بعد کادمبری نے کہا۔

"اب ہمیں شنکر راؤ کی بدرُوحیں تو کیا خود شنکر راؤ بھی نہیں دیکھ سکے گا، مگر

ہمیں یہاں زیادہ دیر نہیں رکنا چاہئے...... ہم پر کوئی بھی مصیبت نازل ہو سکتی ہے۔"

عین اس وقت فضا میں بدروحوں کی چیخیں سنائی دینے لگیں...... کادمبری نے شہریار کا بازو پکڑ کر وہیں دریا کنارے جھاڑیوں کے پاس بٹھالیا اور اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر سرگوشی میں کہا۔

"کوئی آواز نہ نکالنا۔"

فضا میں اچانک بدروحوں کے جمگھٹے نمودار ہوگئے...... یہ بدروحیں بڑی بڑی چمگادڑوں کی طرح فضا میں چیختی چلاتی شہریار اور کادمبری کو تلاش کرتی پھر رہی تھیں۔ وہ کئی بار ان کے سروں کے اُوپر سے ڈراؤنی چیخوں کے ساتھ غوطے لگاتی گزر گئیں مگر شکتی منتر کے اثر کی وجہ سے وہ شہریار اور کادمبری کو نہ دیکھ سکیں...... دیر تک یہ بدروحیں ان کے اُوپر آسمان پر خوفناک آوازیں نکالتی منڈلاتی رہیں...... جب انہیں شہریار اور کادمبری کہیں دکھائی نہ دیئے تو تھک ہار کر اس طرح چیخیں مارتی، واویلا کرتی جدھر سے آئی تھیں اُدھر ہی کو چلی گئیں...... ان کے جانے کے بعد شہریار نے خدا کا شکر ادا کیا...... کادمبری نے دھیمی آواز میں کہا۔

"یہ شنکر راؤ کی بھیجی ہوئی بدروحیں تھیں...... اب یہاں ٹھہرنا خطرناک ہوگا۔"

اور وہ شہریار کو لے کر وہاں سے شمال کی جانب پرواز کر گئی۔

رات کا پچھلا پہر تھا کہ کادمبری شہریار کو لے کر پاکستان کی سرحد پر پہنچ گئی۔

وہ دونوں مٹی کے اونچے ٹیلے پر کھڑے تھے...... دوسری طرف ایک نہر بہہ رہی تھی...... کادمبری نے نیچے بہتی ہوئی نہر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"نیچے اتر کر تم اس نہر کے ساتھ ساتھ چلے جانا...... تم پاکستان پہنچ جاؤ گے۔"

شہریار نے کہا۔

"لیکن مجھ پر تمہارے شکتی منتر کا اثر ہے، میں اس جادو ٹونے کی حالت میں اپنے پاک وطن نہیں جانا چاہتا۔"

کادمبری کہنے لگی۔

"تم جس وقت پاکستان کی پاک سرزمین میں داخل ہو گے تو یہ جادو ٹونے کا اثر خود بخود غائب ہو جائے گا۔"

شہریار کے پیچھے بت پرستوں کا اور چڑیلوں اور بدروحوں اور جادو ٹونے کا کفرستان تھا جسے وہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ آیا تھا اور اس کے سامنے ایک خدا، ایک کتاب اور ایک رسول اللہ ﷺ کے ماننے والوں کی پاکیزہ پاک سرزمین تھی...... کادمبری نے اُداس نظروں سے شہریار کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

"جس گناہ سے تم توبہ کر چکے ہو اب اس کا خیال بھی کبھی اپنے دل میں نہ لانا اور ہاں...... اس ویران کھنڈر میں پھر کبھی نہ جانا جہاں تمہاری مصیبتیں شروع ہوئی تھیں...... اچھا اب میں واپس چلتی ہوں۔"

شہریار واقعی کادمبری سے محبت کرنے لگا تھا، پھر وہ ایک زندہ لڑکی تھی جس کو زبردستی بدروح بنادیا گیا تھا...... شہریار نے اس سے کہا کادمبری تم میرے ساتھ چلو اور مسلمان ہو کر میرے ساتھ شادی کر لو۔"

کادمبری نے جواب دیا، میں بہت جلد تمہارے پاس آجاؤں گی، اس وقت میری کچھ مجبوری ہے، میں اپنے گناہ دھو کر جلد تمہارے پاس تمہاری اور صرف تمہاری بن کر رہوں گی۔

اس کے ساتھ ہی کادمبری نے شہریار کو ٹیلے کی دوسری طرف دھکا دے دیا......

شہریار نیچے نہر میں گرا اور پھر وہ پانی میں ڈوب گیا اور اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

اور پھر جب شہریار کو ہوش آیا تو اس کو اپنے جسم پر ہلکی ہلکی گرماہٹ محسوس ہوئی۔

اس نے آنکھیں کھول دیں اور اس نے دیکھا کہ وہ اپنے پورے انسانی جسم کے ساتھ زمین پر دھوپ میں لیٹا ہوا ہے...... چاروں طرف پاک شفاف دھوپ نکلی ہوئی ہے...... وہ جلدی سے اُٹھ بیٹھا۔ تمام منحوس منتروں اور جادو ٹونے اور بدروحوں کے

سائے غائب ہو چکے تھے...... اس کا سینہ نور ایمان سے روشن ہو رہا تھا۔ وہ پاکستان میں تھا، پاک سر زمین میں تھا...... اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا...... کلمہ پاک پڑھ کر اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے اور شہر کی طرف چل پڑا...... وہ ایک کشادہ سی سڑک پر نکل آیا...... سڑک کے کنارے درختوں کے نیچے چائے کی ایک چھوٹی سی دکان تھی...... ایک آدمی باہر کرسی پر بیٹھا چائے پی رہا تھا...... شہریار نے اس کے پاس جا کر السلام و علیکم کہا...... اس آدمی نے وعلیکم سلام کہہ کر شہریار کی طرف دیکھا...... شہریار نے پوچھا۔

"بھائی جان یہ کون سا شہر ہے۔"

اس آدمی نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

"یہ لاہور ہے...... تم کہاں سے آ رہے ہو؟"

لاہور کا نام سنتے ہی شہریار کا چہرہ مسرت سے چمکنے لگا...... اس نے کہا۔

"بھائی جان! میں آپ کو کیا بتاؤں کہ میں کہاں سے آ رہا ہوں، یہ بڑی لمبی کہانی ہے۔

شہریار نے اسلام و علیکم کہہ کر اس آدمی سے ہاتھ ملایا اور ایک نئے جوش، ایک نئے ولولے اور نیکی اور ایمان کی نئی طاقتوں کے ساتھ سینہ تان کر لاہور شہر کی طرف چلنے لگا، جس کی بلند و بالا عمارتوں میں ایک مسجد کا مینار دور سے سنہری دھوپ میں روشن ستارے کی طرح چمک رہا تھا۔

کچھ عرصہ بعد کادمبری شہریار کے پاس پہنچ گئی، اس نے بتایا کہ وہ اپنے تمام گناہ دھو آئی ہے اور اب وہ صدق دل سے اسلام قبول کر کے ایک اچھی بیوی کی طرح شہریار کے ساتھ رہنا چاہتی ہے...... شہریار اسے ایک مفتی صاحب کے پاس لے گیا اور اسے مسلمان کر کے اس کا نام زبیدہ رکھا اور اب وہ دو خوبصورت بچوں کی ماں ہے...... شہریار نے شنکر راؤ کا بت بیچ کر جو رقم حاصل کی تھی اس سے وہ کاروبار کر رہا ہے۔

اے حمید